تحریک پاکستان میں علماء اہلسنت کی مجاہدانہ خدمات کا دستاویزی ثبوت





پاکستان

بنانے والے

عُلماء و مشائخ

(ایک تاریخی دستاویز)

مولانا محمد جلال الدین قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱- فصیح روڈ - اسلامیہ پارک لاہور فون: ۷۵۹۲۰۰۳

کتاب	خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس
مرتب	محمد جلال الدین قادری (گجرات)
کتابت	سعید احمد
طابع	ملک محبوب الرسول قادری
ناشر	عالمی دعوت اسلامیہ
پروسیس	گیلان پروسیس' ذوالقرنین چیمبرز' گنپت روڈ لاہور۔
صفحات	۳۴۸
طباعت بار اول	شوال المکرم ۱۳۹۸ھ ' ستمبر ۱۹۷۸ء
طباعت بار دوم	۱۴۱۶ھ ' ۱۹۹۶ء
بار سوم	ربیع الاول ۱۴۱۸ھ ' جولائی ۱۹۹۷ء
قیمت	

ملنے کے پتے

- ○ عالمی دعوت اسلامیہ - ۱- فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور
- ○ مکتبہ قادریہ' جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور
- ○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز - گنج بخش روڈ لاہور
- ○ مکتبہ قادریہ - داتا دربار مارکیٹ (نزد ستا ہوٹل) لاہور۔

مورخ پاکستان

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

جب میں علماء اہل سنت کے موضوع پر تحقیق کر رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جو کچھ تحریک جہاد کے بارے میں اب تک لکھا گیا ہے وہ سب یک طرفہ ہے۔ اس موقعہ پر میں نے پروفیسر شاہ فرید الحق سے رجوع کیا اور ان کے ذریعہ سے کچھ مواد حاصل کیا۔

تقریر:- مجلس مذاکرہ ۲ فروری ۱۹۷۸ء کراچی
بحوالہ ماہنامہ "فیضان" شمارہ مارچ ۱۹۷۸ء، صفحہ ۳۱



شہزادہ سعید الرشید محمود عباسی

(ولی عہد سابق ریاست بہاولپور، پاکستان)

میں پاکستان کے تاریخ اور ثقافتی تحقیق کے کمیشن سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ مرتب کرتے وقت ان پاک ہستیوں — کی تحریک آزادی میں جدوجہد کا ذکر خیر، نصاب تعلیم میں نمایاں طور پر پیش کریں تاکہ آنے والی نسلیں ان بزرگوں کی تعلیمات سے پوری طرح مستفید ہو سکیں۔

بحوالہ "سات ستارے" از حکیم محمد حسین بدر

مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء صفحہ ۸

کی یہ داستان داخل مؤرخین کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی اور انہوں نے اپنی تصانیف میں اس داستان کا ذکر مختصراً پیش کیا ہے۔ مثلاً "تاریخ نظریہ پاکستان" میں پیام شاہجہان پوری نے اور "تحریک و تاریخ پاکستان" میں پروفیسر شیخ محمد رفیق، پروفیسر سید مسعود حیدر بخاری اور پروفیسر نثار احمد چوہدری نے۔

مجھے مؤرخ ہونے کا قطعی دعویٰ نہیں اور نہ حسنِ تحریر کا انداز رکھتا ہوں۔ ہاں تاریخ کا ایک طالب علم ضرور ہوں اور سینہ میں اسلاف کی عظمت جاگزیں ہے۔ "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" کی تدوین و ترتیب دراصل اس ناانصافی کے ازالے کی ایک کوشش ہے، جو اپنوں کی کوتاہی اور غیروں کی جانبداری کی وجہ سے "تاریخ" بن گئی۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ مختلف کتب تواریخ و سوانح مستند دستاویزات، قدیم رسائل و اخبارات سے مختصر اور موزوں مواد جمع کر دوں۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس" کی مفصل اور مکمل تاریخ مرتب کرنے میں ایک عرصہ سے مصروف ہوں یہ ایک طویل اور کٹھن کام ہے۔ مواد کی کمی یا اس کی وسعت کام کی رفتار پر اثر انداز رہی ہے۔ اس طویل عمل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک وقت درکار ہے لیکن حالات کی پکار مزید مہلت دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے لئے یہ صورت نکالی کہ "آل انڈیا سنی کانفرنس" کی تاریخ مرتب ہونے تک اکابر اہل سنت کے وہ خطبات شائع کر دیئے جائیں جو مختلف اوقات میں سنی کانفرنس کے اسٹیجوں پر پڑھے گئے۔ اس سے دو طرفہ فائدہ ہوگا۔ متعصب اور معاند کے لئے یہ خطبات "تازیانہ عبرت" ہوں گے اور حقیقت پسند کے لئے "باعث مسرت"۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اکابر کی مختلف سرگرمیوں کو جمع کرنے کے علاوہ یہ امر بھی باعث مسرت ہے کہ اس وقت تک تقریباً ایک سو چالیس اجلاسوں کی کارروائی دستیاب ہو چکی ہے، جو آل انڈیا سنی کانفرنس کے زیر اہتمام برصغیر کے گوشہ گوشہ میں منعقد ہوئے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اس کثیر تعداد میں اجلاس — اس کی ہمہ گیری پر دلالت کرتے ہیں۔ ان اجلاسوں سے جو اثرات مرتب ہوئے وہ انشاء اللہ العزیز آپ "تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس" میں ملاحظہ کریں گے۔

خطبات کی ترتیب و تدوین کا انحصار بظاہر میری انفرادی کوشش کا نتیجہ ہے مگر حقیقت

یہاں میرے متعدد کرم فرماؤں کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا مرہون منت ہے، اس سلسلہ میں کرمی حکیم محمد موسیٰ امرت سری، صدر مرکزی مجلس رضا، لاہور کی راہنمائی مجھے منزل مقصود تک لے آئی، مواد کی فراہمی میں حکیم صاحب موصوف کی کوششیں سب سے زیادہ ہیں۔ اسی سلسلہ میں محترم پروفیسر محمد ایوب قادری، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مولانا الحاج پیر غلام قادر اشرفی، مولانا غلام محمد سہروردی، مولانا محمد فاروق درگاہی، گجراتی، جناب سید نور محمد قادری، محترمہ بیگم پروین آف ماکی شریف، جناب محمد صادق قصوری، مولانا مظفر اقبال رضوی، مولانا غلام اور مولانا حافظ محمد عبدالکریم قادری (ملت گنج، بنگلہ دیش) کا تعاون ہمت افزا ہے، عزیزی الکرم مفتی محمد علیم الدین، مولانا محمد عالم نقشبندی، مولانا صاحبزادہ محمد حبیب اللہ نعیمی، جناب محمد رفیق خاں، مولانا غلام محی الدین اور جناب مختار احمد منہاس کے مفید مشورے میرے لئے مفید ثابت ہوئے، اور اس سلسلے میں عزیزی ظفر اقبال نیازی کا تعاون بھی ایک نادر اور قابل ذکر مثال ہے۔ جملہ اراکین مرکزی مجلس رضا کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ اہل سنت کے فاضل نوجوانوں کو تالیف و تصنیف کے میدان میں کھڑا کرنے کا سہرا اسی فعال ادارے کے سر بندھتا ہے۔

میں اپنے تمام کرم فرماؤں کے پُرخلوص جذبات کے لئے شکریہ کے رسمی الفاظ میں ادا کرنے کی جسارت بھی نہیں کر سکتا، رب العزت کی بارگاہ عالیہ میں دعا ہے کہ وہ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین!

اس کتاب میں شامل مواد زیادہ تر "دبدبۂ سکندری" رام پور سے لیا گیا ہے۔ اس پرچہ کو تحریک پاکستان کے دور میں خصوصی اہمیت حاصل تھی یہاں تک کہ اس کی ملی خدمات سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خاں صاحب نے یہ شعر کہا تھا۔ ؎

جس نے سکھائی ہے ہمیں رسم و رہِ قلندری
ہے وہ صحیفۂ مبیں دبدبۂ سکندری [1]

محمد جلال الدین قادری عفی عنہ
سرائے عالمگیر

یکم شعبان ۱۳۹۸ھ، جولائی ۷۸ء

---

[1] دبدبۂ سکندری: شمارہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء ص ۸

پاکستان اور سُنّی عُلماء و مشائخ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر کی مسلم آبادی کا اسی فیصد اہل سنت و جماعت پر مشتمل ہے اور جب کبھی بھی اسلام کے خلاف سازش کی گئی، سُنّی علماء و مشائخ نے اس کا مقابلہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھا۔ سن ستاون کی جنگ آزادی شروع سے آخر تک علماء و مشائخ کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس جنگ میں علماء و مشائخ اہل سنت کے فتوائے جہاد نے وہ کام کیا، جو بڑی بڑی عسکری قوتوں سے ناممکن تھا۔ اسیر جزیرہ انڈمان مولانا فضل حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی کافی شہید مرادآبادی، مولانا سید احمد اللہ شہید مدراسی، مولانا فیض احمد عثمانی، مولانا وہاج الدین مرادآبادی، مولانا رسول بخش کاکوروی، مفتی صدر الدین دہلوی علیہم الرحمۃ والرضوان اور ان کے احباب و تلامذہ اکابر سُنّی علمائے ربانیین فرنگی سامراج سے ٹکرائے، اسلام کے تحفظ کے لئے جان عزیز کی بازی لگا کر شمع حریت کو ابدی تابانی بخشی —— اور انگریز کے خلاف "سب سے پہلی تحریک آزادی" کا سنگ بنیاد رکھا، جو تاریخ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نام سے مشہور ہے۔ آزادی کی یہ جنگ سُنّی علماء و مشائخ کے جذبۂ اسلامی اور خدمت دینی کا ایک روشن باب ہے۔ بعد میں رونما ہونے والی تمام تحاریک کو اسی تحریک آزادی کے سلسلہ کی کڑیاں اور جذبۂ حریت کے اس عظیم بنیاد

کی روشنی کی کرنیں کہا جائے گا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ہفت روزہ "اقدام" لاہور نے سنی علماء و مشائخ کی جانبازی کا یوں اعتراف کیا ہے:۔

"شاطران فرنگ نے جب مسلمانوں کے آخری جانباز مجاہد سلطان ٹیپو شہید علیہ الرحمۃ کو اپنے راستے سے ہٹایا تو اب علمائے بریلی (سنی علماء) کے جانباز مجاہدین کے سوا ان کی مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اس لیے کہ علمائے دیو بند انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے مخالف تھے۔" سلہ

فرنگی سامراج کے خلاف سنی علماء کی یہ تحریک غیر منظم ہونے کے باعث کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی، انگریزوں نے بظاہر تحریک آزادی کو کچل دیا۔ مگر وہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ حریت کو نہ نکال سکے۔ جسم پر قبضہ ممکن ہے مگر دلوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ اسی حقیقت کو مولانا محمد علی جوہر علیہ الرحمۃ نے یوں بیان فرمایا ہے:

"سخت سے سخت گیر حکمران بھی ایسی زنجیریں تلاش نہیں کر سکے جن سے ذہنوں کو جکڑا جا سکے۔" سلہ

رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی نے سفید سامراج کی قید و بند کی صعوبتوں میں رہتے ہوئے یہ نعرۂ حق بلند کیا۔

سلہ ہفت روزہ اقدام لاہور، ۲۶ مئی ۱۹۶۳ء
سلہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، جولائی ۱۹۷۶ء

"میں برطانوی استبداد کو کلاس کے چند منٹوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔" سلہ

تعصب اور عناد کی بناء پر سنی علماء کو ——— جنہیں بدعتی، قبر پرست، میلادی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انگریز کا ایجنٹ اور وفادار کہا گیا، نے ہمیشہ انگریز کی مخالفت میں پہل کی۔ مشہور نقاد و صحافی شوکت صدیقی لکھتے ہیں:

"دراں امام احمد رضا خاں (۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء) کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے، نہایت گمراہ کن اور شرانگیز ہے۔

وہ انگریزوں اور ان کی حکومت سے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافہ پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ "میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا۔" انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا۔ مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کبھی عدالت میں حاضری نہیں دی۔ ایک بار انہیں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں طلب بھی کیا گیا۔ مگر انہوں نے توہین عدالت کے باوجود حاضری نہ دی۔ اور یہ کہہ کر ٹال دی کہ "میں انگریز کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کر لوں" کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کر کے حاضر عدالت ہونے کے احکامات جاری کئے گئے۔ بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گزر کر فوج تک پہنچا، مگر ان کے جانثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آخر عدالت

سلہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳ مئی ۱۹۷۶ء

کو اپنا حکم واپس لینا پڑا؟" سلہ

جناب صدیقی نے ایک دوسرے موقع پر اسی حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"مولانا احمد رضا نہ کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے نہ ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ دیا، نہ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا۔" سلہ

ہلاکت و بربادی اور انتہائی ظلم و استبداد کے باوجود انگریز جب جذبۂ حریت کو ختم کرنے میں ناکام ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کو دبانے کے لئے "دیگر ذرائع" سے کام لیا۔ اس نے مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا، ماضی کے حالات کا تجزیہ کیا۔ اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی وحدت کا مرکز "عشق مصطفےٰ" (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے وابستگی انہیں متحد کئے ہوئے ہے۔ وہ باوجود رنگ و نسل کے اختلاف کے جسم واحد کی طرح ہیں۔ اگر انہیں شکست دینا اور ان پر حکومت کرنا ہے تو یہ "دولت" ان سے چھین لو۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

یہ کتنی تلخ حقیقت ہے کہ انگریز کو اپنے منحوس مقصد کے لئے "علماء" کا ایک ٹولہ مل گیا۔ انہی "علماء" نے انگریز کے ابرو کے اشارے پر ایک محاذ کھول دیا۔ ہندوؤں سے ساز باز کر کے مسلمانوں کا "ملی و سیاسی تشخص" ختم کرنے کے لئے "ہندو مسلم اتحاد" کی آڑ میں اکھنڈ بھارت کا نعرہ بلند کیا۔

سلہ ہفت روزہ الفتح کراچی ۱۴—۲۱ مئی ۱۹۷۶ء، ص ۱۷

سلہ ایضاً " " ۲۸ مئی—۴ جون ۱۹۷۶ء، ص ۱۸

انگریزی ظلم و استبداد کی کارروائیوں کو "خدا و رسول کا معاملہ" قرار دینے والوں کے خطرناک منصوبوں اور اس کے مہلک نتائج کو سب سے پہلے جس نے بھانپ لیا۔ اور اس کے خلاف آواز بلند کی وہ اہل سنت کے امام، مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ ہیں۔ آپ نے پٹنہ کے ایک عظیم الشان جلسہ میں ۱۳۱۸ھ / ۱۸۹۷ء میں فرمایا:

"ندوہ تمام بد مذہبوں سے وداد و اتحاد فرض کرتی ہے، کہ سب کلمہ گو حق پر ہیں، خدا سب سے راضی ہے سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا اور ناراضی کا حال کھل سکتا ہے کلمہ گو کیسا ہی بد دین و بد مذہب ہو، ان میں سے جو زیادہ متقی ہے، خدا کو زیادہ پیارا ہے۔ ان میں جس کی توہین کیجئے خدا و رسول پر حرف آتا ہے ——— یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات، سب صریح و شدید ابطال و عظیم وبال و موجب و غضب ذی الجلال ہیں۔ اہل سنت کا یہ بطل جلیل کلمہ گو گستاخان خدا و رسول (جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اتحاد کا اس قدر مخالف ہے جس کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ دیگر کفار، ہنود و یہود کے ساتھ اتحاد کا کس قدر مخالف ہو گا؟

مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے اس بیان اور موقف نے مسلمانان ہند کی بروقت رہنمائی کی اور یہ اسی آواز کی صدائے بازگشت تھی کہ ملک بھر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے علیحدہ قومی تشخص ——— "دو قومی نظریہ" کی حمایت اور "ہندو مسلم اتحاد" کی مخالفت

سلہ حیات اعلیٰحضرت، مولانا ظفر الدین بہاری، مطبوعہ کراچی، ص ۱۲۷

"... ملک گیر تحریک کی صورت اختیار کر گئی ——— اور یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ مو
احمد رضا بریلوی نے ۱۸۹۷ء میں "دو قومی نظریہ" کا جو تصور پیش کیا، وہ ہندو مسلم اتحاد
کے بطلان پر ایک عظیم تاریخی دستاویز ہے۔ اسی موقف کی روشنی میں مولانا سید نعیم الدین
مراد آبادی، علامہ اقبال اور قائد اعظم کے لئے ایک اسلامی ریاست کا مطالبہ کرنے
کی راہ ہموار ہو گئی۔ پاکستان کے قیام اور دو قومی نظریہ کی اشاعت کے لئے سواد اعظم اہل
ت کے علماء و مشائخ اور عام مسلمانوں نے جان کی بازی لگا دی۔ [1]

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ "پاکستان" صرف مسلم لیگ نے بنایا، مگر یہ بات ذرا

---

[1] برصغیر کی آزادی کے لئے جمعیت العلماء ہند کے اکابر نے بھی انگریزوں کی
مخالفت کی، مگر ان کے نزدیک حاصل ہونے والی آزاد حکومت، اسلامی
حکومت نہ تھی، بلکہ لادینی ریاست (سیکولر اسٹیٹ) بنانا مقصود تھی۔ صدر
مدرس دارالعلوم دیوبند استاذ العلماء مولوی حسین احمد صاحب اپنی کتاب
نقش حیات ج ۲، ص ۱۸ پر لکھتے ہیں:۔

"سید صاحب (سید احمد بریلوی) کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان
سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں
ہی پریشان تھے اس بناء پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت
دی اور اس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی
لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی؟ اس سے آپ کو
غرض نہیں ہے، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے، ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں
وہ حکومت کریں گے۔"

آزاد ریاست کا یہ مفہوم "آزاد، اسلامی ریاست" کے تصور سے کتنا دور ہے بیا[illegible]

تفصیل طلب ہے۔ اس کے لئے ہمیں ۱۹۴۰ء میں منظور کی جانے والی قرارداد ———
"قرارداد لاہور" جسے بعد میں قرارداد پاکستان کا نام ملا، پر غور کرنا ہوگا۔ قرارداد کے
پہلے کے حالات اور بعد کے واقعات کا تجزیہ کرنا ہوگا۔

تاریخ اس امر کی شہادت پیش کرتی ہے کہ مسلمانوں کی کوئی تحریک اس وقت تک
کامیاب نہیں ہو سکتی اور نہ اپنے اندر آفاقیت پیدا کر سکتی ہے جب تک اسے مذہبی
رہنماؤں کی تائید حاصل نہ ہو۔ "خوارج" کی ابتدا سے لے کر "قادیانیت" کی صورت
میں ختم نبوت کے انکار تک، تمام واقعات اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے موجود ہیں۔ اس طرح کوئی
قرارداد، بالخصوص جب کہ وہ سیاست سے متعلق ہو، برسوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہوتی ہے۔ قرارداد
کے پس منظر میں بے شمار واقعات اس کے محرکات ہوتے ہیں، انہیں محرکات
کے باعث نظریات قائم ہوتے ہیں، یہی نظریات، مطالبات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔
اگر نظریات میں صداقت ہو اور مطالبات میں جان ہو تو وہی نظریات اور مطالبات
"تحریک" کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور مذہبی تائید اس تحریک کو منزل مقصود تک
پہنچا دیتی ہے۔ صرف نظریہ کی بنیاد پر منزل کا حصول، دیوانے کی بڑ معلوم ہوتی ہے۔ مگر
صدق و اخلاص اور ثبات و استقلال کی برکت سے یہی خواب جب تعبیر کی صورت اختیار
کر لیتا ہے تو ہر کس و ناکس اس کا ہمنوا بن جاتا ہے۔

ابتدائی طور پر نظریہ پیش کرنا اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے جب ماضی کے حالات
کا صحیح تجزیہ کے ساتھ ساتھ برسوں بعد پیش آنے والے حالات اور واقعات پر بھی گہری
نظر ہو۔ عرف عام میں یہی چیز ——— "فراست" کہلاتی ہے۔ یہی فراست
جب ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتی ہے اور انوارِ ربانی سے ہدایت لیتی ہے تو حقیقت
کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ اسی حقیقت کی طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ

اسی فراست ایمانی کی بدولت اہلِ سنت کے عظیم رہنما، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ۱۸۹۷ء میں اور اس کے بعد ایک سوال کے جواب میں ۱۹۲۰ء میں[1] جو کچھ فرمایا، وہی دو قومی نظریہ کی بنیاد بنا۔ آپ نے مسلمانوں کو ہندو اور انگریز کی فریب کاریوں سے بروقت متنبہ کیا۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں :۔

"فاضل بریلوی نے حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے مسلک کی پیروی کرتے ہوئے سنہ ۱۹۲۰ء / ۱۳۳۹ھ میں دو قومی نظریہ کی داغ بیل ڈالی جس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اسی سال فاضل بریلوی رحلت فرما گئے لیکن وہ اپنے پیچھے ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جس نے اس مشن کو آگے بڑھایا چنانچہ آپ کی زندگی ہی میں ان حضرات نے اپنا کام شروع کر دیا۔۔۔۔۔۔" [2]

---

[1] دو قومی نظریہ کا تصور ۱۹۲۰ء میں ہی پختہ ہو چکا تھا اور کانگریسی و سنی علماء کے درمیان زیرِ بحث رہتا تھا۔ اس تاریخی حقیقت کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب خالد لطیف گابا اپنی کتاب "مجبور آوازیں" میں لکھتے ہیں :۔

"دو قومی نظریہ" جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں، آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند یا جامعہ ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریے کا مصنف نہ تو محمد علی جناح تھے اور نہ علامہ اقبال۔

دو قومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء ہی میں ایک مشہور اور مسلمہ نظریہ بن چکا تھا اس وقت جناب جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سروجنی نائیڈو ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے۔" (مجبور آوازیں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۰، ہفت روزہ افریشیا لاہور ۲۴-۳۰ اپریل ۱۹۷۰ء)

نوٹ: تاریخ اس امر کی شہادت پیش کرنے سے قاصر ہے کہ جس طرح قرآن و

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اس نازک دور میں مسلمانوں کی صحیح اور بروقت رہنمائی فرمائی جبکہ بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی آندھی کا شکار ہو چکے تھے۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، علامہ اقبال اور خود قائدِ اعظم بھی ابھی تک ہندو مسلم اتحاد کی مضرت کا نکتہ نہ سمجھ پائے تھے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے۔ ان کی کوششیں بھی اس قسم کے اتحاد کے لئے وقف تھیں۔ مسلم قومیت کے علمبردار (فاضل بریلوی) کی یہ دور رس مخلصانہ رہنمائی ہی تھی، جس سے متاثر ہو کر مذکورہ حضرات بھی آپ کی اور آپ کے تلامذہ و خلفاء کی کوششوں سے دو قومی نظریہ کے حامی و مؤید بن گئے۔

نامور صحافی اور تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن جناب محمد شفیع (م ش) نے اس تاریخی حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے :۔

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس یکسوئی اور استقلال سے دورِ غلامی میں دین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سر انجام دیا، جوں جوں وقت گذرتا جائے گا، اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا۔۔۔۔۔۔ جس وقت ہمارے اسلاف کی بداعمالیوں سے سلطنت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی تھی اور جس دور میں سب سے اہم کام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ ملت کے اجماع کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جائے ان کے عقائد کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا جائے۔ اور ہر اس سازش کو کچل کر رکھ دیا جائے جس کا مقصد مسلمانوں

(بقیہ حاشیہ ۲۲ سے آگے)

سنت کی روشنی میں امام احمد رضا نے ۱۸۹۷ء میں دو قومی نظریہ مدلل طور پر بیان کیا، اس وقت کوئی دوسرا رہنما آپ کا سہیم و شریک ہو۔ (مرتب)

[2] فاضل بریلوی اور ترکِ موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۷۶

دو قومی نظریہ کے داعی کی حیثیت سے امام احمد رضا بریلوی کے افکار و نظریات سے اکابر متاثر ہوئے۔ اثر اندازی کی اس حقیقت کو ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس طرح بیان کیا ہے:-

"پاک و ہند کے عظیم مفکر اور شاعر علامہ اقبال نے، جو پہلے ایک قومی نظریہ کے مؤید تھے اور بعد میں اس کے سخت مخالف ہو گئے تھے، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ کا عمیق مطالعہ فرمایا تھا اس لئے ظن غالب ہے کہ علامہ کے افکار و خیالات میں ان دونوں ماخذ نے ایک انقلاب پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے"۔[1]

اس مختصر پس منظر کی روشنی میں یہ بات تاریخی حقیقت بن کر ابھرتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بعد دو قومی نظریہ علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت نے پیش کیا، یہی نظریہ قیام پاکستان کی اساس بنا۔ علامہ اقبال نے قیام پاکستان کا مطالبہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں کیا، لیکن اس سے تقریباً چھ برس قبل اوائل ۱۹۲۵ء میں اسی ضرورت کا احساس "آل انڈیا سنی کانفرنس" مراد آباد کے اجلاس میں علماء و مشائخ نے دلایا ___ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی (م ۱۹۶۱ء/۱۳۸۳ھ) نے ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے موقع پر فرمایا:

"دنیا نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج سنیئے کہ اس پیغام کے لئے قدرت نے عہد حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا، وہ ہماری آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور بانی ہمارے

---

[1] فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۲۹

کے دلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر فانی محبت کا رشتہ تھا کہ غیر اسلامی عقائد کی تخم ریزی تھی، یہ کارنامہ اعلیٰ حضرت نے نہایت ناساعد حالات میں انجام دیا، اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت ملت اسلامیہ کے عظیم محسن تھے"۔[1]

جناب موصوف کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی خدمات کا اعتراف اب ہر غیر جانبدار مؤرخ کر رہا ہے۔ اعتراف حقیقت کے ان بیانات میں مشہور مؤرخ اور کالم نگار (نوائے وقت) جناب میاں عبد الرشید صاحب کا بیان خصوصی توجہ کا مستحق ہے، وہ لکھتے ہیں:-

"When the Pakistan Resolution was passed in 1940, the efforts of Hazrat Barelvi bore fruit and all his adherents and followers, including Ulema and spiritual leaders, rose as one man to support the Pakistan movement. Thus, the contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-i-Azam......"[2]

ترجمہ:- ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی کی کوششیں بارآور ہوئیں اور علماء کرام و پیران عظام سمیت، آپ کے پیروکار اور متوسلین جسد واحد بن کر تحریک پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس طرح قیام پاکستان کے سلسلہ میں حضرت بریلوی کا حصہ علامہ اقبال اور قائد اعظم سے کسی طرح کم نہیں۔

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۶ جون ۱۹۷۶ء

[2] (Islam in Indo-Pakistan Subcontinent, Lahore 1977, Page: 67)

صدر الافاضل اُستاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذات گرامی ہے"۔ [1]

حضرت سیّد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۹۴۸ء) کی دو قومی نظریہ کی بنیاد پر تقسیم ہند کی جس تجویز کا ذکر کیا ہے، ۱۹۳۲ء میں بمبئی میں ہندوؤں کے الگ محلوں اور بازاروں میں محدود ہونے کی خبر پر آپ کی طرف سے تقسیم ہند کی تجویز غالباً اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو آپ کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے تقسیم ملک ——— بلکہ مطالبہ تقسیم سے پہلے جو کچھ فرمایا، وہ کتنا صحیح تھا، آپ نے فرمایا:۔

"بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دکانیں مسلمان محلوں سے ہٹا کر ہندو محلوں میں لے جائیں، ہندوؤں کے یہ افعال، یہ تجویزیں، یہ طرزِ عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے دشمن قرار دیئے جائیں، یہ کھلی ناانصافی ہے۔ جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً ان کے محلوں میں جانے اور اُن کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہئے، دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے، ہر علاقہ میں اُسی علاقہ والوں کی حکومت ہو، مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں

---

[1] خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء، ص ۱۲،
دبدبۂ سکندری رام پور ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء، ص ۵

کی۔ اب نہ مخلوط و جداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش ہوں گی نہ کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقع رہے گا۔ ہر فریق اپنے حدود میں آرام کی زندگی گذار سکے گا۔ جب ہندو ذہنیت نے بمبئی میں یہ گوارا کر لیا تو کیا وجہ ہے کہ جدید حکومت کا مسئلہ اس اصول پر نہ طے کیا جائے"۔ [1]

اگلے صفحہ پر ماہنامہ السواد الاعظم، مرادآباد کے اس تاریخی شمارہ کے ایک صفحہ کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد شوال المکرم ۱۳۵۰ھ فروری ۱۹۳۲ء ص ۱۲، ۱۳؛
اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت، سیّد نور محمد قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۲۸

نہ آنے دیا اور اتحاد کا نشہ ہندوؤں کی بے نہایت سفاکیوں سے ذرا بھی کم نہ ہونے پایا۔
سیاسی مقاصد جن کے لیے مسلمانوں کے خونوں کے سمندر بہا جانا بھی خوشی سے گوارا تھا انھیں ہندوؤں نے اتحاد کی کہاں تک رعایت کی اور مسلمانوں کے حقوق کو کس فراخ دلی کے ساتھ تسلیم کیا یہ بقدر ظاہر ہے جسکے بیان کی حاجت نہیں ہر قوم ترقی چاہتی ہے اپنی آزادی چاہتی ہے اپنے اختیارات اور آسائش میں اضافہ چاہتی ہے اس کے لیے جنگ کرتی ہے خونریزی کرتی ہے ملک کا برباد کرنا معاش کا فاسد کرنا تجارتوں کا تباہ کر ڈالنا سب کچھ گوارا کرتی ہے مگر اپنے نفع کو نہیں چھوڑتی ہندوؤں کا بھی یہی مطمح نظر ہے مگر وہ مسلمانوں کے لیے اپنے حفاظت حقوق کے بھی روادار نہیں اور جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اتنا تو اطمینان دلادو کہ ہمارا مستقبل خطرات سے امین رہیگا تو اس پر ہندو قوم بگڑ جاتی ہے اور کسی طرح مسلمانوں کو مطمئن کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی اور مفاہمت کی کوئی صورت نہیں بنتی مجلسیں ہوتی ہیں اور ناکام رہتی ہیں کانفرنسیں ہوتی ہیں اور نتیجہ نہیں نکلتا تو اب وہ مرحوم اتحاد جسکا سیاسی حدود میں ابھی نام و نشان نہیں ہے کہاں بستا ہے بمبئی کی تازہ ہندو مسلم جنگ اس اتحاد کا شاہد اس اتحاد کا ثبوت بن سکتی ہو اس اتحاد کے اتنے ہی معنے ہیں کہ ہندو جب چاہیں مسلمانوں کو قتل کر دیا کریں اور مسلمان یہ کہا کریں کہ ہم تو اتحاد کی وجہ سے زبان بھی نہیں ہلا سکتے چاہے مارو یا خون بہاؤ دوستی کا دم بھرا ہے تو اف بھی نہ کریں گے مگر اس جنگ کے سلسلہ میں ایک سبق خوب ملا جس سے فائدہ اٹھایا جائے تو وہ عقدہ با آسانی حل ہو سکتا ہے جسکی تدابیر میں ملک کے بڑے بڑے مسلم اصحاب رائے عاجز ہے وہ یہ کہ بمبئی کے ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دوکانیں مسلمان محلوں سے ہٹا کر ہندو محلوں میں لیجائیں۔ ہندوؤں کے یہ افعال یہ تجویزیں یہ طرز عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے دشمن قرار دئے جائیں یہ کھلی ناانصافی ہے جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً انکے محلوں میں جانے اور انکے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیے دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ رکھکر سیاسی مباحث کو طے کر لیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے ہر علاقہ میں اسی علاقہ والوں کی حکومت ہو مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں کی اب نہ مخلوط و جداگانہ انتخاب کی بحثیں در پیش ہونگی نہ کونسلوں میں نشستوں کی منازعت کا کوئی موقعہ رہیگا

یہ ہے دو قومی نظریہ ـــــ نظریہ پاکستان ـــــ کے سفر کی مختصر داستان، جو علمائے اہل سنت کی کوششوں سے واضح ہو کر مقبول عام ہوا۔ اور جس کی وجہ سے اکثر اکابر کے خیالات میں انقلاب رونما ہوا۔

قرارداد پاکستان بلاشبہ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں منظور کی گئی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت مسلم لیگ میں کون لوگ تھے، جن کی شمولیت اور تحریک سے "مسلم لیگ" اسم با مسمیٰ اور جاندار سیاسی جماعت بن گئی۔

اس سوال کے جواب کے لئے حضرت سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:۔

"مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس نے بھیجا؟ اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے گا تو وہ صرف "سنی" ہیں، پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے، مسلم لیگ سے ہمارے سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات (امین الحسنات) صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے۔ اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا۔ اس کا دفتر کہاں رہے گا اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے؟" [1]

---

[1] "دستور پاکستان کے متعلق قائد اعظم نے نومبر ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف کو خط میں صاف صاف لکھا کہ اس بات کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قانون ساز جماعت جس میں بہت زیادہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگی پاکستان کے لئے ایسے قانون بنا سکے گی جو اسلامی قانون کے خلاف ہوں اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون پر عمل کر سکیں گے۔

(بقیہ صفحہ ۱۷)

قرارداد پاکستان کی تجویز سے پہلے ۱۹۳۹ء میں مولانا عبدالستار خان نیازی نے قائد اعظم کی خدمت میں خلافت پاکستان تجویز پیش کی۔ قائد اعظم بہت خوش ہوئے اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کر لیا، اور اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا [1]

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس ہوا، جس میں قرارداد لاہور پاس ہوئی، یہی قرارداد بعد میں قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔ مسلم لیگ کے اسی اجلاس میں سنی علماء و مشائخ نے بھی حصہ لیا، اور قرارداد کے حق میں تقاریر کیں۔ قرارداد کی تائید میں سنی علماء کی طرف سے تقریر کرنے والوں میں مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔ [2]

مطالبہ پاکستان کے اسی اجلاس میں مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری سرگرم رکن میں تھے بلکہ [3] مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ سٹیج پر، مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ تشریف فرما تھے بلکہ [4] ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو حضرت امیر ملت علی پوری نے حسب ذیل تہنیتی تار قائد اعظم کو دیا، اور اپنی مکمل تائید کا یقین دلایا کہ "فقیر معہ ڈیڑھ کروڑ جمیع اہل اسلام ہند دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے، اور آپ کی ترقی مدارج

---

[1] ماہنامہ الاجلاد، پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۱۴، ۳۰، ۳۱ / بحوالہ اکابر تحریک پاکستان ص ۴۴

[2] مولانا عبدالحامد بدایونی پر ایک نظر" از امام سید امیر علی / بحوالہ تذکرہ اکابر اہل سنت مطبوعہ لاہور ص ۲۰۵، قائد اعظم کے ۷۲ سال، خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۳۵۴

[3] روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۳۱ دسمبر ۱۹۷۵ء

[4] حضرت شیخ القرآن، رانا منظور احمد خان ایم اے مطبوعہ وزیرآباد ۱۹۷۵ء، ص ۳۷

(بقیہ صفحہ ۲۹ سے آگے)

"پاکستان کا منشور آزادی" ص ۱۹ (بحوالہ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۷۶ء، ص ۴۷)

[2] الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۳ء، ص ۸

کے لئے دعا کرتا ہے [1]

مطالبہ (قرارداد) پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی علمائے اہل سنت نے اپنی مساعی تیز کر دیں، اور اپنی تمام تر توجہ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے وقف کر دی۔ تعلیمی و مذہبی مدارس، خانقاہوں، عرس کے مبارک موقعوں، مذہبی جلسوں اور سنیت کے ترجمان اخبار و رسائل ـــــ غرض ہر مقام سے پاکستان کا نعرہ بلند ہونے لگا۔ ـــــ قیام پاکستان کے لئے ان حضرات کے دل میں جو تڑپ اور والہانہ لگاؤ، عشق و جنوں کی حد تک تھا، روز روشن سے زیادہ عیاں ہے۔ اس کی ایک جھلک آپ تقسیم ملک سے قبل ہندوستان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر کے سرورق کے ان عکسوں سے لگا سکتے ہیں، جو آئندہ صفحات پر دیئے جا رہے ہیں۔ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے مذکورہ ترجمان نے ۱۹۴۲ء کے اوائل سے "امرتسر" کے ساتھ لفظ (پاکستان) کا اضافہ کر دیا تھا۔ کتاب ہذا میں دو شماروں کے سرورق کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ جنگ عظیم دوم کے دوران حالات انتہائی نازک تھے۔ اس ہنگامی دور میں "پاکستان" کے لفظ کا تکرار حکومت برطانیہ کے غضب کو دعوت دینا تھا، اور بالخصوص صحافت کی دنیا میں، جہاں معمولی سی بات پر بھی ضمانت طلب کی جاتی اور ضمانتیں ضبط ہونا تو روز مرہ کا معمول بن چکا تھا۔ مذکورہ اخبار اپنے سرورق پر امرتسر (پاکستان) لکھتا رہا۔

---

[1] تذکرہ شاہ جماعت، سید حیدر حسین شاہ پوری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۱۰۴

تار کا پتہ: "الفقیہ" امرتسر ۷۸۶ رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۱۹

ہندوستان بھر میں اہل السنۃ والجماعۃ کا واحد ارگن

الفقیہ امرتسر (پاکستان)

فی پرچہ ۲/

ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخوں کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے

شرح چندہ | اغراض و مقاصد

ایڈیٹر: ابو الوفا حکیم معراج الدین احمد

تاریخ اجرائے الفقیہ ۷ جولائی ۱۹۱۸ء

جلد ۲۵ | مطبوعہ ۹/۱۳ شعبان ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۱/۲۸ اگست ۱۹۴۲ء یوم جمعہ | نمبر ۳۱ و ۳۲

درِ حضور پہ حاضر غلام ہو جائے

(از منشی کرم کریم صاحب دیوبندی)

حرم مدینہ میں یارب مقام ہو جائے — وہیں پہ عمر دو روزہ تمام ہو جائے
تیری جناب مقدس میں سرور عالم — قبول میرا درود و سلام ہو جائے
ہو جان جائے شہیدی کی طرح روضہ پہ — تو عاشقان محمدؐ میں نام ہو جائے
ہمیں ہے دل سے بھروسا تری شفاعت کا — بلا سے آج ہی یوم القیام ہو جائے
یہ آرزو ہے کہ اک بار زندگانی میں — در حضور پہ حاضر غلام ہو جائے
طلب نہ باغ ارم کی نہ خواہش جنت — عطا مجھے در خیر الانام ہو جائے
خدا کے واسطے آپ کو نگاہ لطف و کرم — ادھر بھی اے شہ والا مقام ہو جائے

زباں سے کہتا ہوا لا الٰہ الا اللہ
کرم کریم الٰہی تمام ہو جائے

نایاب تحفہ

سالہائے گذشتہ اخبار الفقیہ ۱۹۲۲ء تا ۱۹۴۱ء کے مکمل فائل ایک ایک سال کے الگ الگ جو نہایت محنت و جانفشانی سے اکٹھے کئے گئے ہیں قابل مجلد ہیں جس سال کی ضرورت ہو منگوالیں بہت تھوڑی تعداد میں موجود ہیں قیمت فی سال علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ۔ جلد درخواست کرکے منگوالیں ورنہ پچھتانا پڑیگا

منیجر اخبار الفقیہ امرتسر

اطلاع — سرکار علی ... [illegible] ... ماہ شعبان المعظم کی ۲۴ و ۲۵ تاریخ کو ... [illegible] ... رونق افروز ہونگے۔ منیجر

... [illegible] ... باہتمام حکیم معراج الدین احمد پرنٹر و پبلشر ... [illegible] ... دفتر الفقیہ ... امرتسر سے شائع ہوا۔

تار کا پتہ: الفقیہ امرتسر ۷۸۷ رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۹

ہندوستان بھر میں اہل السنت والجماعت کا واحد ارگن

الفقیہ امرتسر (پاکستان)

فی پرچہ ۳/

ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخوں کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے

شرح چندہ | اغراض و مقاصد

ایڈیٹر: ابو الوفا حکیم معراج الدین احمد

تاریخ اجرائے الفقیہ ۷ جولائی ۱۹۱۸ء

جلد ۲۷ | مطبوعہ ۱۵/۲۲ رجب ۱۳۶۳ھ ۷/۱۴ جولائی ۱۹۴۴ء یوم جمعہ | نمبر ۲۵/۲۶

خدا کی رحمت مدام تم پر امام اعظم ابو حنیفہؒ

خدا کا پیارا ہمارا رہبر امام اعظم ابو حنیفہ — سپہر دیں کا ... [illegible] ... امام اعظم ابو حنیفہ
خدا کے بندوں پہ ... [illegible] — ... [illegible] ... امام اعظم ابو حنیفہ
قسم ہے ... [illegible] — تری فضیلت کا ذکر ... امام اعظم ابو حنیفہ
و امام مالک، امام حنبل، بخاری و شافعی ... [illegible] — مثال انجم ہیں تو ہے خاور امام اعظم ابو حنیفہ
... [illegible] ... جہاں ہیں ... [illegible] — وہ ہے ... [illegible] ... امام اعظم ابو حنیفہ
... [illegible] ... — ہے چرخ دیں کا ... [illegible] ... امام اعظم ابو حنیفہ
تری بدولت ہوا منور رسول اکرمؐ کا دین ... — ہے ... [illegible] ... امام اعظم ابو حنیفہ
کلام حق کے سمجھنے والے حدیث قدسی کے نکتہ داں — خدا کی رحمت مدام تم پر امام اعظم ابو حنیفہ

جلا کے کر دیگا خاک تم کو جو ہو ایک بدعتی کے دل جگر کو
ترے فضائل سنا سنا کر امام اعظم ابو حنیفہ

اطلاع

جن حضرات کے نام ... [illegible] ... اخبار الفقیہ ... [illegible] ... سالانہ چندہ جولائی ۱۹۴۴ء میں ختم ہوچکا ہے ... [illegible] ... اگست ۱۹۴۴ء ... [illegible] ... وی پی ... [illegible] ... وصول کر لیں ... [illegible]

تحریکِ پاکستان کی جدوجہد کے ابتدائی دور میں "پاکستان" کا تصور اس قدر وسیع اور ہمہ گیر تھا کہ یوپی کے اضلاع اور بہار کو پاکستان بنانے کے مطالبے ہوتے رہے۔ لیکن ہندو کی عیاری اور فرنگی کی مسلم کش پالیسی آتنی بھرپور اور مکمل تھی کہ گورداسپور جیسا مسلم اکثریتی علاقہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس موقع پر ایک قرارداد کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، جو اجمیر شریف کے عرس کے موقع پر علمائے کرام کی طرف سے پیش ہو کر پاس ہوئی

"...... چونکہ اجمیر شریف مسلمانوں کی مذہبی و روحانی زندگی کا ایک مسلمہ سب سے بڑا مرکزی مقام ہے اس لئے اس کو پاکستان میں شامل کیا جانا بے حد ضروری ہے"[1]

اس اہم قرارداد کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۲۵ جلد ۸۵ — ۲ — مطبوعہ ۹ جون ۱۹۴۷ء

اجمیر شریف کو پاکستان میں شامل کیا جائے

تقسیم ہند کی تجویز مان لی گئی

[1] اخبار دبدبۂ سکندری، رامپور۔ مطبوعہ ۹ جون ۱۹۴۷ء، ص ۴۔

اہل سنت و جماعت کے مشائخ عظام اور علمائے کرام بالخصوص امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان، تلامذہ، خلفاء اور متوسلین نے تحریکِ پاکستان میں مثبت کردار ادا کیا۔ پاکستان کے ساتھ ان کی وفاداریاں غیر مشکوک رہیں، جن سنی علماء و مشائخ نے تحریکِ پاکستان میں موثر کردار ادا کیا ہے ان کا شمار مشکل ہے، چند ایک اسمائے گرامی ذکر کیے جاتے ہیں۔

مجاہدِ اسلام پیر محمد امین الحسنات مانکی شریف (م ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء)

امیرِ ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری (م ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء)

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء (ابن امام احمد رضا بریلوی)

عمدۃ الفضلاء مولانا مفتی صاحب داد خاں (م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء)

مجاہدِ ملت مولانا عبد الحامد بدایونی قادری (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء)

مجاہدِ اسلام مولانا پیر عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء)

محسنِ ملت مولانا عبد السلام باندوی م ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۸ء (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی م ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

رہبرِ طریقت پیر سید غلام محی الدین گولڑوی (م ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء)

مجاہدِ اسلام مولانا فضل الحسن حسرت موہانی (م ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء)

رئیس المتکلمین مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی م ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء (تلمیذ امام احمد رضا بریلوی)

غازیِ کشمیر مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء (ابن خلیفہ رضا بریلوی)

صدر الشریعت مولانا محمد امجد علی رضوی، اعظمی م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری (م ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء)

شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء)

تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی (م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۶ء)

امیر حزب اللہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری (م۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)
مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی (م۔ ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء)
صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء تلمیذ امام احمد رضا بریلوی)
رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور

فقیہ ملت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
غزالی دوراں مولانا سید احمد سعید کاظمی (ملتان)
محسن ملت مولانا محمد برہان الحق عبدالباقی جبل پوری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی
مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (ابن امام احمد رضا بریلوی)
شیخ الاسلام پیر محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف
صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی وغیرہ مدظلہم الاقدس [1]

تحریک پاکستان کے مجاہدین سنی علماء و مشائخ کی ملی و سیاسی خدمات کا اعتراف ہفت روزہ "اقدام" نے یوں کیا ہے:

"حضرت پیر صاحب زکوڑی، صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب گولڑہ شریف، حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر صاحب مانکی شریف، خواجہ نظام الدین صاحب تونسہ شریف وغیرہم نے جدوجہد آزادی میں جو نمایاں خدمات انجام دیں، وہ روز روشن

---

[1] اکابر کی یہ نامکمل فہرست حروف تہجی کے لحاظ سے ہے، تحریک پاکستان کے سنی اکابر کی تفصیلی فہرست کا یہ مقام متحمل نہیں۔ "تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس" (زیر ترتیب) میں ان اکابر کا ذکر ممکنہ حد تک کر دیا جائے گا۔

کی طرح واضح ہیں ان کے علاوہ مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صاحب قادری میرٹھی نے مسلم لیگ کی طرف سے کئی ممالک کا دورہ کرکے پاکستان کی اہمیت دنیا پر واضح کی۔ اور سفیرِ اسلام مشہور ہوئے مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا ابوالحسنات مرحوم، مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی، مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی، مولانا محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں، مولانا محمد عارف اللہ صاحب میرٹھی راولپنڈی نے ملک کا دورہ کرکے سوئے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کیا، یہاں تک کہ ان تمام مقتدر علمائے کرام کا وفد کشمیر بھی گیا۔ اور محاذ کشمیر پر مجاہدین کو کافی خوراک بہم پہنچائی۔ مخدوم سید شوکت حسین سجادہ نشین موسیٰ پاک شہید نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تحریک آزادی میں حصہ لیا۔" [1]

اسلامی سلطنت ——— پاکستان، کے قیام میں ان سنی علماء و مشائخ کی کوششیں ناقابل فراموش ہیں پاکستان کے ساتھ ان کا تعلق عشق کی حد تک رہا۔ اور ایسا ہونا ایک فطری امر تھا، کیونکہ اس گمراہی اور اسلام کی کس مپرسی کے عالم میں قیام پاکستان کو وہ ایک "شرعی فریضہ" سمجھتے تھے۔ سنی علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان کے دوران "پاکستان" کی حمایت میں اسی نوعیت کے شرعی فتاویٰ جاری کئے جس نوعیت کے فتاویٰ عبادات و معاملات 'جائز و ناجائز اور حلال و حرام میں جاری کرتے ہیں، حالانکہ اس دور میں اسلامی مملکت۔ کے قیام کی حمایت تو درکنار لفظ "پاکستان" بھی ناقابل برداشت تھا، پاکستان سے عداوت میں کانگریسی، احراری، جمعیت العلمائے ہند وغیرہ جماعتوں کے علماء ہندوؤں کے ہم نوا تھے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مختصراً پاکستان کی حمایت میں سنی علماء و مشائخ

---

[1] ہفت روزہ اقدام لاہور ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء بحوالہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

نے شرعی فتاووں کی چند جھلکیاں دکھا دی جائیں۔

امیر ملت، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے فرمایا:

"...... اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں۔ اس موقع پر جیسا کہ قائداعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانانِ ہند سے اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہئے۔ اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہئے۔ فقیر بحیثیت امیر ملت قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کے اس اپیل کی پُرزور تائید کرتا ہے۔ اور جمیع مسلمانانِ ہند سے عموماً اور اپنے یارانِ طریقت سے خصوصاً جو لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہیں، مکرر پُرزور اپیل کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں، اور میرے متوسلین انشاءاللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔" [1]

محدث علی پوری کا ایک اور بیان ملاحظہ ہو۔ یہ بیان اس وقت کا ہے جب کہ مسلم لیگ نے ابھی تک "قرار داد لاہور" پاس نہیں کی تھی۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ ابھی تک "پاکستان" مسلم لیگ کا نصب العین نہ تھا۔ کانگرسی وزارت کے خاتمہ پر

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۷ / ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۱،
اخبار دبدبہ سکندری رامپور ۱۵ / اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۳

قائداعظم کی اپیل پر پورے ملک میں یوم نجات منایا گیا۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو علی پور سیداں، ضلع سیالکوٹ میں "یوم نجات" کی تقریب میں آپ نے فرمایا:

"دو جھنڈے ہیں۔ ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا، مسلمانو! تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ سب نے باآواز بلند کہا کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے! پھر ــــــ ارشاد فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے، اُن میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو کیا تم اس کے جنازے کی نماز پڑھو گے؟ سب نے انکار کیا۔ پھر ــــــ دریافت فرمایا کہ کیا تم مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کرو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ نہیں ہرگز نہیں! پھر ــــــ ارشاد فرمایا کہ اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے۔ ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہئے؟" [1]

مذکورہ بالا خبر کو مکرر پڑھئے۔ اور حضرت امیر ملت کی سیاسی بصیرت، نظریہ پاکستان سے وابستگی کے اظہار میں جراُت مندانہ اقدام کا اعتراف کیجئے۔ اللہ اللہ! "دو قومی نظریہ" کی اس سے بڑھ کر سادہ و بہترین تشریح اور کس طرح ممکن ہے۔

اہل سنت وجماعت کے ترجمان، آل انڈیا سنی کانفرنس کے بانی اور ناظم اعلیٰ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے مسلم لیگ کی حمایت میں اعلان فرمایا:

"مسلمانوں کو اپنے قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے۔ اور احرار، خاکسار، یونی نسٹ وغیرہ بھی مسلمان اکثریت سے کٹ کر گاندھی نہرو کے زرخرید غلام ہیں۔ انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔ مسلمانوں

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، جنوری ۱۹۴۰ء، ص ۸

کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف اسی سُنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ہے جو کونسلوں میں جا کر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکام شریعت کے مطابق جدوجہد کریں۔[1]

جنگ آزادی میں مسلم لیگ کی حمایت میں حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں زیب آستانہ عالیہ اجمیر شریف کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

"مسلم لیگ نے حصول پاکستان کے لیے انتخاب لڑنے کا اعلان کر دیا ہے، اس لئے ہر مسلمان دل و جان کے ساتھ مسلم لیگ کا ساتھ دے۔"[2]

حضرت پیر لاڈلے حسین شاہ سجادہ نشین گلبرگہ شریف (دکن) نے فرمایا،

"صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے۔"[3]

حضرت خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف نے ایک خصوصی اعلان میں فرمایا:

"مریدان باصفا اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔"[4]

حضرت پیر صاحب سجادہ نشین دربار پاک پتن، کا ارشاد ہے:-

"مسلمانوں کے ووٹ کے حق دار صرف مسلم لیگی نمائندے ہیں۔"[5]

حضرت مولانا خواجہ محمد قمر الدین صاحب، زیب آستانہ سیال شریف نے ارشاد فرمایا:

"ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دے۔"[6]

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، جلد ۲۸، شمارہ ۳۷-۳۸ مورخہ ۲۱-۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۵

[2] اشتہار "حضرات صوفیائے کرام کا اعلان حق — صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو"
شائع کردہ، پنجاب مسلم لیگ

[3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً [6] ایضاً

حضرت مولانا سید غلام محی الدین صاحب، سجادہ نشین گولڑہ شریف کا ارشاد ہے:

"مسلمانو! اس معرکۂ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔"[1]

حضرت پیر سید جماعت علی، محدث علی پوری نے ارشاد فرمایا:

"محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔"[2]

حضرت پیر سید فضل شاہ، سجادہ نشین جلال پور شریف (جہلم) کا ارشاد ہے:

"مسلمانو! وحدتِ ملت کو قائم رکھو اور مسلم لیگ کا ساتھ دو۔"[3]

مسلم لیگ کے شعبہ نشر و اشاعت کی طرف سے ایک اور اشتہار مطبوعہ سول ملٹری پریس ڈیرہ اسماعیل خان شائع ہوا۔ جس میں تیس ۳۰ جلیل القدر سنی مشائخ عظام اور علمائے کرام نے حضرت پیر محمد عبد اللطیف صاحب زکوڑی شریف و دیگر جملہ مسلم لیگی امیدواروں کی پرزور حمایت کرتے ہو متفقہ طور پر فرمایا:

"سب مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں اور پاکستان کے قیام کے لئے اپنا خون پیش کرکے باعث صد افتخار سمجھیں کہ بغیر قیام پاکستان اس ملک میں باعزت زندگی محال ہے۔"

اس اشتہار میں پاکستان کی حمایت میں صرف تین دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء اور دو اہل حدیث علماء کے نام تائیدی طور پر درج ہیں۔

اگلے صفحات پر مسلم لیگ کی طرف سے شائع شدہ مذکورہ بالا دونوں اشتہارات کے عکس درج ہیں:-

---

[1] ایضاً [2] ایضاً [3] ایضاً

حضرات صوفیائے کرام کا اعلان حق

صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو

۱۔ حضرت جناب مقبول احمد صاحب قبلہ خلیفہ بارگاہ عالیہ سیل وحدت حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سرہند شریف
نے ملتقین فرمایا۔ کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے … اسلام کا بول بالا کریں۔

۲۔ حضرت دیوان سید آل رسول علی خان مدظلہ آستانہ عالیہ اجمیر شریف۔
کا ارشاد ہے مسلم لیگ نے پاکستان کے لئے … اعلان کر دیا ہے … مسلمان … مسلم لیگ کے ساتھ ہو جائے۔

۳۔ حضرت پیر زادے حسین شاہ مدظلہ سجادہ نشین گلبرگہ شریف دکن۔
نے فرمایا کہ ہر فرد مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے۔

۴۔ مولینا حافظ خواجہ غلام سدید الدین مدظلہ سجادہ نشین تونسہ شریف۔
نے ایک خاص اعلان میں فرمایا۔ … مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔

۵۔ حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ دربار پاکپتن شریف
کا ارشاد ہے مسلمانوں کے ووٹ کے حقدار صرف مسلم لیگ کے نمائندے ہیں۔

۶۔ مولینا حافظ شاہ محمد قمر الدین چشتی نظامی مدظلہ سجادہ نشین سیال شریف۔
کا ارشاد ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔

۷۔ مولینا الحاج سید شاہ غلام محی الدین چشتی نظامی مدظلہ سجادہ نشین گولڑہ شریف۔
نے فرمایا ہے مسلمانو! اس معرکہ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دو۔

۸۔ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری مدظلہ
نے فرمایا۔ محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے۔ اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

۹۔ حضرت مولینا سید فضل شاہ مدظلہ امیر حزب اللہ جلالپور شریف۔
کا ارشاد ہے۔ مسلمانو! وحدت ملت کو قائم رکھو۔ اور مسلم لیگ کا ساتھ دو۔

۱۰۔ حضرت مولینا حافظ قاری سید محمد شاہد صاحب … امام مسجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمۃ … شریف
نے فرمایا اگر مسلمان اس … میں مسلم لیگ کا ساتھ نہیں دیں گے تو مسلمانوں کی عزت اور حیثیت دنیا …

۱۱۔ حضرت سلطان محمد حسن اور سلطان العارفین باہو سلطان سجادہ نشین حبیب سلطان صاحب قبلہ
نے فرمایا …

۱۲۔ حضرت عبد الرزاق شمس الموشنی کلانور (ریاست)
نے برادران طریقت کو … مسلم لیگ کی پوری امداد کریں۔

۱۳۔ حضرت سجادہ نشین خانقاہ میر فاضل شاہ صاحب ٹوہانہ ضلع حصار
نے اعلان کیا کہ مسلمان اپنی تمام کوششیں آل انڈیا مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے صرف کریں۔

۱۴۔ جناب پیر بدر الدین صاحب سجادہ نشین درگاہ … شریف … مسلم لیگ میں شامل ہو گئے
اور فرمایا کہ الیکشن میں امیدواروں کی شخصیتوں کو بھول جائیں۔ مسلم لیگ اور صرف مسلم لیگ کے نام کو یاد رکھیں۔

۱۵۔ سجادہ نشین حضرت شاہ جیونا علیہ الرحمۃ ضلع جھنگ کا اعلان۔
سب مسلمان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔

۱۶۔ صاحبزادہ محمد ظہور الحق صاحب چشتی و نقشبندی سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ گورداسپور کا اعلان
سب مسلمان انتخابی مہم میں مسلم لیگ کا تعاون کریں۔

۱۷۔ حضرت سید منظور احمد سجادہ نشین مکان شریف کا اعلان۔
مسلمانان ہند کی زندگی اور وقار کا انحصار قیام پاکستان کے نصب العین پر ہے۔ اور مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

۱۸۔ حضرت سید الطاف حسین نقشبندی سجادہ نشین موسے خیل کا اعلان۔
سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ سارے اختلافات مٹا کر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔

۱۹۔ حضرت میاں علی محمد خان صاحب چشتی نظامی مدظلہ … شریف … ضلع ہوشیارپور کا ارشاد گرامی۔
مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنا کر اپنی ملی یکجہتی کا ثبوت دیں۔

۲۰۔ سجادہ نشین دربار غوثیہ ساہو چک ضلع گورداسپور کا اعلان۔
تمام مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہو جانا چاہئے اور پاکستان … جہاں شریعت کے مطابق قانون نافذ ہوں گے

۲۱۔ جناب حضرت پیر صدر الدین صاحب قبلہ ملتانی جو کہ محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت خواجہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی
اولاد میں سے ہیں۔ سجادہ نشین ملتان نے مسلم لیگ اور پاکستان کے حصول کا حکم دیا ہے

۲۲۔ سجادہ نشین چورہ شریف نے مسلم لیگ کی حمایت اور پاکستان کے حصول کو ہر مسلمان کا مذہبی فرض قرار دیا ہے۔

۲۳۔ اس کے علاوہ … صاحب … اصحاب نے شرعی پاکستان کے حصول کیلئے حکم صادر فرمایا ہے۔

۲۴۔ سجادہ نشین … شریف … مولوی فضل حق صاحب قبلہ۔

۲۵۔ باجا صاحب امام خیل۔

۲۶۔ کاکا خیل حضرات۔

۲۷۔ حافظ عبد الرحیم صاحب سجادہ نشین …

۲۸۔ بابا صاحب فقیر اباخیل تحصیل ٹانک۔

۲۹۔ مولینا حافظ حضرت محمد ابراہیم صاحب سجادہ نشین … شریف تحصیل کلاچی۔

۳۰۔ استاذ العلماء مفتی اعظم حضرت مولینا مولوی سردار احمد صاحب شیخ الحدیث بریلی شریف۔

۳۱۔ حضرت مولینا حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی مرحوم کے خلف الرشید جانشین صاحبزادہ۔

۳۲۔ جانشین شیخ الہند حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی سابق مہتمم دار العلوم دیوبند صدر المدرسین مدرسہ عالیہ …

۳۳۔ حضرت مولینا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی لیڈر اہلحدیث۔

۳۴۔ حضرت مولینا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اہلحدیث۔

۳۵۔ حضرت مولینا مولوی داؤد محمد صاحب سرحدی سابق صدر جمعیت العلماء سرحد اور جملہ علمائے سرحد و جمعیت العلماء الاسلام نے متفقہ طور پر فرمایا ہے۔
کہ سب مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ اور پاکستان کے قیام کے لئے … پیش کرکے باعث صد افتخار سمجھیں کیونکہ بغیر قیام پاکستان اس ملک میں باعزت زندگی محال ہے۔

مندرجہ بالا مشائخ عظام وعلمائے کرام کے ارشادات عالیہ کے مطابق مسلمانوں کو چاہئے کہ … اختلافات … جناب حضرت پیر صاحبزادہ محمد عبد اللطیف صاحب قبلہ سجادہ نشین … ڈیرہ اسماعیل خان اور جملہ مسلم لیگی امیدواروں کو کامیاب بنا کر اسلام کا بول بالا کریں۔

وما علینا الا البلاغ



تحریک پاکستان اور صوفیائے کرام

مغربی پاکستان

مشرقی پاکستان

حضرات صوفیائے کرام کا اعلان حق

صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو!



حضرت دیوان آل رسول علی خان ... کا ارشاد ہے

"... ہر مسلمان ... مسلم لیگ کا ساتھ دے"

حضرت پیر لاڈلے حسین شاہ ... نے فرمایا:

"صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے"

مولانا حافظ خواجہ غلام السدیدین ...

"... مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں"

حضرت سجادہ نشین صاحب ... کا ارشاد ہے

"مسلمانوں کے ووٹ کے حقدار صرف مسلم لیگی امیدوار ہیں"

مولانا الحاج شاہ محمد قمر الدین چشتی نظامی

سجادہ نشین سیال شریف کا ارشاد ہے:

"ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ..."

مولانا الحاج سید غلام محی الدین شاہ چشتی نظامی

سجادہ نشین گولڑہ شریف نے فرمایا:

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ...

حضرت مولانا سید فضل شاہ ... کا ارشاد ہے:

"مسلمانو! وحدت ملت کو قائم رکھو ..."

جاری کردہ شعبہ نشر و اشاعت

پنجاب مسلم لیگ

جناب محمد حنیف شاہد مشائخ عظام کی تحریک پاکستان میں خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"۱۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو جب صوبہ سرحد اور پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں، صوفیوں اور روحانی پیشواؤں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں ہوا، تو اس میں ایک تجویز منظور ہوئی جس میں مسلم لیگ سے وفاداری اور قائد اعظم کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ سجادہ نشین پیر مانکی شریف نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کو حصول پاکستان کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہئے، جہاں وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے۔ حصول پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ صرف مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے لئے کوشاں ہے۔"[1]

خواجہ حسن نظامی نے ۱۲/ نومبر ۱۹۴۵ء کو مندرجہ ذیل بیان دیا:۔

"حضرت پیر مہر علی شاہ کے سجادہ نشین پیر غلام محی الدین نے اپنے سب مریدوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں ......"[2]

۲۰/ جنوری ۱۹۴۶ء کو حضرت پیر عبدالرشید سجادہ نشین دربار بو علی قلندر پانی پت نے حسب ذیل بیان دیا:

---

[1] اسلام اور قائد اعظم، محمد حنیف شاہد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۲

[2] ایضاً، ص ۱۴۳

"اس وقت مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ
ہے اور پاکستان مسلمانانِ ہند کا بہترین نصب العین ہے۔" ؎۱

۲ مارچ ۱۹۴۶ء کو سید محی الدین لال بادشاہ (دیر مکھڈ شریف) ایم ایل اے نے مسلم لیگ میں شمولیت کے وقت قائدِ اعظم کو ایک مکتوب میں لکھا:

"میں نہایت مسرت و ابتہاج کے ساتھ آپ کی وساطت سے اپنی ناچیز خدمات ملت اسلامیہ کے حضور پیش کرتا ہوں۔۔۔۔۔ مفادات کے لیے میری حقیر پیش کش کو قادرِ مطلق قبول فرمائے۔۔۔۔۔ اس وقت ہر فردِ ملت کا یہ مقدس فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائے۔ یہ فرض ہر دوسرے فرض پر مقدم ہے۔۔۔۔۔" ؎۲

مولانا عبدالحامد بدایونی پہلی مرتبہ ۱۹۱۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی زیرِ صدارت منعقد ہونے والے اس جلسہ میں آپ نے خطاب بھی فرمایا۔ اس کے بعد ۱۹۲۷ء کے لکھنؤ کے سیشن میں مولانا نے باقاعدہ عملی طور حصہ لیا اور تقسیم ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔ ۱۹۴۰ء کی قراردادِ پاکستان کی حمایت میں تاریخی اجتماع سے آپ کا خطاب ہمیشہ یادگار رہے گا۔ مسلم لیگ کے ایماء پر بیرونی ممالک کا دورہ کر کے مطالبہ پاکستان کی وضاحت کی۔ ۲۱ اپریل ۱۹۴۷ء کو مولانا بدایونی نے مشرقِ وسطیٰ کا دورہ کے تاثرات کو یوں بیان کیا:

"میں جلالۃ الملک ابن سعود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے پاکستان کے نظریہ کی بہت تائید فرمائی اور مسٹر جناح کی سیاسی دور اندیشی

؎۱ ایضاً، ص ۱۴۳، ۱۴۴

؎۲ ایضاً، ص ۱۴۵

کا اعتراف کرتے رہے۔۔۔۔۔ مصر اور دیگر بلادِ اسلامیہ کے اکابر کا نظریہ بھی یہی ہے کہ وہ سب کے سب کہہ رہے ہیں کہ "مسٹر جناح اسلام کے قائدِ اعظم ہوں گے" ؎۱

الٰہ آباد کے مسلم لیگ کے صوبائی اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے فرمایا:

"میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے جو کچھ طے کر لیا ہے۔ وہ اسے حاصل کر کے رہے گا۔"

"ہم طے کر چکے ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین میں ایک ہی جھنڈا بلند ہو اور وہ جھنڈا اسلام کا ہو، ہم پاکستان چاہتے ہیں، پاکستان کو حاصل کر کے رہیں گے اور پاکستان کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے۔" ؎۲

مولانا کرم علی ملیح آبادی نے الہ آباد صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس میں خطاب کے دوران فرمایا:

"مسلمانوں کا رویاں رویاں پاکستان سے بھرا ہوا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو پاک و صاف رہنے، پاک صاف لباس پہننے، پاک غذا کھانے اور پاک زمین پر رہنے کا حکم ہے۔"

"میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان ایک شرعی مطالبہ ہے۔" ؎۳

علمائے اہل سنت نے مطالبۂ پاکستان کی وضاحت اور مسلم لیگ کے موقف کی حمایت میں اندرون ملک شہر شہر اور قریہ قریہ طوفانی دورے کئے، جس کے نتیجے میں

؎۱ ایضاً ص ۱۴۴

؎۲ روزنامہ مساوات لاہور ۱۵ اگست ۱۹۷۶ء یوم استقلال ایڈیشن، ص ۳

؎۳ ایضاً

لوگ دھڑا دھڑ مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے اور اہل سنت کی مساجد مسلم لیگ کا پلیٹ فارم بن گیئں۔ بیرون ملک رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے مختلف ممالک کے دورہ پر علمائے اہل سنت کی مساعی نہایت قابل قدر ہیں خود مسلم لیگ نے ان سُنّی علماء و مشائخ کو بیرونی ممالک کے دورہ پر روانہ کیا تاکہ مسلمانوں کے موجودہ سیاسی موقف کو دنیا پر واضح کریں۔ مشہور صحافی جناب مختار حسن کی یہ رائے کتنی غیر جانبدارانہ ہے، جس میں انہوں نے سُنّی علماء و مشائخ کی مساعی کا بالعموم اور مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔

"مولانا عبد العلیم صدیقی بہت عظیم مبلغِ اسلام تھے۔ کہا جاتا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں کے ۵۰ ہزار افراد کو مشرف بہ سلام کیا۔ تحریکِ پاکستان کے لئے کام کرنے والے علماء و مشائخ میں ان کا نام بڑا نمایاں تھا۔ انہوں نے بیرونِ ملک بھی برِ صغیر کے مسلمانوں کی سیاست اور مطالبۂ پاکستان کو واضح کرنے کے لئے دورے کئے۔ مولانا صدیقی پاکستان آئے، تو پہلی عیدِ آزادی کی امامت کی۔ قائدِ اعظمؒ نے انہی کی اقتدا میں یہ نماز ادا کی تھی۔" [1]

جناب منیر احمد منیرؔ نے علامہ صدیقی کی خدمات کا اس طرح اعتراف کیا ہے:-

"قائدِ اعظم نے انہیں اسلامی ممالک میں تحریکِ پاکستان کے لئے راہ ہموار کرنے کے مشن پر بھیجا تھا" [2]

قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں سُنّی علمائے کرام کی مساعی جمیلہ اور بیرون ہند دوروں سے متعلق اخبار "دبدبۂ سکندری" رام پور کی بعض اشاعتوں کے عکس آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں:-

---

[1] ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۰

[2] ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۶ جون ۱۹۷۲ء، ص ۱۲

مطبوعہ ۲۲ ر اپریل ۱۹۴۷ء

نظریۂ پاکستان پر ملک الحجاز کی تائید و حمایت

مولانا عبد الحامد صاحب قادری کا بصیرت افروز بیان

۲۰ ر اپریل کو ریاست جبوور کی مسلم لیگ کانفرنس کا پانچواں اجلاس بمقام شہو گا منعقد ہوا جس میں حضرت الحاج جناب مولانا مولوی شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری بدایونی نے جو مشرق وسطیٰ کے دورہ کرنے والے مسلم لیگی وفد کے رئیس تھے، ایک بصیرت افروز تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ میں اس دورہ میں ابن سعود ملک الحجاز کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ اور ابن سعود کو پاکستان کا نظریہ بتایا جس کی انھوں نے گرمجوشی سے تائید کی اور مسٹر جناح کے سیاسی تدبر کا اعتراف کرتے رہے مولانا بدایونی صاحب نے کہا کہ مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ کے اکابر کا بھی نظریہ یہی ہے اور وہ سب کہہ رہے ہیں کہ مسٹر جناح دنیائے اسلام کے قائد اعظم ہوں گے۔

مولوی محمد عبد الاحسان صاحب صدر مجلس استقبالیہ کانفرنس نے اس موقع پر جملہ محبان وطن سے استدعا کی کہ وہ باہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور کوئی ایسا فارمولا تیار کریں [illegible] اکثریت اقلیت کی حق تلفی نہ کر سکے تاکہ اقلیتوں کے دلوں میں اعتماد کا جذبہ پیدا ہو جائے

ایک قرارداد میں اس امر پر تشویش کا اظہار کیا گیا تھا [illegible]

خلاصہ اخبارات

مخدوم سید صدر الدین شاہ جیلانی
عاشورہ کی شام کو انتقال فرما گئے

[illegible]

سیاسی اختلافات ... عبادت کا طریق کار اختیار ... لی گئی کہ وہ صورت حالات کو سمجھے اور تسلیم کرے مسٹر لیاقت علی خاں صاحب چودھری خلیق الزماں صاحب بیگم ... کے پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔

صدر وفد ... مسلم لیگ کی مصر کو روانگی

[illegible]

مطبوعہ ۱۰ر جنوری ۱۹۴۷ء

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کنوینر وفد حجاز کا بیان

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی نے کراچی تشریف لا کر ... بیان بغرض اشاعت دیا۔

[illegible]

مسلسل واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ سُنّی علماء و مشائخ نے مطالبۂ پاکستان میں انتہائی جذبہ اور خلوص سے کام کیا، دن رات ایک کر کے قیام پاکستان کی منزل کو قریب کیا۔ اگر ان علماء کی کوششوں کو الگ کر لیا جائے تو اتنے قلیل عرصہ میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت معرض وجود میں نہ آتی۔ یہ اکابر علمائے اہلِ سُنّت اور مشائخ عظام کی مساعی جمیلہ ہی تھیں کہ مسلمانوں کی مسجدیں مسلم لیگ کی جلسہ گاہ اور مدرسے و دارالعلوم اس کے دفتر بن گئے۔ ہر خانقاہ سے "پاکستان زندہ باد" اور "لے کے رہیں گے پاکستان" کے نعرے بلند ہونے لگے۔ قائد اعظم خود ان حضرات کی مخلصانہ مساعی کے معترف تھے۔ مختلف موقعوں پر ان سے ملاقات کر کے مزید تعاون کے خواہاں رہے۔ چنانچہ جب ۱۸ر مارچ ۱۹۳۹ء کو علی گڑھ سے واپسی پر مسلمانان بریلی کی دعوت پر مسلم لیگ کے تنظیمی دورے پر بریلی تشریف لائے تو بدایوں، شاہجہاں پور، مراد آباد اور قرب و جوار کے ہزارہا مسلمان بریلی پہنچ گئے۔ مولانا حکیم قاری احمد (نبیرہ حضرت وصی احمد محدث سورتی) صدر سٹی مسلم لیگ، پیلی بھیت صدہا کارکنوں کے ہمراہ پرجوش استقبال کے لئے بریلی تشریف لائے۔ رات کے عظیم الشان جلسہ میں گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی کے ہیڈ مولوی بنّے خاں رامپوری نے قائد اعظم کی شان میں فارسی کی ایک نظم پڑھی جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

جناح آمد بریلی را بہار اندر بہار آمد — برائے پیشوائی صد ہزار اندر ہزار آمد
ہجوم عاشقان دیدار جوُ در کوچہ و برزن — بہ شہر تشنہ کامان محبت جوئے بار آمد
ہزاراں سال باشد تازہ و خرم بہار ما — بریلی را بہارے بے خزاں یادگار آمد[1]

---

[1] قائد اعظم کے ۷۲ سال: خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۳۳۰

۱۹۴۲ء کو جب دوبارہ قائد اعظم بریلی تشریف لائے تو شاندار طریقے سے آپ کا استقبال ہوا، وہ یادگار اور تاریخی تھا۔ دور دور سے لوگ قائد اعظم کے استقبال کے لئے بریلی اُمنڈ آئے تھے۔ بریلی اسٹیشن سے آٹھ دس میل تک لوگ چاند تارہ بنی ہری ہری جھنڈیاں ہاتھوں میں لئے ریلوے لائن کے دونوں جانب کھڑے تھے، بریلی اسٹیشن پر اپنے قائد کو دیکھنے کے لئے لوگ دیوانہ وار ٹوٹ پڑے۔ ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ غیر معمولی وزن کے باعث ریلوے کا آہنی پل ٹوٹ گیا اور ریلوے اسٹیشن کا سارا نظام بگڑ گیا۔ رات کو ایک لاکھ کے مجمع میں قائد اعظم نے تقریر کرتے ہوئے اہل بریلی کا شکریہ ادا کیا۔[1]

سواد اعظم اہل سنت کے اکابر مسلم لیگ کی واحد نمائندہ سیاسی حیثیت کے قائل تھے، سیاسی معاملات میں مسلم لیگ کی حمایت کو وہ اپنا فریضہ تصور فرماتے اور مسلمانِ ہند کے وسیع تر مفاد میں ہر نازک موڑ پر مسلم لیگ کی مکمل تائید و حمایت کر کے اس کے موقف کو مضبوط بناتے، اسی قسم کی ایک مثال "شملہ کانفرنس" کے موقع پر حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں زیب آستانہ عالیہ بریلی شریف کا وائسرائے کے نام تار ہے، جس میں آپ نے مسلم لیگ کے زاویہ نظر کی حمایت کی۔ حضرت مفتی اعظم کا تار روزنامہ "انجام" دہلی مؤرخہ ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء میں بھی شائع ہوا۔[2]

مشہور نقاد و صحافی جناب شوکت صدیقی لکھتے ہیں:۔

"مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے ہمیشہ تحریک پاکستان کی مکمل کر حمایت کی"۔[3]

---

[1] برگِ گل، مجلہ وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی مطبوعہ ۱۹۷۶ء، مضمون "بریلی، روہیل کھنڈ اور قائد اعظم"، ڈاکٹر شفیق بریلوی، ص ۲۸۶/۱۸۳

[2] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۱۴/۷ نومبر ۱۹۴۵ء، ص ۷

[3] ہفت روزہ الفتح کراچی ۱۴-۲۱ مئی ۱۹۷۶ء، ص ۲۱

مسلم لیگ کے موقف کی حمایت میں علمائے بریلی کا بیان اور حضرت مفتی اعظم ہند کے تار کی خبر ہفت روزہ الفقیہ امرتسر میں بھی شائع ہوئی، اس کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

الفقیہ امرتسر — ۱۴/۷ نومبر ۱۹۴۵ء

> خیال کے ماتحت شملہ کانفرنس کے زمانہ میں وائسرائے کو حضرت مولانا مولوی مصطفےٰ رضا خانصاحب مدظلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی کی جانب سے لیگ کی تائید میں تار بھی بھیجا گیا تھا۔ جو ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء کے روزنامہ انجام دہلی میں شائع ہوا ہے۔ حضرت مولانا موصوف اس وقت برائے حج بیت اللہ شریف تشریف لیجا رہے ہیں۔ نیز سنی کانفرنس نے جسکے صدر حضرت مولانا موصوف ہیں، اپنے بنارس کے حالیہ جلسہ میں مسلم لیگ سے تعاون کرنے اور اس کی تائید و حمایت کرنے کا صاف طور سے اعلان کیا ہے (انجام ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

نوٹ: وائسرائے ہند لارڈ ویول نے شملہ میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان مفاہمت کرانے کی خاطر ۲۵ جون ۱۹۴۵ء کو ایک کانفرنس طلب کی، جو ۱۴ جولائی ۱۹۴۵ء تک جاری رہی۔ مسلم لیگ کے اراکین اس امر کی یقین دہانی چاہتے تھے کہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں مسلمان ارکان کی نمائندگی صرف مسلم لیگ ہی کرے مگر کانگریس کے مخالفانہ رویہ اور لارڈ ویول کے متحدہ ہندوستان کے نظریہ کے باعث یہ شملہ کانفرنس ناکام ہوگئی۔ قائد اعظم نے لارڈ ویول کے منصوبہ کو دام ہمرنگ زمین قرار دیا۔

"۱۷ جولائی کو شملہ سے قائد اعظم نے ایک بیان جاری کیا جس میں آپ نے شملہ کانفرنس کی ناکامی کے اسباب بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس موقع پر میں اُن ہزاروں مسلمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے تاروں اور خطوط سے میری حوصلہ افزائی کی ہے"۔

(قائد اعظم کے ۲۷ سال، ص ۲۹۴)

جمعیت علمائے پاکستان کے مقتدر راہنما اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے سابق ممتاز رکن مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی نے اپنے ایک انٹرویو میں سنی علماء کی سیاسی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کو کامیاب بنانے کے لئے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی اور محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی علیہما الرحمۃ کی معیت میں ملک کے طول و عرض (یو۔پی، سی۔پی، بہار، پنجاب، مغربی و مشرقی بنگال) کے دورے کرتا رہا، اس کانفرنس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں تحریک آزادی کو ایک نئی زندگی بخشی، مجاہد ملت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی اور حضرت مولانا صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محل (لکھنؤ) کی رفاقت میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسوں، کانفرنسوں اور بعض مشاورتی مجلسوں میں شرکت کرتا رہا، نواب محمد اسماعیل خاں صاحب صدر صوبائی مسلم لیگ (یو۔پی) کی زیر قیادت میں نے شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ منعقدہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء و یکم، ۲ جنوری ۱۹۴۶ء مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے شرکت کی۔ اور ۱۸۵۷ء سے لے کر تحریک پاکستان تک مسلمانوں کی جدوجہد آزادی مختصر طور پر صدارتی خطبہ میں پیش کی۔"[1]

---

[1] انٹرویو: شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی از محمد صدیق سعیدی، ملتان (قلمی)

حسن اتفاق: یہ صفحات کتابت کے مرحلہ میں تھے کہ اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۹ جنوری ۱۹۴۶ء دستیاب ہوا، جس میں مذکورہ تاریخی خطبہ صدارت شائع ہوا، اس کا عکس آئندہ صفحات پر ہدیۂ ناظرین ہے۔

(مرتب)

هوالقادر

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

نواب حامد علی خاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری

رامپور

قیمت ۲؍

سنی کانفرنس

جلد ۸۲

خطبۂ صدارت

حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری صدر مجلس استقبالیہ

جو علامہ موصوف نے شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ منعقدہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء و یکم و ۲ جنوری ۱۹۴۶ء کے اجلاس اول ۳۱ دسمبر میں خود پڑھا

مرسلہ جناب سکریٹری صاحب مسلم لیگ میرٹھ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف رسلہ و سید انبیائہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرات! محترم علمائے کرام و مشائخ عظام و برادران اسلام۔ اس وسیع پنڈال میں یہ عظیم الشان اجتماع پولیٹیکل کانفرنس کے نام سے منعقد ہوا ہے۔ اس سے قبل کہ اس اجتماع کے مقصد کی طرف اشارہ کروں مجھے اجازت دیجئے کہ عنوان ... کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے ... کے دور دراز مقامات سے سفر کی صعوبتیں برداشت فرما کر کانفرنس کو شرف قدوم سے نوازا۔

ان دلی تشکرات کے بعد ... تشریف آوری سے میرٹھ کے مسلمان کے دل ... کے ساتھ ... اس سرزمین کی خصوصیت کی طرف ... اشارہ کروں گا۔

سرزمین میرٹھ ... صوفیا اور ارباب روحانیت و مردانِ حق ... کی جو صدیوں سے امتیاز رکھتی ہے اس کی تفصیل کے بغیر میں ... تحریک آزادی کی طرف اشارہ کروں ... انگریزی حکومت اور اس کے ... خواہوں نے غدر ۱۸۵۷ء کے نام سے ... شروع کیا لیکن حقیقت میں یہ تحریک آخری بادشاہ دہلی کی ... اور بڑھتے ہوئے انگریزوں کے اقتدار کا خاتمہ کرنے کے لئے تھی ... میرٹھ ہی سے شروع ہوئی اور اس طرح میرٹھ اس چیز پر ... آزادی کا ... سب سے پہلے میرٹھ ہی کے مسلمانوں نے ... ایک ... برطانوی استبداد کے خلاف ... تحریک خلافت شروع ہوئی تو میرٹھ ... مرکز ... قرار پایا۔ چنانچہ جب تحریک خلافت

کانگریس اور مسلمان

نظریہ پاکستان، قرارداد پاکستان اور قیام پاکستان کی منزل تک کے سفر میں سنی مشائخ و علماء کے کردار کی ادنیٰ سی جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے کہ اس کے لئے کئی دفاتر درکار ہیں۔

چلتے چلتے نظریہ پاکستان کے مخالفین اور متحدہ قومیت کے علمبرداروں کے طرزِ عمل پر بھی ایک نظر ڈالئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ جو لوگ ——— آج ——— قیام پاکستان تک کی منزل کی تمام کارروائی اپنے نام لکھوانا چاہتے ہیں ان کا کردار کیسا رہا۔ تاریخ کی یہ ستم ظریفی نہیں تو کیا ہے کہ آج وہ لوگ پاکستان کے کرتا دھرتا بن بیٹھے ہیں جنہیں لفظ "پاکستان" سے بھی چڑ تھی ؎

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، جمعیت العلماء ہند کے صدر جناب مولوی حسین احمد مدنی اپنے ایک قلمی دستخط شدہ فتویٰ میں لکھتے ہیں:

"ہم نے جہاں تک چھان بین کی پاکستان کا مطالبہ برطانوی خواہشوں اور اوکی دسیسہ کاریوں کے مطابق ہے..... ہماری سمجھ میں ابتک یہ مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہے اور بالخصوص اون مسلمان لوگوں کو جو کہ اقلیت والے صوبوں یوپی بہار مدراس برار بمبئی راجپوتانہ مالوہ وغیرہ میں رہتے ہیں مزید مشکلات کا سامنا ہو جائے گا جن کے لئے مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ میں تم اقلیت والوں کو اکثریت والوں پر قربان کرتے ہوئے تمہاری نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہوں
واللہ اعلم

(دستخط) ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۲ ذی قعدہ سنہ ۶۴ھ [1]

مسلم اقلیت والوں کو اکثریت والے علاقوں پر قربان کرنے اور ان کا جنازہ پڑھنے کا بہتان ـــــ کانگرسی ذہن کی پیداوار تھا، حالانکہ ملک تقسیم ہوتا یا نہیں، اقلیت تو بہر حال اقلیت ہی رہتی . مگر رشتۂ اسلام کی بنا پر مسلم اقلیت والے صوبوں نے تحریک پاکستان میں اس قسم کی قربانیاں دیں جن کی مثال نہیں۔ محمد ظفر مرزا ایم اے اور پروفیسر البیرونی کی غیر جانبدارانہ رائے ملاحظہ ہو۔

"جب قرارداد لاہور منظور ہوئی تو کانگرس کے بعض حلقوں میں جن کے سربراہ مسلمان کانگریسی تھے، یہ تنقید پیش کی تھی کہ اس قرارداد میں مسلم اکثریتی علاقوں کا ہی مسئلہ پیش نظر رکھا گیا ہے اور ہندو اکثریت کے علاقوں کے مسلمانوں کے مفادات کو قابل توجہ تصور نہیں کیا گیا، ہندو اکثریت کے صوبوں کے مسلمان باشندوں کو تجویز کردہ پاکستان سے کیا حاصل ہوگا؟ اس پر حضرت قائد اعظمؒ نے ہندو اکثریتی صوبوں کے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ اس پروپیگنڈے کا مقصد محض مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ملک تقسیم ہو یا نہ ہو، وہ اپنے علاقوں میں ہر لحاظ سے اقلیت کے طور پر رہیں گے، لہٰذا انہیں اپنے بھائیوں کے راستے میں رکاوٹ کا باعث نہ بننا چاہئے" [2]

مطالبۂ پاکستان کی مخالفت میں جاری ہونے والے کانگرس کے ہمنوا مولوی حسین احمد مدنی کے قلمی فتویٰ کا عکس آئندہ صفحہ پہ دیا جا رہا ہے۔

---

[1] قلمی فتویٰ جناب حسین احمد مدنی مورخہ ۲۲ ذی قعدہ سنہ ۱۳۶۴ھ (نومبر سنہ ۱۹۴۵ء)

[2] تحریک پاکستان اور آئین پاکستان مطبوعہ لاہور ، ص ۱۳۰

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) (الف) علمائے کرام و مشائخ عظام کو موجودہ وقت میں اسمبلیوں کیلئے ممبر بنکر جانا جائز ہے یا ناجائز

(ب) بصورت جواز جو حلفیہ عہد وفاداری انگریزی کونسل کے ہر ایک ممبر سے لیا جاتا ہے اس کا کیا حل ہو سکتا ہے [illegible] علی الطغیان ہوتا ہوا [illegible] کہ ہم پر لازم نہیں آتا؟

(۲) مسلم لیگیوں کا مطالبۂ پاکستان درست ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) (الف) چونکہ زمانہ حاضرہ اور غیر مذہبی لوگوں کے جانے سے تجربہ ہوا کہ ہر دو میں مسلمانوں اور ملک کو زیادہ نقصانات پہنچے حسب قاعدہ شرعیہ اخف البلیتین کا اختیار کرنا ضروری ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] اور سمجھدار ہوں یا ایسی پارٹی میں ہوں جس کا پارٹی لیڈر ایسا ہو اور کسی مذہبی اور سیاسی بہترین دستور کا ذمہ دار ہو۔

(ب) اولاً جو حلف وفاداری لیا جاتا ہے اس میں شرعی قسم نہیں ہے۔ ثانیاً اس میں بادشاہ برطانیہ سے وفاداری کا حلف ہے موجودہ حکومت کا نہیں ہے۔ [illegible] علی الطغیان [illegible] احوال حاضرہ کی بنا پر شرعی طور پر حرج نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں ان الفاظ میں مختلف معانی ہو سکتے ہیں مستحلف کی نیت کی پابندی ضرورت اس وقت ہے جبکہ وہ ظالم اور ذی اقتدار نہ ہو ورنہ حالف ہی کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(۲) [illegible] پاکستان کا مطالبہ برطانوی خواہشوں اور ان کی دسیسہ کاریوں کے مطابق ہے (دیکھو مدینہ بجنور ۲۱ اگست ۱۹۴۱ء جلد ۳۰ ص ۵۹ [illegible])

(اور [illegible] مدینہ بجنور [illegible] ۹ جون ۱۹۴۳ء منقول [illegible])

ہمارے سمجھ میں ابتک یہ مسلمانوں کیلئے مفید نہیں ہے اور [illegible] لوگوں کو جو کہ اقلیت والے صوبوں [illegible] مزید مشکلات کا سامنا ہو جائیگا [illegible] اکثریت والوں پر قربان [illegible] جنازہ پڑھا جا چکا [illegible]

واللہ اعلم

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۲ ذی قعدہ سنہ ۶۴ھ

انہی مولوی حسین احمد نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں ایک فتوے میں مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا، اور قائدِ اعظم کو "کافرِ اعظم" کا لقب دیا تھا۔[1]
اس فتویٰ پر مولانا شبیر احمد عثمانی[2] کا ردِ عمل (جو رسالہ پیغام ـــــ بنام کلکتہ کانفرنس کے آخری سرورق پر شائع ہوا) کا عکس، آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:-

---

[1] پیغام بنام موتمر کل ہند جمعیت علماء اسلام، کلکتہ، طبع ہاشمی بک ڈپو لاہور، ص ۴۸

[2] قائد کو بُرے ناموں سے یاد کرنے اور ان پر اتہام تراشی کرنے پر ہر ہوش مند نے اس کی مخالفت کی، علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا ـــــ "جب ایک جانب سے قائدِ اعظم کی جگہ کافرِ اعظم اور ملعون و عیار وغیرہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو لاکھوں اشخاص کے سینوں میں یہ لفظ تیر و نشتر بن کر لگتے ہیں ......"

(ایضاً ـــ ص ۲۷، ۲۸)۔

نوٹ: یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ "خطباتِ عثمانی" طبع نذر سنز لاہور (۱۹۷۲ء) میں صفحہ ۸۲ پر قائدِ اعظم کو "کافرِ اعظم" کا خطاب دینے کا ذکر کرتے ہوئے مولوی حسین احمد کا نام حذف کر کے اس کی جگہ "ایک جلیل القدر عالم" لکھ دیا گیا ہے۔

(مرتب)

۴۸

اسلام اور مستقبل قوم کے مقاصد کے سخت خلاف ہے کیونکہ پاکستان کے سوال کا فیصلہ بڑی حد تک ان انتخابات کے نتائج پر منحصر و موقوف ہے۔

دستخط ظفر احمد عثمانی تھانوی صدر اجلاس

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا مدلل و مسکت جواب ـ مولانا حسین احمد صاحب کا بے بنیاد و بے دلیل فتویٰ ـ نئی دہلی ۱۸ اکتوبر

۱۹۴۵ء ـ مولانا حسین احمد صاحب نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیتے ہوئے اور قائدِ اعظم کو "کافرِ اعظم" کا لقب دیتے ہوئے حال ہی میں فتویٰ دیا تھا اسکا مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے اپنے مکتوب میں جو دہلی کے ایک روزنامہ میں شائع ہوا ہے حسب ذیل جواب دیا ہے۔ مولانا موصوف مولانا حسین احمد صاحب کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ مسلم لیگ کی شرکت کو احکام شریعت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے اسکے کیا دلائل شرعیہ پیش کئے ہیں۔ محض کسی عالم کے اتنا لکھ دینے سے کہ فلاں چیز ناجائز ہے دوسرے علماء کیسے ساکت ہو سکتے ہیں جو دلائل سامنے ہوں تو ان پر کچھ کہا جائے۔ مجھے تو عدم جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ غلطیاں اور کوتاہیاں کس جماعت اور کس شخص سے نہیں ہوتیں۔ ہمارے بڑے سے بڑے مقدس ادارے بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ لیکن یہ چیز اسکا سبب نہیں بن سکتی کہ ادارے میں شرکت ہی حرام کر دی جائے اگر اسکے فوائد اور منافع اسکے مضار اور نقصانات سے زائد ہوں۔

مسلم قوم کی مستقل ہستی لیگ نے منوائی ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمام امور سے قطع نظر کر کے اگر لیگ کے وجود سے اتنا کام ہو گیا کہ مسلم قوم کی مستقل ہستی اور اسکی غیر مخلوط صاف آواز پر انگریز اور ہندو دونوں کے نزدیک تسلیم ہو گئی اور تھوڑی سی مدت میں ہندوؤں بہت زیادہ نقصان اٹھا کے دنیا نے ہندوستان کے اندر ایک تیسری طاقت کے وجود کا اعتراف کر لیا۔ بلکہ لیگ اور کانگریس کو صلح یا جنگ کے ہر معاملہ میں ایک ہی صف میں دوش بدوش کھڑا کیا جانے لگا۔ تو کیا یہ فائدہ شرعی اور سیاسی نقطہ نظر سے کچھ کم ہے؟"

رہبرِ دکن حیدر آباد دکن
مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء

جمعیت العلمائے ہند کے ایک اور رہنما جناب مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی اپنے ایک قلمی دستخط شدہ فتویٰ میں علماء و مشائخ کی تحریک پاکستان کی کوششوں اور مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی تردید و مخالفت میں لکھتے ہیں :-

"پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے مضر ہے۔

کیونکہ حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے نہ اس کے ملنے کی توقع ...... "[1]

اس قلمی فتویٰ پر جناب احمد سعید صاحب (ناظم جمعیت العلمائے ہند) اور جناب حبیب المرسلین صاحب نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔ مدرسہ امینیہ اسلامیہ کی مہر بڑی صاف پڑھی جاتی ہے، مذکورہ قلمی فتویٰ کا عکس بھی ملاحظہ ہو۔

---

[1] قلمی فتویٰ مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی، دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

نوٹ :۔ کانگریس کی حمایت میں فتویٰ دینے والے مفتی صاحب موصوف اس سے پہلے بھی ہندوؤں کی حمایت میں شدھی تحریک کے بانی شردھانند کے مسلمان قاتل کے جہنمی ہونے کا فتویٰ جاری کر چکے تھے

(ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد جلد ۳، شمارہ ۱۰، رجب ۱۳۶۵ھ)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) علمائے کرام و مشائخ عظام کو موجودہ وقت میں اسمبلیوں کے لئے ممبر بنکر جانا جائز ہے یا ناجائز

(۲) بشرط جواز جو حلفیہ عہد وفاداری ان سے لیا جاتا ہے۔ اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔ کیا انگریزوں کے عہدنامے پر دستخط کر دینے سے مطمئن بالاسلام ہو کر کچھ حرج لازم نہیں آتی؟

(۳) مسلم لیگیوں کا مطالبۂ پاکستان درست ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

الجواب

ہندوستان میں حکومت کا معاملہ بڑی نزاکت اختیار کر چکا ہے۔ اسلئے اس کے متعلق احکام دینا بہت مشکل اور پیچیدہ ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ علما اور مشائخ اسمبلی میں ممبر بنکر جائیں تو بہتر ہے اسلئے جواز کا فتوے دیتا ہوں

اسمبلی میں جس عہدنامے پر دستخط لئے جاتے ہیں۔ اسمیں اتباع شریعت کے پختہ عہد کے ساتھ دستخط کئے جا سکتے ہیں۔

پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے مضر ہے۔ کیونکہ حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے نہ اسکے ملنے کی توقع۔ جو پاکستان کہ مانگنے والے مانگتے ہیں وہ تمام ہندوستان سے اسلام کی شوکت مٹا کر ایک چھوٹے سے قطعہ میں محدود کر دینا ہے اور اسمیں بھی مخالف قومی پارٹی موجود ہے۔ اور باقی ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو مخالفین کے ہاتھوں میں بے دست و پا بنا کر چھوڑ دینا ہے یہ صورت مضر اور یقیناً مضر ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ
دہلی

حضرت مفتی صاحب قبلہ کی رائے بالکل صائب ہے اور متفق
احمد سعید غفر لہ ناظم جمعیۃ العلماء ہند

الجواب صحیح
حبیب المرسلین
نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

مہر: دارالافتاء

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے "احرار کانفرنس" علی پور میں ڈنکے کی چوٹ کہا تھا:

"(پاکستان کا مطالبہ کرنے والے) مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور وہ دوسروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں۔ اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں خاکستان ہے" [۱]

امروہہ کے ایک جلسہ میں عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کا ایک جملہ یہ بھی تھا:

"جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے، وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں"۔ [۲]

ایک دوسرے موقعہ پر پسرور میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے"۔ [۳]

ابو الکلام آزاد نے مجلس احرار اور دوسری مسلم لیگ مخالف جماعتوں سے اپیل کی کہ:

"وہ منظم ہو کر ایک وجود بن جائیں اور ڈٹ کر مسلم لیگ کا مقابلہ کریں"۔ [۴]

اس اپیل پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور مؤرخ رئیس احمد جعفری رقمطراز ہیں:۔۔۔

"اور بلاشبہ مولانا (آزاد) کی یہ اپیل کارگر ہوئی۔ اور خاکسار، جمعیت علماء اور دیگر جماعتوں نے مسلم لیگ کے خلاف ایک محاذ بنا لیا۔ انہوں نے مسلم لیگ کے راستے میں کانٹے بچھائے، پتھر پھینکے، چاقو اور خنجر سے وار کئے، جلسے درہم برہم کرنے کی کوشش کی، کانگرس نے اور کانگرس کے ان حلیفوں نے کوئی

---

۱ اخبار ملاپ لاہور، ۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۸ صفر ۱۳۸۸ھ

۲ چمنستان، ظفر علی خان، ص ۱۶۵

۳ تاریخ نظریۂ پاکستان، پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور سن ۱۹۷۰ء، ص ۴۰۰

۴ آزادیٔ ہند، ابوالکلام کی خود نوشت، مترجم رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور طبع پنجم، ص ۱۶۲

دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مجلس احرار کے واعظانِ خوش مقال اور علمائے شیوا بیان دورے پر نکل پڑے، مجھے بمبئی کا وہ جلسہ یاد ہے جس میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور شورش کاشمیری کی خطابت نے رنگ باندھ دیا تھا، لیکن بری طرح پٹے۔ دیوبند کے طلباء کی ایک جماعت مولانا حسین احمد مدنی مغفور کی سربراہی میں شہر شہر اور قریہ قریہ کا گشت کر رہی تھی، جہاں موقعہ ملتا مولانا آزاد بھی پرواز کر کے یعنی طیارہ پر اڑ کر پہنچ جاتے، بغرض تفریق بین المسلمین اور تضعیف شوکتِ مومنین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا، احرار و خاکسار میدان انتخاب میں زورِ بیان اور قوت استدلال سے زیادہ دست و بازو کی طاقت کے بل پر اتر آئے، ہنگامہ آرائی کی، شورش اور بلوے کے مظاہرے کئے، ان کا کوئی "عظیم الشان جلسہ" ایسا نہ ہوا جس میں مسلم لیگ کو اور قائد اعظم کو ایک ایک منہ سو سو گالیاں نہ دی گئی ہوں، قائد اعظم کی ذات پر گھٹیا اور ناگفتنی الزامات نہ لگائے گئے ہوں، مسلم لیگ کی قیادت کے خلاف کفر و فسق کے فتوے نہ دیئے گئے ہوں"۔ [۱]

۱۹۳۹ء میں جناب ابو الاعلیٰ مودودی نے ارشاد فرمایا:

"لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو"۔ [۲]

---

۱ ایضاً، ص ۱۶۷

۲ مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۳۰، بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، چودھری حبیب احمد مطبوعہ لاہور سن ۱۹۶۶ء، ص ۴۰۸

صالح انقلاب کی داعی جماعت ـــــ جماعت اسلامی کے بانی جناب مودودی صاحب اس سے ایک قدم اور بڑھتے ہیں، مسلم لیگ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی فلاح وبہبود، اسلامی مملکت کے قیام اور دو قومی نظریہ کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل دوسری تمام ملی وسیاسی جماعتوں کو بھی بیک جنبش قلم بے عمل اور اسلامی تعلیمات سے ناواقف بتاتے ہیں، ملاحظہ ہو،

"اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام پر کام کر رہی ہیں۔ اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے۔ تو سب کی سب جنس کاسد (کھوٹی) نکلیں گی۔ خواہ مغربی تعلیم وتربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علمائے دین ومفتیان شرع مبین، دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں" [۱]

۴۶–۱۹۴۵ء کے انتخابات جو مطالبۂ پاکستان کی بنیاد پر منعقد ہوئے تھے اور انہی کی بدولت مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی تھی۔ اس نازک مرحلہ پر جماعت اسلامی نے مسلم لیگ کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا، جس کا صاف مطلب کانگریس کی خاموش حمایت تھا۔ اس سے حصول پاکستان کے کاز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔ ستمبر ۱۹۴۵ء کا تاریخی الیکشن" کے عنوان سے جماعت اسلامی کا ترجمان "کوثر" رقمطراز ہے،

"بعض خوش فہم لیگی حضرات کا خیال تھا کہ جماعت اسلامی اس الیکشن میں ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کرے گی اور مسلم لیگ کا ساتھ

۱؎ ایضاً، ۷۸/ ایضاً۔

۲؎ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲؍مئی ۱۹۷۸ء، ص ۴

دے گی۔ چنانچہ انہوں نے مخلصانہ طور پر جماعت اسلامی کو اس سلسلہ میں دعوت بھی دی، جو اس نے ٹھکرا دی اور صاف اعلان کر دیا کہ،

"ووٹ اور الیکشن کے معاملہ میں ہماری پوزیشن صاف صاف ذہن نشین کر لیجئے پیش آمدہ انتخابات یا آئندہ آنے والے انتخاب کی اہمیت جو کچھ بھی ہو اور ان کا جیسا بھی اثر ہماری قوم یا ملک پر پڑتا ہو، بہر حال ایک بااصول جماعت ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے یہ ناممکن ہے۔ کہ کسی وقتی مصلحت کی بناء پر ہم ان اصولوں کی قربانی گوارا کر لیں۔ جن پر ایمان لائے ہیں" [۱]

یہ بات تاریخ سے حذف نہیں کی جا سکتی کہ جس وقت مسلم لیگ قائد اعظم کی عظیم قیادت میں پاکستان کے قیام کے لئے غیر مسلم اقوام سے صف آرا تھی تو جماعت اسلامی نے ..... نہ اشتراک کیا نہ تعاون کیا بلکہ مخالفت میں پیش پیش رہی [۲] ـــــ لیکن یہ ایک طرفہ تماشہ ہے کہ پچھلے دنوں میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی نے ایک بیان میں اس قسم کا تاثر دیا کہ پاکستان کے بانیوں میں جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی ہیں، لیکن بھلا ہو جناب مودودی صاحب کا، جنہوں نے دبے لفظوں میں میاں صاحب کے بیان کی تردید کرتے ہوئے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ پاکستان کی تحریک میں ہم نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

پاکستان کی مخالفت میں کام کرنے والی مختلف جماعتوں کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ضیاء الاسلام تحریر کرتے ہیں،

۱؎ کوثر، ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۵ء / بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۴۰۹، ۴۱۰

۲؎ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۰ر مئی ۱۹۷۸ء، ص ۲

"اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ جمعیت العلمائے ہند، مجلس احرار، اور یونی نسٹ پارٹی کے گٹھ جوڑ نے ہمارے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جو ناپاک سازش مرتب کی تھی، وہ خضر حیات ٹوانہ اور کانگریس کی کولیشن حکومت کی صورت میں منظر عام پر آگئی اور ان دشمنان اسلام نے پنجاب کے مسلم اکثریتی صوبہ میں پاکستان کے مخالفین کا تسلط قائم کر دیا اور ابوالکلام آزاد بہ نفس نفیس اس کام کی تکمیل کے لئے لاہور میں عرصہ دراز مقیم رہے، تاکہ پاکستان کے حصول کے مقصد کو ضرب کاری لگائی جا سکے۔" لے

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں :-

"تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس قسم کے دوسرے لوگ مثلاً ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی صدر جمعیت علماء ہند اپنے دور میں فن خطابت کے امام تھے، ہندو کانگریس نے ان کے فن خطابت ہی کی وجہ سے ان کو بھاری قیمت کے عوض خرید رکھا تھا، متحدہ ہندوستان میں جب کانگریس نے رابطہ عوام کی ہمہ گیر مہم شروع کی، تو سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے نام پر بے وقوف بنانے کے لئے انہیں حضرات کے فن خطابت کا استعمال کیا ہے۔" ٢ے

۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے نفاذ کے بعد مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد نے ایک نیا رخ اختیار کیا، مسلم لیگ کی تنظیم نو کی گئی اور ۱۹۳۷ء کے انتخابات کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ان انتخابات کے نتیجہ میں قائم ہونے والی کانگریسی وزارتوں کے

لے ایضاً، ۲۶ر اگست ۱۹۷۱ء، ص ۴

٢ے ایضاً

مظالم کی بنا پر ۱۹۴۰ء میں علیحدہ وطن کا مطالبہ ——— مطالبہ پاکستان کیا گیا،

قائداعظم نے تمام مسلمان جماعتوں سے مسلم لیگ کی حمایت کرنے کی درخواست کی۔ مذاکرات ہوئے، مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام کی وضاحت کی گئی، اسی دوران قائداعظم نے اکابر دیوبند سے بھی مسلم لیگ کی تائید کی اپیل کی، مگر جمعیت علماء ہند کے اکابر مسلم لیگ کی بجائے کانگریس کے حامی بن گئے۔ ان حالات کا تذکرہ قائداعظم کے ۲۰ سال" میں اس طرح کیا گیا ہے :-

"ان اجلاسوں سے مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات لیگ کے لئے پیش کر دے گا، بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم بھی طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی، اس لئے محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے اس لئے صرف قومی جذبہ کے پیش نظر کام کیا جائے۔ مرزا ابوالحسن اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے

لے جناب مفتی محمد شفیع سابق مفتی دیوبند (م ۱۹۷۶ء) اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں :-

"۱۹۳۵ء کے آخر میں یہ نوبت آگئی کہ سیاست کا علم کانگریس کے ہاتھ میں تھا اور مسلمان اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اب اس انداز کی سیاست دیوبند میں بھی در آئی تھی ۔۔۔ دیوبند میں کانگریسی مزاج پختہ ہوتا چلا گیا۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۲۸)

پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پوری کر سکتی تھی۔[1]

مندرجہ بالا ناقابلِ تردید شواہد و حقائق کی روشنی میں یہ تاریخی حقیقت بالکل بے غبار ہو گئی کہ نظریۂ پاکستان پیش کرنے والوں میں سُنّی علماء و مشائخ سرِ فہرست ہیں ـــــ نظریے کی وضاحت ـــــ اور اسے عوام تک پہنچانے کے لئے ہر قسم کی کوششیں کیں۔ لاہور میں منظور ہونے والی قراردادِ پاکستان کی سُنّی علماء و مشائخ نے کھل کر تائید کی، سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کو مسلم لیگ کے قریب لانے کے لئے مخلص مساعی کیں ـــــ تحریکِ پاکستان کی جنگ میں اہلِ سُنّت نے دامے، درمے، قدمے، سخنے ـــــ ہر طرح حصّہ لیا ـــــ راہنمایانِ طریقت ـــــ مشائخ عظام اور پاسبانِ شریعت ـــــ علمائے کرام نے پاکستان کی ضرورت پر شرعی فتاوی جاری کئے ـــــ انہی اکابر کی اپیل پر ان کے مریدین، تلامذہ، متوسلین اور متعلقین نے انتخابات (۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء) کے موقعہ پر مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دے کر کامیاب بنایا ـــــ مالی امداد کی ـــــ جانی قربانیاں پیش کیں ـــــ غرضیکہ ـــــ بے غرض ہو کر صرف "پاکستان" ـــــ کے قیام کی خاطر وہ سب کچھ کیا، جو انسانی بس میں تھا ـــــ بالآخر ان کی مخلصانہ دعاؤں اور بے لوث جدوجہد سے تحریکِ پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی ـــــ کانگرسی عزائم خاک میں مل گئے۔ کانگرسی، احراری، اور جمعیت علمائے ہند کے اکابر کے علی الرغم ـــــ دنیا بھر میں مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت ـــــ پاکستان ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آگئی۔

والحمد للہ رب العالمین

---

[1] قائدِ اعظم کے ۲۷ سال: خواجہ رضی حیدر، ص ۳۰۳ـ۳۰۴

نوٹ: تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں "قائدِ اعظم میری نظر میں" از ایم۔ اے۔ ایچ اصفہانی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

تحریکِ پاکستان کی تاریخ سے متعلق حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی مخالفت اور کانگرس کی ہمنوائی میں جمعیت العلمائے ہند، احرار، خاکسار اور نیشنلسٹ اکابر نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ جماعت اسلامی نے اگرچہ کانگرس کی مخالفت بھی کی، مگر وہ مسلم لیگ کی حمایت سے ـــــ انتہائی ضرورت کے وقت بھی ـــــ دست کش رہی۔

قیامِ پاکستان کے صرف تیس سال بعد ہی جبکہ تحریکِ پاکستان کے کارکن اور عینی شاہد ابھی بفضلہ زندہ اور موجود ہیں یہ مضحکہ خیز دعوے کئے جانے لگے ہیں کہ ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کی کامیابی بھی "جمعیت العلماء ہند" کی جدوجہد کی مرہونِ منت ہے۔ حال ہی میں شائع ہونے والی ایک کتاب "قائدِ اعظم اور مسلم پریس" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حالیہ انتخاب (۱۹۳۷ء) کے سلسلہ میں مسلم لیگ کو جن صوبوں میں کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ کے نام پر نہیں بلکہ جمعیت العلمائے ہند کے ان مجاہدین کی بدولت حاصل ہوئی ہے جو ملک کی خاطر اور استبدادی نظام کے خلاف مسلسل جہاد کرتے ہوئے قید و بند کی مصیبتیں جھیل چکے ہیں اور نازک سے نازک موقع پر انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو اغیار کی نظروں میں ذلیل ہونے سے بچایا ہے"[1]

اس عجیب منطق اور استدلال کا کیا کہنا ؏

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد

۴۶ـ۱۹۴۵ء میں جبکہ مسلم لیگ کا مطالبۂ پاکستان مسلمانانِ ہند کے دلوں کی دھڑکن

---

[1] قائدِ اعظم اور مسلم پریس (جلد اوّل)، پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۱۳۱

بن چکا تھا اور قیام پاکستان یقینی نظر آنے لگا تھا جمعیت العلمائے ہند سے منسلک بعض موقع شناس مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے ——— مسلم لیگ کے اکابر بھی اس بات کے حق میں تھے کہ انتخابات کے موقع پر علماء دیوبند میں سے ہی ایک گروہ ایسا تیار کیا جائے جو مسلم لیگ کے موقف کی حمایت کرے اور وہ جمعیت العلماء ہند کا توڑ ہو۔ اس مقصد کے لئے علامہ شبیر احمد عثمانی، مولوی طاہر عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور چند دیگر علماء کے ذریعے "جمعیت علماء اسلام" کی بنیاد رکھی گئی جس کا پہلا اجلاس اکتوبر ۱۹۴۵ء میں علامہ راغب احسن بنگالی کی دعوت پر ہوا۔ اس اجلاس میں علامہ عثمانی کو شرکت کی دعوت دی گئی، آپ بیماری کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہو سکے، بلکہ اپنی طرف سے ایک پیغام ارسال کیا۔

جناب ظفر احمد انصاری جو قائد ملت کے پرسنل سیکرٹری رہے ہیں، نے اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا ہے:

---

[1] ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو جب امرتسر میں جمعیت العلمائے ہند کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں دیگر علماء کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی بھی شریک ہوئے تھے، اس کے بعد جمعیت کے تقریباً ہر اجلاس میں آپ شریک ہوتے اور ملکی سیاسیات اور مجلس شوریٰ کی تجاویز میں حصہ لیتے رہے۔ یہ صورت حال ۱۹۴۵ء تک قائم رہی۔ پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی لکھتے ہیں:

"...... اس طرح علامہ عثمانی ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلمائے ہند دہلی کے رکن رکین اور اس کی مجلس شوریٰ کے موثر ممبر رہے۔"

آگے چل کر آپ یوں لکھتے ہیں:

"علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے اور قومی تحریکات میں ہمیشہ آگے رہنے کی کوشش کی۔ تحریک خلافت سے لے کر ۱۹۴۵ء تک جمعیت العلماء اور کانگریس کو آپ کے تعاون کا فخر حاصل رہا۔ بہت سی کمیٹیوں میں صدارت کے فرائض انجام دیئے۔"

(خطبات عثمانی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۵۸ — ۵۹)

"اکتوبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمعیت علماء اسلام قائم ہوئی۔ اس سلسلہ میں کلکتہ کے احباب نے پیش قدمی کی اور ہندوستان کے تمام علاقوں کے ان علماء کو باعانت مرکزی مسلم لیگ مجتمع کرنے کی کوشش کی گئی، جو لیگ کے حامی تھے۔ ۲۶ — ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں علماء کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ہندوستان کے مختلف صوبوں کے پانچ سو سے زیادہ علماء و مشائخ نے شرکت کی۔" [1]

جمعیت العلماء اسلام کے قیام ——— اس کی تشکیل اور نصب العین کے سلسلہ میں چوہدری خلیق الزمان لکھتے ہیں:۔

"جمعیت جنوری ۱۹۴۶ء میں کلکتہ میں بنی جس کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانی ہوئے۔ اس کے قیام کا سہرا ظفر احمد انصاری کے سر ہے جو کمیٹی آف ایکشن کے سیکرٹری تھے۔ یہ دو برس سے کوشش کر رہے تھے کہ جمعیت العلماء ہند کا کوئی جواب پیدا کیا جائے، تاکہ دیوبند اور مسلمانوں پر اس کا اثر کسی طرح کم ہو۔ اس سلسلہ میں ظفر احمد انصاری نے مولانا طاہر عثمانی سے بارہا گفتگو کی۔ یہاں تک کہ بالآخر مولانا طاہر عثمانی کی امداد سے مولانا شبیر احمد عثمانی کو جمعیت العلماء اسلام کی صدارت کیلئے راضی کر لیا، اور نواب اسمٰعیل خان صاحب نے بھی اس اقدام کو بہت پسند کیا چنانچہ سید احمد اختر سیکرٹری مسلم لیگ میرٹھ نے جمعیت العلماء اسلام کا ایک اور جلسہ میرٹھ میں منعقد کیا جس میں میں (چوہدری خلیق الزمان) بھی اس کانفرنس میں شرکت کیلئے بلایا گیا مولانا شبیر احمد عثمانی سے میری پہلی ملاقات یہیں نواب اسمٰعیل خان صاحب کے گھر پر ہوئی۔" [2]

---

[1] چراغ راہ کراچی ——— نظریہ پاکستان نمبر، ص ۲۳۲ بعنوان "نظریہ پاکستان اور علماء"

[2] شاہراہ پاکستان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۹۷۰

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

پس منظر ــــ اور ــــ مقاصد

غیر منقسم ہندوستان میں ہماری غفلتوں سے اغیار نے فائدہ اٹھایا، ہمارے تفرق و تشتت سے ایک طرف زرکشی و شہرت پسندی کی ہوس بڑھی تو دوسری جانب توہب اور ادعاء نبوت کی بدولت نیچریوں، چکڑالویوں اور منکرین حدیث وغیرہ نے سر اٹھایا، کفار و مشرکین ہند کی کوششیں تھیں کہ تمام اسلامیانِ ہند کو ہندو بنا لیا جائے یا انہیں ملک سے نکال باہر پھینکا جائے۔ انہوں نے ہر موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا چنانچہ ــــ

- ○ شدھی کی شکل میں فتنۂ ارتداد کی تحریک
- ○ سنگھٹن کی صورت میں فتنۂ ارتداد کی تنظیم اور توسیع
- ○ ہندو مسلم اختلاف کے بہانے ذبیحہ گاؤ پر پابندی
- ○ اذان کہنے پر فساد
- ○ مساجد کا انہدام
- ○ کتاب مقدس کی بارہا توہین
- ○ خونِ مسلم کی ارزانی
- ○ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں

- ○ سُوراج اور آزادی کے نام پر گاندھویت کا جادو
- ○ تحریکِ خلافت میں گاندھی کی قائدانہ حیثیت
- ○ ہندو کے اشارے سے ہجرت اور عدمِ تعاون ــــ کی تباہ کاریاں۔
- ○ عقائدِ اسلامیہ کو مسخ کرنے کے لئے واردھا سکیم اور ودیا مندر سکیم۔
- ○ تعلیمی اداروں کی ناگفتہ بہ حالت اور اُن پر ہندوؤں کا تسلط
- ○ کانگریس کی ذیلی جماعتوں کی اسلام دشمنی
- ○ مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ ملا کر ان کا قومی و ملّی تشخص ختم کرنا ــــ وغیرہ

ایسے بے شمار واقعات اور حادثات تھے جنہوں نے اسلامی قلوب کو تڑپا دیا۔

اگرچہ سُنّی علماء و مشائخ کے مدارس، آستانے اور خانقاہیں اپنے اپنے مقام پر مرکز کی حیثیت رکھتے تھے جن سے کفر و الحاد اور رسومِ بدعیہ کے انسداد اور عقائدِ حقہ کی حفاظت و صیانت اور اشاعت و تبلیغ اسلام کا کام لیا جاتا رہا مگر کفر کی آندھیوں اور اتحاد کے نام پر الحاد کی منظم یورشوں کے پیش نظر ضروری ہو گیا تھا کہ تمام سُنّی علماء و مشائخ اپنی اپنی تدابیر کو یکجا کر کے منظم طریقہ سے ملّت اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ سر انجام دیں۔ ــ باہمی کشاکش کے مریضوں، نفسانیت کے اسیروں اور دشمنوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہونے والوں کو بیداری بخشیں ــــ اغیار کے ظلم و استبداد کے خلاف فریاد نہ کر سکنے والوں کو فریادرسی کے منصب تک پہنچا دیں ــ حوادث و آفات کی گھنگھور اور بھیانک گھٹاؤں کی برقِ شرر بار کو معدوم کر دیں ــــ غلامانِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خوابِ غفلت کی حیلہ گری کو اپنے اللہ اور رسول (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) کے فضل و کرم سے کافور کر دیں ــ کانگریسیوں، احراریوں، خاکساروں اور ہندو مسلم اتحاد کے داعیوں کے منصوبے خاک میں ملا دیں ــــ اُن لوگوں کو جو گاندھی کے فسوں کا شکار ہو چکے تھے ــ سوادِ اعظم

کے ربط کے ساتھ دوبارہ ملادیں ـــــ اسلامیانِ ہند کے قلب حزیں کو صبر و سکون، اتحاد و وداد، نظم و ارتباط اور دینوی اعزاز عطا کریں ـــــ ضرورت اس امر کی تھی کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود، شریعت کے مطابق ان کی مشکلات حل کرنے، دین کی طرف سے بے پروائی اور غفلت کو دور کرنے اور باہمی اتفاق و اتحاد کے لئے ایک "مرکز" ہو جو ہر معاملہ میں ان کی راہنمائی کرے، معاملات ملی ہوں یا سیاسی ـــــ معاشرتی ہوں یا اقتصادی ـــــ انفرادی ہوں یا اجتماعی ـــــ غرضیکہ ان اسباب کو اکٹھا کیا جائے جس سے مسلمانوں کی ترقی مقصود ہو۔

قبل ازیں اتحاد و اتفاق بین المسلمین کے مقدس مقصد کے لئے جتنی کوششیں ہو چکی تھیں، سب ناکام ہو گئیں، شاید ہر بار ایک ہی نوعیت کی غلطی کو دہرایا جا رہا تھا کہ اتحاد کے ہر محرک نے مسلمانوں کے تمام فرقوں کو ملا کر ان میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی، مگر غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اگر ان میں اتحاد پیدا ہو سکتا تو یہ جدا ہی کیوں ہوتے۔ قوائے مخالف کو ایک جگہ جمع کرنے سے اتحاد کی بجائے فساد کا منظر سامنے آتا ہے ـــــ اور پھر یہ کہ ہر فرقہ کی ایک الگ فکری حیثیت ہے جس کی وجہ سے کسی دوسرے فرقہ کے کسی فرد کا اس میں شامل ہونا ناممکن ہوتا ہے، وہ اپنی اپنی کانفرنسیں الگ الگ منعقد کرتے ہیں۔ ان میں کسی دوسرے کی جھلک دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ شیعہ اپنی کانفرنسوں میں سنی کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے، اہل حدیث (غیر مقلد) تبلیغی اجلاس منعقد کرتے ہیں۔ اس کے ارباب اقتدار و جاہ اور مقررین صرف اہل حدیث ہی ہوتے ہیں اور ان کی تنظیموں میں کسی دوسرے کی شمولیت ناممکن ہے۔

مذکورہ بالا واقعات و حادثات ـــــ ضروریات اور مشکلات کو مدِ نظر رکھتے

ہوئے سُنی علماء و مشائخ نے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے اکابر اور عامۃ الناس کو خالص اپنے اجتماع کے لئے دعوت دی، چنانچہ برصغیر بھر میں اہل سنت و جماعت کا عدیم النظیر اجتماع ـــــ سنیوں کا واحد نمائندہ اجلاس اور خالص ایوان سنیت کا انعقاد

"الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ"
یعنی "آل انڈیا سُنی کانفرنس"

کے نام سے موسوم ہوا۔ سنیوں کی اس ملک گیر تنظیم کا پہلا اجلاس مراد آباد میں

۲۰ شعبان تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ

بمطابق ۱۶ مارچ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

منعقد ہوا۔ سنیوں کی اس مرکزی ـــــ قومی جماعت کی تشکیل میں علماء و مشائخ کی درد مندانہ کوششیں بالعموم اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی مساعی جمیلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس، مراد آباد کے پہلے چار روزہ اجلاس میں تین سو علمائے کرام، مفتیان عظام اور مشائخ ذوی الاحترام نے شرکت فرمائی، ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

عارف ربانی مولانا سید احمد اشرفی کچھوچھوی (م ۱۳۴۳ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

مناظر اسلام مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری اشرفی (م ۱۳۵۰ھ)

مجاہد اسلام مولانا سید محمد سلیمان اشرف، بہاری (م ۱۳۵۲ھ) پروفیسر علی گڑھ و خلیفہ امام رضا بریلوی۔

شیخ المشائخ مولانا سید محمد علی حسین اشرفی (م ۱۳۵۵ھ) زیب آستانہ کچھوچھہ شریف

مجاہد ملت مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی (م ۱۳۵۷ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری (م ۱۳۶۲ھ) ابن و خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

شیخ الفقہاء مولانا عبدالمجید آنولوی (م ۱۳۶۲ھ)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۳۶۷ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی۔

امیر ملت مولانا سید جماعت علی محدث علی پوری (م ۱۳۷۰ھ)

زبدۃ الفقہا مولانا عبدالحفیظ حقانی آنولوی (م ۱۳۷۷ھ)

رئیس المحدثین مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (م ۱۳۸۱ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

حضرت مولانا محمد یعقوب خاں بلاسپوری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

حضرت مولانا محمد حسین اجمیری

حضرت مولانا سید فاضل کچھوچھوی

حضرت مولانا منور حسین رامپوری

حضرت مولانا محمد یٰسین عباسی چڑیا کوٹی [1]

سواد اعظم کی عظیم مذہبی و قومی تنظیم، ان کی دینی و دنیوی بہبودی کا مرکز، فرائض تبلیغ کی ادائیگی کا مقدس اجتماع اور سنیوں کی منتشر قوتوں کی جامع تحریک ——

"آل انڈیا سنی کانفرنس" کے پہلے اجلاس کی کارروائی کا حال لکھتے ہوئے رئیس المحدثین سید محمد اشرفی کچھوچھوی رقمطراز ہیں:۔

"یہ کانفرنس کس طرح شروع ہو کر ختم ہوئی، اس کے متعلق بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شاندار جلسہ کی مثال نہیں مل سکتی وہ حضرات جن کے سامنے ہندوستان کا مشرق و مغرب ہے اور جنہوں نے ایسے ایسے جلسے

---

[1] السواد اعظم مرادآباد کچھوچھہ شوال ۱۳۴۳ھ / مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۳ — ۲۰

دیکھے ہیں جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا ہے ان کا بیان ہے کہ اس قدر منظم و باقاعدہ و پر شوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گذرا اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا۔

"جمعیت اشرفیہ" "انجمن اظہار الاسلام" اور "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے رضاکاروں اور مجلس استقبالیہ کے اراکین کا نظم و ضبط اور انتظام و انصرام کا سلیقہ نہایت قابل تعریف تھا۔ رضاکار، جن کی تعداد کئی سو تھی، باقاعدہ وردی میں ملبوس تھے، جن میں فارغ التحصیل علماء، درجہ تکمیل کے طلبہ اور رؤسا شہر کے نونہال فرزند شامل تھے ان کا رویہ نہایت صبر و سکون کا آئینہ دار تھا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا خیمہ عجیب شوکت رکھتا تھا۔ اس کا علم پھریرا مسلمانوں کو تبلیغ کی دعوت دے رہا تھا۔ بعض حضرات اس نظام کو دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھتے تھے:

"اس ملکوتی نظام کو کیا کہا جا سکتا ہے؟" [1]

برصغیر کے تمام علاقوں —— سندھ سے لے کر بنگال تک تمام مرکزی، علمی مقامات اور آستانہ ہائے عالیہ کے مقتدر علماء اور مشائخ اس کانفرنس میں تشریف لائے، بالخصوص بریلی، دہلی، رامپور، مرادآباد اور کچھوچھہ کے علماء کی شرکت نے کانفرنس کو مؤثر کر دیا۔ قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی خیموں سے ذکر و فکر، ذوق و سرور سے کیف آور صدائیں بلند ہو رہی تھیں، غرضیکہ یہ منظر بجائے خود دیدنی تھا اور کانفرنس کے اندر اہل سنت و جماعت کی شوکت کا پتہ دے رہا تھا۔

انجمن حزب الاحناف لاہور کی جانب سے شائع شدہ رسالہ "ضیاء القنادیل"

---

[1] ایضاً، ص ۱۵ —— ۱۶

مطبوعہ ۱۹۲۵ء کا آخری ورق پر آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کے انعقاد پذیر جلسہ کا جو اشتہار شائع ہوا اس کا عکس آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں، جس سے کانفرنس کے مبارک اجتماع اور اس کے اغراض و مقاصد واضح طور پر معلوم کئے جا سکتے ہیں:

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

الجمعیۃ العالیۃ المرکزیہ

منجانب

انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد

سُنّی تبلیغی کانفرنس کے شاندار اجلاس

تمام ہندوستان کے مشہور افاضل نامور علماء اکابر مشائخ ممتاز سجادہ نشین.. معززز رؤساء منتخب اہل زبان اور تبلیغی وفود کا مبارک اجتماع مسلمانوں کے اہم ترین مقاصد تبلیغ، تعلیم معاشرت ادائے قرض باہمی تعلقات اور دوسرے امور میں مسلمانوں کی رہنمائی اور ضروری اصلاحات و تنظیم اہلسنت کے لئے بتاریخ ۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کیا جائیگا۔ امید کہ حامیان اسلام اس اہم اور ضروری کانفرنس کی شرکت مسلمانوں کے روز افزوں تنزل و انحطاط کو دور کرنیکے لئے ضروری خیال فرمائیں گے۔

المعلن (قاضی مولوی) محمد اطہر حسین رئیس اعظم و صدر انجمن اہلسنت و جماعت و عزیز اللہ

النجدی وہابی (ابن سعود) کے وظیفہ خوار یا مدح خواں اخبارات نے کچھ دنوں سے اپنے ممدوح بابا کو غازی لکھنا ترک کردیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ شروع سے ہم لکھ رہے ہیں اور اب معزز اخبارات وکیل امرتسر وغیرہ میں غیر مسلم حکومت سے ابن سعود کے خفیہ معاہدہ کا راز طشت از بام ہونے پر مسلم پبلک سے وہ شرما گئے ہیں۔ ابھی جناب شریف حسین غدار تھا ہی کہ اب جناب غازی ممدوح کا کیا نام رکھو گے جس نے خفیہ معاہدہ کے ذریعہ خیالی دنیا کو بھی غیر کے ہاتھ رہن کر دیا ہے۔

تمت

اجلاس کی کارروائی شروع ہونے سے قبل امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری کی تحریک اور تمام حاضرین کی تائید پر شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی کو کانفرنس کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا، صدارتی خطبہ آپ نے اسی مجلس میں خود لکھا اور اس کو حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی نے پڑھا، یہ خطبہ بعد میں ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ/مئی ۱۹۲۵ء میں "الخطبۃ الاشرفیہ" کے نام سے شائع ہوا، کتاب ہذا میں اسی خطبہ کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ اختصار کے باوجود خطبہ اپنی مثال آپ تھا، جس میں پیش آمدہ حالات و واقعات کو پیش کر کے اتحاد و اتفاق بین المسلمین کی ضرورت کو واضح کیا گیا۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اسی اجلاس میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا استقبالی خطبہ پیش فرمایا، جو دو مجلسوں میں پڑھا گیا، یہ خطبہ اس قدر جامع تھا کہ اس میں

(ا) ہندوستانی سیاسیات
(ب) اغیار کی پالیسیاں
(ج) تدابیر دفاع
(د) نظام عمل
(ہ) اقتصادی اور معاشرتی ترقی کی تدابیر
(و) ہندو مسلم اتحاد کی حقیقت اور دو قومی نظریہ کی وضاحت
(ز) اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد عالیہ وغیرہ

تمام شعبے شرعی نقطۂ نظر سے واضح کئے گئے۔

یہ عظیم الشان کانفرنس چار دن تک جاری رہی، ہر روز دو نشستیں ہوتیں، علماء و مشائخ اپنے اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین کو مالا مال کرتے۔ امیر ملت پیر جماعت علی محدث علی پوری کا فی البدیہہ خطبہ سادگی اور صاف گوئی میں ہمیشہ مثال رہے گا ———

اتفاق اور اختلاف کی وجوہات بیان فرمائیں۔

اس کانفرنس میں مختلف تجاویز منظور ہوئیں جن کا تعلق عہدیداروں، مرکزی کمیٹی اور نظام عمل وغیرہ سے تھا، قراردادوں کے پیش کرنے کی سعادت مولانا احمد مختار میرٹھی کے حصہ میں آئی، آئندہ سال کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر، حضرت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری مقرر ہوئے اور ناظم اعلیٰ حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور نائب ناظم مولانا محمد حسین عباسی منتخب کئے گئے، شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی اور مولانا سید محمد اشرف اشرفی سرپرست قرار پائے۔

قراردادوں میں ترک حج کی مخالفت، امیر امان اللہ خان امیر افغانستان کے قتل مرتدین کی حمایت، مرزائیوں اور مرتدین کے ساتھ افغانستان کے سلوک کے بارے میں لیگ آف نیشنز، اور گورنمنٹ آف انڈیا کو مداخلت نہ کرنے، ابن سعود نجدی کے غاصبانہ قبضہ حجاز ظالمانہ حرکات اور مرزائیوں کی حمایت میں کانگریس کے اشتعال انگیز کلمات پر نفرت کا اظہار کیا گیا۔ [1]

عہدیداروں کا انتخاب ایک سال کے لئے ہوا۔ ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی منتخب ہوئے۔ [2]

سنی کانفرنس کا رکن ہر راسخ العقیدہ سنی بن سکتا تھا اور سنی کی تعریف رکنیت کے فارم پر درج کر دی گئی، تعریف یہ تھی:

"سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو سکتا ہو یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین خلفاء اسلام اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین سے

---

[1] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ مئی ۱۹۲۵ء/شوال المکرم ۱۳۴۳ھ
[2] ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ/جولائی ۱۹۲۷ء، ص ۱۲

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی حضرت ملک العلماء بحر العلوم صاحب فرنگی محلی حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی، حضرت فضل رسول صاحب بدایونی حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین صاحب رامپوری، اعلیٰحضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہم المولیٰ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔[1]

الجمعیۃ العالیۃ الاسلامیہ ——— آل انڈیا سنی کانفرنس کے ان مقاصد کا خلاصہ جو اس کانفرنس کے قیام کا مقصد بنے، یہ ہے:

۱- برصغیر کے سنی مسلمانوں کی کثیر تعداد کے انتشار کو دور کر کے ان کو منظم کرنا۔

۲- انفرادی طور پر مذہبی اور تبلیغی کام کرنے والوں میں ربط پیدا کر کے متحدہ قوت بنانا

۳- برصغیر کے تمام شہروں قصبات اور دیہات میں اسلامی انجمنیں بنانا اور موجودہ انجمنوں کو جمعیت عالیہ کے ساتھ مربوط کرنا۔

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱/۲۸ اگست ۱۹۲۵ء، ص ۹

نوٹ: سنی کی تعریف اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ——— سنی کانفرنس مراد آباد منعقدہ ۱۹ — ۲۰ شعبان المعظم، ۳-۴ر اکتوبر ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء کے اجلاس میں ان الفاظ میں قرار پائی۔

"سنی سے مراد وہ حقیقی مسلمان اور قدیم طریقے کا مسلمان ہے جس طریقے پر تمام فقہاء اور اکابر اولیاء حضور غوث اعظم و حضرت داتا علی ہجویری گنج بخش و حضور خواجہ غریب نواز و حضرت بہاؤ الدین نقشبند و حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سلاطین اسلام میں سے حضرت سلطان محمود غازی و سلطان اورنگ زیب غازی و امثالہما اور قریب زمانے فرنگی محل کے مشاہیر علماء میں سے حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت فضل رسول بدایونی و حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی و اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم قائم رہے۔"

(قلمی یادداشت: حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ العالی)

۴- تبلیغی کام کو منظم اور وسیع کرنا۔

۵- تبلیغی تربیت کے لئے خاص مدارس کا اجراء

۶- مذہبی تعلیم سے ہر مسلمان کو باخبر کرنا۔

۷- انگریزی خواں طلباء کے لئے مذہبی تعلیم کا خاص اہتمام کرنا۔

۸- مزدوروں اور پیشہ ور افراد کے لئے شبینہ مدارس جاری کرنا۔

۹- مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا ان کی معاشرت کی اصلاح کر کے مسلمانوں سے ہی اشیاء خریدنے کی رغبت دلانا۔

۱۰- مسلمانوں سے قرض کی عادت چھڑانا اور غیر اقوام سے قرض لینے سے بچاؤ کی تدابیر کرنا

۱۱- مقروض مسلمانوں کے لئے محدود مدت میں قرض اتارنے کے طریقے۔

۱۲- بیکار مسلمانوں کے لئے ذرائع معاش تجویز کرنا اور انہیں کام مہیا کرنا وغیرہ[1]

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے تقسیم ہند سے قبل ایک مضمون بعنوان "علمائے اہلسنت اور سیاست ہند کے تین دور" میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے علمائے اہل سنت کی سیاسی بصیرت اور ان کے عملی اقدام کو تاریخی طور پر ثابت کیا، اس مضمون کو مندرجہ ذیل تین ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا:-

(الف) ۱۸۵۷ء

(ب) تحریک خلافت اور

(ج) مطالبہ پاکستان

ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد، ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ / مئی ۱۹۲۷ء

"تحریک خلافت کے بعد جبکہ مسلمان نہ صرف منتشر و غیر منظم تھے بلکہ انتہائی غفلت و جمود کا عفریت ان پر مسلط ہو چکا تھا ادھر ملک کے سیاسی حالات میں تیزی کے ساتھ انقلاب آ رہا تھا، بین الاقوامی آویزش و تجارتی مصالح کی بناء پر ہندو مہاجنوں اور انگریز ساہوکاروں میں حکومت کا سودا ہو رہا تھا شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ مسلمان اس برِّ کوچک کی بساطِ سیاست پر کہیں ہمیشہ کے لئے مات نہ کھا جائے جس پر ہزار سال تک نہایت جاہ و جلال عدل و انصاف کے ساتھ اس نے حکمرانی کی ہے۔ ہندو کانگریس اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کی حق تلفی کے درپے تھی، اور اپنی اکثریت و دولت کے بل پر اسلامی تہذیب بلکہ مسلمانوں کے ملی وجود کو یکسر نیست و نابود کر دینے کا تہیہ کر چکی تھی ادھر علماء دیوبند جمعیۃ العلماء ہند دہلی بلا وڈ المیا کی تجوریوں کا شکار بن چکی تھی اور اپنی دسیسہ کاریوں کی بدولت عین میدان جنگ میں مسلم افواج کے اندر انتشار و رخنہ اندازی کرنے میں پانچویں کالم کا کام کر رہی تھی، بچاری مسلم لیگ علماءِ اہل سنت کے محبوب نصب العین پاکستان کو لے کر بے یار و مددگار تھی مسلمان راہِ حق کی تلاش میں حیران و سرگرداں تھا اُسے صحیح راہِ عمل نہیں ملتی تھی" وہ ہر سراب کو چشمۂ آب حیواں اور ہر چکدار کو گوہر تاباں سمجھ کر لپکتا تھا مگر ہر قدم پر مایوسی اسے اپنا منحوس چہرہ دکھاتی تھی، قریب تھا کہ جد و جہد طلب کے عملی میدان میں فوج مسلم کے پاؤں اکھڑ جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کمرِ ہمت ٹوٹ جاتی کہ نصرتِ الٰہی نے فوج مسلم کی دستگیری کی اور عین وقت علماء اہل سنت جمہوریت اسلامیہ نے پاکستان کا مطالبہ فرما کر مسلمانانِ ہند کی ایسی صحیح بناهی و برمحل رہبری فرمائی کہ سیاسیات ہند کا نقشہ ہی بدل گیا اور ہندو کانگریس کی بے پناہ زر پاشیوں اور غداران ملک و ملت کی انتہائی غداریوں کے علی الرغم پاکستان کے

مطالبہ کو عالم سیاست کے میدان میں ایسی شاندار کامیابی نصیب ہوئی جو تاریخ سیاست میں بے مثال ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نہ صرف دنیائے ہندوستان بلکہ بیرون ملک بھی جو زبردست اثر و رسوخ اسلامی سیاست و مطالبۂ پاکستان کو حاصل ہے انہیں علماء و مشائخ اہل سنت کی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے جن کا دوسرا نام جمہوریت اسلامیہ سُنّی کانفرنس ہے" [1]

غلام آباد ہندوستان میں سُنّی علماء کی یہ عظیم جماعت اس وقت بھی مؤثر کردار ادا کر رہی تھی جبکہ بساطِ سیاست پر مسلم لیگ ابھی تک اپنی نمائندہ حیثیت منوا نہ سکی تھی، یہ سُنّی کانفرنس کی ہی معاونت تھی کہ مسلم لیگ کو عوامی رائے کی قوت حاصل ہو گئی۔

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے یوم تاسیس ہی سے ملک کے کونے کونے میں اس کے اجلاس منعقد ہونے لگے۔ شہر شہر، قریہ قریہ تنظیمیں بنیں، مقامی، ضلعی، صوبائی اور مرکزی سطح پر اس کے اجلاس[2] منعقد ہوتے رہے۔

سُنّی کانفرنس کے اجلاس مختلف پلیٹ فارموں پر منعقد ہوتے رہے، جو اس کے وسیع اغراض و مقاصد پر شاہد ہے۔ جن پلیٹ فارموں سے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی آواز بلند ہوئی، ان میں سے چند یہ ہیں:

---

[1] اخبار دبدبۂ سکندری رامپور مطبوعہ ۱ جون ۱۹۴۳ء

[2] بریس پر کانگرس کا قبضہ ہونے کی وجہ سے ان اجلاسوں کی کارروائی اخبارات میں بہت کم شائع ہوتی، اس کمی کے باوجود اس وقت تک ایک سو پچیس سے زائد سُنّی کانفرنسوں کی کارروائی دستیاب ہو چکی ہے جو انشاء اللہ "تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس" میں درج ہوگی۔ (مرتب)

۱۔ سُنّی کانفرنس کی تشکیل نو کا اجلاس

۲۔ سُنّی کانفرنس کا سالانہ اجلاس

۳۔ سُنّی کانفرنس کا غیر معمولی خصوصی اجلاس

۴۔ اہل سُنت وجماعت کے مدارس کے سالانہ اجلاس

۵۔ مدارس اہل سنت کے جلسہ ہائے تقسیم اسناد و دستار فضیلت

۶۔ محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۷۔ گیارہویں شریف کی محفلیں

۸۔ بزرگان دین کے اعراس مبارکہ

۹۔ مسلم لیگ کے اجلاس

۱۰۔ مختلف مذہبی اور اصلاحی انجمنوں کے اجلاس

۱۱۔ سُنی کانفرنس کے اکابر کے تنظیمی و اصلاحی دورے وغیرہ۔

آل انڈیا سُنی کانفرنس کے طریق کار سے راہنمایان سُنّی کانفرنس کے مسلک کی نشاندہی آسان ہے۔ اس کے باوجود "سُنّی" کی تعریف فارم رکنیت پر درج ہوتی۔ سُنّی کی تعریف مختلف موقعوں پر اکابر کی تائید سے مؤید ہوتی رہی۔

"سُنّی" کی تعریف اور اس کی بارہا وضاحت اس لئے ضروری سمجھی گئی کہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے شاندار کارناموں کو دیکھ کر بعض علمائے دیوبند نے اہل سنت کے عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے "سنی" کا لفظ استعمال کرتے ہوئے "سُنّی بورڈ" قائم کر دیا جس کا مقصد سواد اعظم اہل سنت کے راسخ العقیدہ عوام کو مسلم لیگ کی حمایت سے باز رکھنا تھا۔ جناب محمد عبد الغفور صاحب، ناظم سنی کانفرنس بنارس مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج کل ہندوستان کے ہر ہر گوشہ میں سنی کانفرنس کا شہرہ ہو رہا ہے اور ملک کے ہر ہر قطعہ اور حصہ سے بنارس میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سُنّی کانفرنس

کی شرکت کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یو۔پی۔ سُنّی بورڈ کے نام سے لکھنؤ میں کوئی جماعت قائم ہوئی ہے۔ جو الیکشن کے معاملہ میں مسلم لیگ کی مخالفت کر رہی ہے اس خیال سے کہ لفظ سنّی سے مسلمانوں کو دھوکہ و مغالطہ نہ ہو ہم یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اس سنّی بورڈ سے کوئی علاقہ نہیں ہے اور سنی کانفرنس سنی بورڈ اور اس کے اس طریقہ عمل کو نہایت مذموم اور مسلمانوں کے لئے مضرت رساں سمجھتی ہے حقیقت میں یہ وہابی جماعتیں ہیں جن میں سے کوئی کھل کر کانگریسی بنتا ہے جیسے کہ دیوبندی صاحبان اور کوئی جمعیۃ العلماء کے لباس میں نمودار ہوتا ہے اور کسی نے سنّی بورڈ کا عنوان اختیار کیا ہے مسلمان ان سب سے ہوشیار رہیں اور ان کے پروپیگنڈے میں نہ آئیں"۔ ؎

لفظ "سُنّی" کی جاذبیت کے پیش نظر اس کا استعمال تقریباً ہر دور میں ہوتا رہا مخالفین نے اس لفظ کو اپنے مخصوص عزائم کے لئے استعمال کیا ہے اور بعض اوقات اپنے جلسے "سُنّی کانفرنس" کے نام سے کرتے ہیں۔

سُنّی علماء نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اور انفرادی و اجتماعی طور پر تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چونکہ آل انڈیا سنی کانفرنس قیام پاکستان کو اپنی منزل اور دینی فریضہ سمجھتی تھی اس لئے اس کے عہدے دار و کارکنان مسلم لیگ کے لئے انتھک کام کرتے چنانچہ ایسی مثالیں بہت ملتی ہیں کہ سنی کانفرنس کے اراکین کے پاس مسلم لیگ کے قابل ذکر عہدے بھی تھے۔

؎ دبدبۂ سکندری رامپور ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء، الفقیہ امرتسر ۲۱، ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء

مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے درمیان تعاون و یک جہتی قیام پاکستان اور مسلمانان ہند کے بدخواہوں کے مقابل کوہ گراں ثابت ہوئی ——— ان دونوں جماعتوں کی حیثیت علا ایک جان و دو قالب کی سی ہو گئی تھی چنانچہ اکثر ان کے مشترکہ اجلاس منعقد ہوتے، جس کا کچھ اندازہ اخبار دبدبۂ سکندری کے بعض عکس جو آئندہ صفحات پر دیئے جا رہے ہیں، سے ہوتا ہے۔

سنی کانفرنس کا کانگریس کو کھلا چیلنج!

[illegible]

(رزولیوشن) [illegible]

ضلع سنی کانفرنس بدایوں کی اہم تجاویز

اسلامی حکومت کے قیام اور انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت

از حضرت محترم جناب مولانا محمد یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری ناظم نشر و اشاعت ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں

۱۔ یہ اجلاس اس امر پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتا ہے کہ حضرات مشائخین و علمائے اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام یعنی پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں مسلم لیگ کی پرجوش حمایت فرما رہے ہیں اور مشرکین و نصاریٰ کے بالمقابل اسلامی احکام کا نشر و ابلاغ فرمانے میں اپنا فریضہ دعوت و حق انجام دے رہے ہیں یہ اجلاس یقین کرتا ہے کہ آئندہ انتخابات میں بھی سابقہ انتخابات کی طرح پورے انہماک کے ساتھ کانگریس کا مقابلہ کریں گے۔

۲۔ یہ جلسہ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی ناظم عمومی آل انڈیا سنی کانفرنس و حضرت مولانا شاہ سید محمد اشرف صاحب محدث کچھوچھوی مدظلہ کی

(دبدبۂ سکندری) [illegible]

موصولات

ضلع سنی کانفرنس کا روح پرور اجتماع

[illegible]

جواب سپاس نامہ

[illegible]

تجاویز سنی کانفرنس ضلع مین پوری

[illegible]

نقل سپاس نامہ

حضرت محترم [illegible]

اے طیبیتِ [illegible]

[illegible]

حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری (جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے پاکستان)

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (صدر جمعیت علمائے پاکستان)

ضلع جالون میں سنی کانفرنس اور مسلم لیگ کا بول بالا

[illegible]

قصبہ کلپاڑہ ضلع ہمیرپور میں سنی کانفرنس کی تشکیل

[illegible]

قصبہ نواڑی ضلع ہمیرپور میں سنی کانفرنس کا جلسہ

[illegible]

قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ میں سنی کانفرنس کا قیام

(از جناب حکیم عبدالعباد صاحب ناظم سنی کانفرنس پھپھوند ضلع اٹاوہ)

جناب اڈیٹر صاحب دبدبۂ سکندری رامپور — ۱۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ کو قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ میں سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے، عہدہ داران حسب ذیل منتخب کئے گئے۔ صدر مولوی سید [illegible] صاحب، نائب صدر عثمان احمد خاں صاحب، ناظم حکیم عبدالعباد، نائب ناظم شیخ عبداللطیف صاحب [illegible] صاحب۔ اراکین [illegible] جناب [illegible] جناب ڈاکٹر اشفاق حسین [illegible] جناب [illegible] خاں صاحب جناب [illegible] صاحب، جناب حسن خاں صاحب۔

سنی کانفرنس پھپھوند ضلع اٹاوہ کی مساعی جمیلہ

(از جناب [illegible] صاحب سکریٹری پروپیگنڈہ کمیٹی مسلم لیگ)

ہمارے ضلع اٹاوہ میں مسلمانوں کی بہت کم آبادی ہے اور زیادہ تر غریب ہیں [illegible]

[illegible]

موصولات

کلکتہ سنی کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس

[illegible]

کچھوچھہ شریف کا شاندار جلوس و اجلاس

۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء [illegible]

[illegible]

اکابر اہل سنت نے اس امر کو شدت سے محسوس کیا کہ باوجودیکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی ـــــ نمائندہ سیاسی جماعت ہے اور اس کا نصب العین قیام پاکستان ہے، لیکن مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، سیاسی، معاشرتی تجارتی اور تمدنی رہنمائی کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کو فعال بنایا جائے تاکہ مسلم لیگ کی حمایت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دیگر شعبہ ہائے زندگی میں فعال نمائندگی اور رہبری کی جائے، اور جہاں کوئی مسلمان احکام شرعیہ کے خلاف قدم اٹھائے اس کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ طے پایا کہ برصغیر میں شہر شہر اور قریہ قریہ آل انڈیا سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کی جائیں، ہر سطح پر اس کی تنظیم ہو، اس کے مقاصد عامۃ المسلمین تک پہنچائے جائیں۔ ملک بھر میں موجود مذہبی، تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کی تنظیموں میں رابطہ پیدا کیا جائے۔ اور جب

۱ـــ سنی تعلیم ۲ـــ سنی تنظیم

۳ـــ سنی اعتقاد اور ۴ـــ سنی اتحاد

کی کارروائی مکمل ہو جائے تو مرکزی سطح پر آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس منعقد کیا جائے، جس میں ملک کے ہر حصہ کی نمائندگی کے لئے ملک بھر میں پھیلی ہوئی سنی کانفرنسوں کے نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی جائے تاکہ حکومت اور عوام کو ـــــ سنی تنظیم کی شوکت اور ہمہ گیری معلوم ہو جائے۔ اور سوادِ اعظم اہل سنت کی جماعتی آواز مؤثر ثابت ہو سکے۔ مئی ۱۹۴۵ء میں طے پایا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس مرکزی سطح پر اگلے سال منعقد کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مرکزی اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے سنہ ۱۹۴۵ء میں ہی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے علماء و مشائخ سے رابطہ کے لئے عمائدین اہل سنت نے ملک گیر دورے شروع کر دیئے تاکہ سنی کانفرنس کی موجودہ تنظیموں کو فعال بنایا جائے اور ملک کے باقی حصوں میں سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کی جائیں۔ ایک سال کے قلیل عرصہ میں صوبائی ضلعی اور مقامی تنظیموں کے متعدد اجلاس منعقد ہوئے۔

مولانا سید محمود احمد رضوی (سابق نائب ناظم سنی کانفرنس، لاہور) بنارس ۱۹۴۶ء میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس کی اطلاع اس طرح دیتے ہیں:

"سال آئندہ کے لئے اہل بنارس نے آل انڈیا سنی کانفرنس کو مدعو کیا ہے۔ کوشش کی جارہی ہے کہ ہر ہر صوبہ میں آل انڈیا اجلاس سے قبل ضلع وار صوبائی کانفرنس منعقد کی جائے۔ تاکہ ہر ہر صوبہ سے معتمد نمائندے آل انڈیا کانفرنس میں شریک ہو سکیں، اور جہاں تک ممکن ہو سکے علماء و مشائخ کی بڑی تعداد آل انڈیا سنی کانفرنس میں بھیجنے کا اہتمام کیا جاوے۔ ایسے رؤسا و عمائد جو سنی کانفرنس کے مقصد کے ساتھ متفق ہوں، اور جذبہ و شوق رکھتے ہوں، ان کی شرکت بھی کانفرنس کی کامیابی کے لئے نعمت سمجھی جائے گی۔" [1]

زعماء اہل سنت کے تنظیمی دورے نہایت کامیاب ہوئے، ہر جگہ ان کے شاندار استقبال ہوئے۔ ان کے مشن کو خوش آمدید کہا گیا، اور ان کی آواز اس قدر مؤثر ہوئی کہ تھوڑے ہی دنوں میں ملک کے گوشہ گوشہ میں سنی کانفرنس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ بے شمار لوگ اس کے رکن بن گئے، جن میں مسلم لیگ کے بعض عہدیدار بھی شامل تھے۔ برصغیر کی سنی آبادی نے برملا آل انڈیا سنی کانفرنس کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ کثیر تعداد میں علماء و مشائخ نے سنی کانفرنس سے اپنی وابستگی کا اعلان کر دیا ـــــ اور اس کے مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس کی مؤثر اشاعت کی۔ نتیجہ یہ ہوا۔

(الف) برصغیر کے کونے کونے میں سنی کانفرنس کی مؤثر تنظیم قائم ہو گئی۔

(ب) بائیس ہزار سے زائد مقتدر علماء و مشائخ ـــــ سنی کانفرنس کے سرپرست بن گئے۔ [2]

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱؍۲۸ مئی ۱۹۴۵ء، ص ۱۱

[2] اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۲۶ اگست ۱۹۴۶ء، ص ۳

(ج) سُنّی کانفرنس کے شرکاء کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہو گئی۔ اس میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ علماء بھی، مشائخ بھی، انگریزی خواں بھی، وکلاء بھی، تاجر بھی اور مزدور بھی ——— ![1]

حقیقت میں
یہ سب پاکستان کے ووٹر تھے

۱۹۴۰ء سے قبل بالعموم اور اس کے بعد بالخصوص اہل سُنّت کے تمام اجلاس ——— خواہ وہ مذہبی ہوں یا تعلیمی، سیاسی ہوں یا اصلاحی، عرس کی محفل ہو یا کسی دار العلوم کا جلسہ ——— تمام میں یہی موضوع مرکزی حیثیت کا درجہ رکھتا تھا کہ سُنّی کانفرنس کو مضبوط بنایا جائے اور اسلامی سلطنت ——— پاکستان ——— کو حاصل کر کے، اس میں اسلامی قوانین رائج کئے جائیں۔ اس نوعیت کے اجلاس ہر جگہ منعقد ہوتے، ملک کے گوشہ گوشہ سے سُنّی مدارس اور سُنّی خانقاہوں سے نعرے کے ذریں گے پاکستان کا نعرہ بلند ہوتا رہا۔ "پاکستان" ——— "ایک شرعی ضرورت" کے طور پر علماء و مشائخ کی تقاریر کا موضوع ہوتا، یہ مقام تفصیل کا متحمل نہیں۔ اختصار کے پیش نظر سُنّیوں کی ایک عظیم مذہبی و روحانی درسگاہ اور خانقاہ ——— آستانہ عالیہ ——— بریلی شریف کے ایک اجتماع کی خبر ملاحظہ ہو۔ مولانا غلام معین الدین نعیمی، سابق منصرم مرکزی دفتر آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مراد آباد "**عرس رضوی اور مسئلہ پاکستان**"! کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

"۲۳ — ۲۴ — ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۸ — ۲۹ — ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ کا عرس شریف تھا، ملک کے اطراف و اکناف سے علماء، مشائخ، امراء، رؤسا تشریف لائے تھے۔ پنجاب، سندھ، کاٹھیاواڑ، سرحد، گجرات، بمبئی، بہار، بنگال، سی۔ پی۔ وغیرہ کے بکثرت زائرین حاضر تھے .... خانقاہ شریف کے باہر بازار لگے ہوئے تھے ان میں جہاں اور قسم کی دکانیں تھیں ان میں ہوٹل بھی تھے ایک ہوٹل کا نام

حامدی[1] پاکستان ہوٹل

اور ایک کا

رضوی[2] پاکستان ہوٹل

تھا

۲۵ صفر عرس شریف کی آخیر تاریخ تھی اس روز بھی علمائے کرام کے بیان ہوتے رہے اور مسائل حاضرہ یعنی الیکشن اور پاکستان کے متعلق علمائے کرام تقریریں فرماتے رہے ...."[1]

اسی اجلاس میں صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) نے حالات حاضرہ کا تجزیہ کرتے ہوئے سُنّی علماء کا جماعتی موقف بیان فرمایا۔

"...... کانگرس فتنۂ عظیمہ ہے وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے ...... علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں

---

[1] حیات صدر الافاضل، مولانا غلام معین الدین نعیمی، مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۸

[1] منسوب بہ مولانا حامد رضا بریلوی (خلف الرشید امام احمد رضا بریلوی)

[2] منسوب بہ امام احمد رضا بریلوی [3] دبدبۂ سکندری ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء، ص ۹

اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں، کانگریس کے مقابلہ میں پوری جد وجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن (دسمبر ۱۹۴۵ء کے مرکزی الیکشن) میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی، سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں اس وقت (فروری ۱۹۴۶ء میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لئے) ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمعیت علماء دیوبندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان بپا کر رہی ہے اس کے علاوہ احرار و خاکسار یونی نسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔"[1]

حضرت مولانا امجد علی اعظمی کی تائید کرتے ہوئے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے فرمایا:

"...... الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لئے انجام دیتے ہیں ...... اس کے بعد آپ نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت واضح اور مدلل تقریر فرمائی اور بتایا کہ "پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو....؟

[1] ایضاً   [2] ایضاً

۴۶ - ۱۹۴۵ء کے مرکزی اور صوبائی عام انتخابات برصغیر کی تاریخ میں معرکۃ الآراء نوعیت کے حامل تھے، انہی انتخابات کی بنیاد پر پاکستان حاصل ہونا تھا۔ کانگریس کا دعویٰ تھا کہ وہی تمام ہندوستان کے باشندوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ جمعیت علماء ہند، احرار، خاکسار اور یونی نسٹ وغیرہ کانگریس کی تائید کر رہی تھیں۔ ان کا پروپیگنڈا ـــــ دن رات ـــــ بھی یہی تھا، اس کے برعکس مسلم لیگ کا موقف تھا کہ اسلامیان ہند کی نمائندگی کا حق صرف مسلم لیگ کو ہے۔

انگریز کے چلے جانے کے بعد ملک کی حکومت کس کے پاس ہوگی ـــــ صرف ہندوؤں کے پاس ـــــ یا ہندوؤں اور مسلمانوں کا وطن الگ الگ ہوگا ـــــ ان تمام سیاسی امور کا فیصلہ انتخابات میں ہونا تھا۔ تاریخ اسلام کے اس نازک ترین موقع پر سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی نمائندہ مذہبی وسیاسی تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ـــــ مسلم لیگ کی حمایت کی جائے، مسلم لیگ کے نمائندوں کو ووٹ دیئے جائیں اور مسلم لیگ کے ہر اس طریقہ عمل کی حمایت کی جائے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو چنانچہ اکابر علمائے اہل سنت نے یہ تاریخی فتویٰ جاری کیا:

"آل انڈیا سنی کانفرنس، مسلم لیگ کے اس طریقۂ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں، کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں، ووٹ دے سکتے ہیں دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں، مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق

[1] ایضاً ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء ص ۳

فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔[1]

اس فتویٰ کی ترتیب میں جو علماء بریلی جمع ہوئے اور جن کے دستخطوں سے یہ فتویٰ جاری ہوا۔ ان میں چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری (جانشین امام احمد رضا بریلوی)

مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

صدر الشریعت مولانا مفتی امجد علی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)

مولانا شاہ عبدالحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس، ممبر ورکنگ کمیٹی یوپی مسلم لیگ

مولانا مفتی محمد ابراہیم القادری بدایونی، بمبئی، مولانا سید مصباح الحق سجادہ نشین چھچوند

مولانا شاہ عارف اللہ قادری، میرٹھ، مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خاں بریلوی

مولانا مفتی محمد ابراہیم سمستی پوری، مولانا تقدس علی خاں رضوی، بریلی

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری مبارک پوری، مولانا محمد اسماعیل محمود آبادی

مولانا وقار الدین پیلی بھیتی، مولانا محمد ایوب قادری ناڈوی

مولانا ابوالمعانی شمس الدین احمد جونپوری، مولانا محمد نذیر الاکرم مرادآبادی

مولانا غلام معین الدین نعیمی، مولانا ظہیر احمد مدرس عربیہ گجرات

مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مولانا قاضی احسان الحق نعیمی، جموں و کشمیر

مولانا سید عبدالحق قادری اعظمی، مولانا محمد مختار اشرفی نعیمی

مولانا عبدالمصطفیٰ مدرس دارالعلوم اشرفیہ، مولانا محمد ثناء اللہ مدرس بنارس

---

[1] ایضاً، ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء، ص ۳

نوٹ: مذکورہ فتویٰ کا مطبوعہ عکس صفحہ ۳۰۰ پر دیکھیں

مولانا اختصاص الدین نعیمی، مولانا محمد مصطفیٰ علی مدرس، میرٹھ

مولانا محمد سردار احمد، منظر اسلام بریلی، مولانا محمد اجمل سنبھلی

مولانا مختار احمد، امرتسر، مولانا فضل الصمد سجادہ نشین پیلی بھیت[1]

مطالبہ پاکستان، سنی علماء کے تعاون سے ہمہ گیر تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔ علماء و مشائخ نے ملک اور بیرون ملک "پاکستان" کا مفہوم واضح کیا۔ مسلسل مساعی سے قیام پاکستان کے لئے راہ ہموار کی ۱۹۴۶ء میں مولانا عبدالحامد بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس نے کنوینر حج وفد کی حیثیت سے حجاز مقدس میں حج کے موقع پر آئے ہوئے ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں کے سامنے مطالبہ پاکستان کو واضح کیا۔ اس وفد میں مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی بھی شامل تھے وفد کی کوششوں سے ممالک اسلامیہ کے تمام مسلمان مطالبۂ پاکستان کے ساتھ متفق ہو گئے۔ اس شاندار کامیابی پر ۲۳ مئی ۱۹۴۶ء کو ایک ملاقات میں قائد اعظم محمد علی جناح نے مولانا عبدالحامد بدایونی کو ان کی کامیاب خدمات پر مبارکباد دی۔ اور ان کی خدمات جلیلہ کو سراہا۔[2]

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد ایسے مفید اور ہر دلعزیز تھے کہ عامۃ المسلمین نے اس کانفرنس کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا، اور بڑھتے ہوئے طوفان کی طرح، اس کانفرنس نے سارے ہندوستان کو اپنے دامن میں لے لیا۔ ہندوستان کا کوئی ایسا شہر اور قصبہ نہ رہا جس میں سنی کانفرنس کی تنظیم قائم نہ ہوئی۔ آسام سے لے کر کشمیر کے درہ تک، دکن سے لے کر ہمالیہ کے دامن تک تمام علاقہ سنی کانفرنس کے زیر اثر ہو گیا۔ ہر جگہ سنی حضرات نے

---

[1] ایضاً۔

[2] ایضاً۔ ۲۱ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۸

سنی کانفرنس پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور اس کی پالیسی کو اپنا مقصد سمجھا۔

قوم مسلم کی تقدیر کا فیصلہ انتخابات پر تھا، انتخابات میں کانگریس اور اس کی حامی جماعتوں کی کامیابی کا صاف مطلب یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان ہمیشہ کے لئے غلامی کی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں، مسلم تشخص ہندوستان میں گم کر کے بے ضمیری کی زندگی گزارنے پر آمادہ ہو جائیں ——— یہ صورت حال کوئی بھی باغیرت مسلمان برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہر باشعور سنی شہری اس بات کے لئے بے چین تھا کہ مسلم لیگ اپنے مشن "حصول پاکستان" میں کامیاب ہو۔ پاکستان سنیوں کے دل کی دھڑکن بن چکا تھا ——— ایسے نازک مرحلہ پر اسلامیان ہند کو بالعموم ——— اور سنیوں کو بالخصوص ——— یہ روح پرور اعلان سنایا گیا کہ تمہارے درد کا علاج آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے عدیم النظیر اجلاس میں ہونے والا ہے جو بنارس میں بتاریخ ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء (شنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ) کو انعقاد پذیر ہو گا۔ اس اہتمام بالشان چار روزہ کانفرنس کو کامیاب بنانے ——— دنیا کو شوکت سنیت دکھانے ——— اور مسائل حاضرہ کا حل عامۃ المسلمین تک پہنچانے کے لئے ملک بھر کی سنی کانفرنس کی تنظیموں سے اپیل کی گئی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے نمائندے بھیجیں۔

ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی طرف سے جو دعوت نامہ جاری ہوا، اس میں "بنارس کانفرنس" میں غور و خوض اور منظوری کے لئے پیش ہونے والے مسائل کی پوری تفصیل درج تھی۔ زیر غور مسائل کا تعلق سنی کانفرنس کی توسیع و تنظیم، عہدیداروں کے لئے معیار، ضروری قوانین تعلیم و تبلیغ، اصلاح اعمال، جسمانی و معاشرتی امور، حکومت سے متعلق مسائل، نکاح (عائلی قوانین) اوقاف، مطالبہ پاکستان اور مسلم لیگ کی تائید سے تھا، سیاسی و اقتصادی مسائل، آئینی اور انتظامی امور، عبادات اور معاملات سے متعلق احکام ——— غرضیکہ تمام پیش آمدہ مسائل سے متعلق

امور اس کانفرنس کے ایجنڈے پر تھے ——— اس سلسلہ میں ایک اخبار کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

اخبار دبدبہ سکندری رامپور ۵ مطبوعہ ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس بنارس کا دعوت نامہ

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں غور و خوض اور منظوری کیلئے پیش ہونیوالے مسائل

تعلیم

تبلیغ اسلام

اصلاح اعمال

جسمانی و معاشی امور

حکومت کے قوانین

نکاح

اوقاف

پاکستان

مسلم لیگ

ایک ہزار علماء کی قیادت میں

بیشمار حق پرستوں کا روح پرور اجتماع

اس عظیم الشان کانفرنس کی اطلاع جہازی سائز کے پوسٹرز اور اخبارات کے ذریعہ ہندوستان بھر میں پہنچائی گئی۔ عامۃ المسلمین کا جوش و ولولہ کانفرنس کے سلسلہ میں دیدنی تھا ہر چھوٹا بڑا "بنارس چلو" کی تحریک کا کارکن نظر آتا تھا، اسلامیان برصغیر کا جوش ایمانی ہی تھا، جو سنی کانفرنس کی کامیابی اور بعدازاں قیام پاکستان کی ضمانت بن گیا۔

ایک اشتہار ◄◄

بنارس چلو

آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایمان نواز اجلاس بنارس میں بتواریخ ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-اپریل ۱۹۴۶ء کو منعقد ہوگا ہندوستان کی تمام سنی کانفرنسیں انہیں تاریخوں میں نمائندے بھیجنے کا انتظام کریں۔ مرکزی دفتر بنارس منتقل کیا جا رہا ہے۔ تمام خط و کتابت ذیل کے پتہ پر ہونی چاہیے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس معرفت شیخ عبدالطیف صاحب نقاشہ اشرفی بنارس

تمام مجالس ملک سنی کانفرنس کو مژدۂ روح افزا

ایک خبر ▲▲

۷۸۶

هو القادر — تار کا پتہ: دبدبۂ سکندری رامپور

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

هو المعین — رجسٹرڈ حروف ایل نمبر ۱۵

بنارس چلو

(ادارہ)

نواب الحاج سر سید کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری

رامپور

قیمت ۲ ر

سنہ ۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

سنہ ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

مالک و مدیر محمد فضل حسن صابری

نمبر ۱۵ — مطبوعہ ۹ ربیع/جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء یوم جمعہ — جلد ۸۲

کیفستان

شانِ رسالت

منقبت حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

بدرگاہ سلطان الہند

ماہنامہ "کارواں" بہاولپور

مینیجر ماہنامہ "کارواں" بہاول دبہاول پور سٹیٹ

علمائے کرام اور مشائخ عظام کا جذبۂ رہنمائی اور سواد اعظم اہل سنت کے عامۃ الناس کا اپنے اکابر پر غیر متزلزل اعتماد دیکھنے کے قابل تھا۔ بنارس میں ملک کے طول و عرض سے علماء مشائخ، وکلاء، امراء، تجار، محنت کش، مزدور غرضیکہ ہر طبقہ کے مسلمان کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔

شمس الاطباء حکیم محمد حسین بدر (علیگ) نے جو اس عدیم النظیر اجلاس میں شامل تھے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے:

"اس کانفرنس میں
پانچ صد مشائخ
سات ہزار علمائے کرام اور
دو لاکھ سے زائد عوام
نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے لندن سے آئے ہوئے وزارتی مشن لارڈ کرپس وغیرہ کو بھی شرکت کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیت کی بناء پر عدم شرکت پر معذرت کا تار بھیج دیا۔"[1]

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے وزارتی مشن کو دعوت اس لئے دی کہ وہ بطور گورنمنٹ کے نمائندہ وفد کے مسلمانان ہند کی شوکت اور ان کے سیاسی موقف کو بچشم خود دیکھ لیں۔ سواد اعظم کے اجتماعی موقف اور مسئلہ پاکستان کی حمایت میں اتنا عظیم اجتماع اس دور میں ایک تاریخی مثال ہے، جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مشائخ اہل سنت کا شوق ملاحظہ ہو کہ پیرانہ سالی، ضعف اور نقاہت کے باوجود امیر ملت پیر سید جماعت علی

---

[1] سات ستارے مطبوعہ لاہور سن ۱۹۷۸ء، ص ۸۳

محدث علی پوری نے کانفرنس میں کرسی صدارت کو زینت بخشی۔

اجلاس کے آغاز میں خطبۂ استقبالیہ رئیس المحدثین ابوالمحامد سید محمد، محدث کچھوچھوی صدر مجلس استقبالیہ نے ارشاد فرمایا۔ حضرات علماء اور شرکائے کرام میں اس خطبہ کی دھوم مچ گئی، اس خطبہ کی بلاغت و ندرت تبصرہ سے بلند ہے۔ اسی اجلاس میں آئندہ کے لئے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا صدر متفقہ طور پر آپ کو منتخب کیا گیا۔ پانچ سو مشائخ کرام، سات ہزار علمائے عظام اور ایک کروڑ سے زائد سُنّی مسلمانوں پر مشتمل آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے جو جماعتی متفقہ موقف اختیار کیا وہ یہ تھا کہ پاکستان ہماری زندگی ہے اس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں (خدانخواستہ) مسلم لیگ اگر مطالبۂ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائے تو آل انڈیا سُنّی کانفرنس اس مطالبہ سے دستبردار نہ ہوگی۔[1] سُنّی کانفرنس کے اس اجلاس میں جو قرارداد پاکستان سے متعلق بالاتفاق منظور ہوئی، وہ یہ ہے:

(۱) آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں، جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲) نیز یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:

صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت مولانا نعیم الدین صاحب
صدر الشریعت حضرت مولانا امجد علی صاحب

---

[1] ایضاً، ص ۹۸، حیات صدر الافاضل، ص ۱۸۶

مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب

مبلغ اعظم حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی

حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی

حضرت مولانا الحاج سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی

حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف

حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب، لاہور

حضرت مولانا شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف

حضرت پیر سید شاہ عبد الرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ)

حضرت مولانا شاہ سید زین الحسنات[1] صاحب مانکی شریف

خان بہادر حضرت حاجی مصطفیٰ علی صاحب بخشی (مدراس)

حضرت مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب، لاہور

(۳) یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرے، یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لئے جائیں۔[2]

آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کی منظور کردہ تجاویز اور قراردادوں کو پڑھنے سے اس سوال کا جواب بخوبی مل سکتا ہے کہ مسلم لیگ جیسی "مسلم نمائندہ جماعت" کی موجودگی میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا قیام اور اس کی فعال کارکردگی وقت کی ایک "اہم ترین ضرورت" تھی۔ چونکہ مسلم لیگ کا نصب العین صرف ایک اسلامی ریاست

---

[1] آپ کا اسم گرامی امین الحسنات ہے، زین الحسنات لقب ہے۔

[2] خطبۂ صدارت جمہوریۂ اسلامیہ مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۹، اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۲، حیات صدر الافاضل ص ۱۸۹ تا ۱۹۰

کا قیام تھا (جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوگیا) مگر آل انڈیا سنی کانفرنس کا نصب العین اس سے کہیں ارفع تھا۔ سنی کانفرنس، سیاسی امور میں مسلم لیگ کی ہمنوا اور حامی تھی، لیکن وہ وسیع تر مقاصد جن کی ایک جھلک آپ گذشتہ صفحات پر ملاحظہ فرما چکے ہیں، ان کے حصول کے لئے سنی کانفرنس کا علیحدہ وجود از بس ضروری تھا۔ سنی کانفرنس کے مرکزی دفتر سے جاری ہونے والے ایک مطبوعہ سوال نامہ (جو ہر علاقہ کے سنی اکابر کے نام جاری کیا گیا) اس کی مزید تصدیق کرتا ہے۔

۲۸۶

(الجمهورية الاسلامية)   انصد دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس

مراد آباد

جناب مکرم زاد الطافہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس) کا خطبۂ صدارت مع تجاویز منظور شدہ اجلاس مذکور حاضر خدمت ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ کام مستعدی سے کیا جائے اس لیے مکلف ہوں کہ امور مستفسرہ کے جواب بعد تحقیق جس قدر جلد ممکن ہو ارسال فرما کر مشکور کریں۔

(۱) تجاویز پر عمل کرنے کے لیے آپ کیا تدبیر اختیار فرماتے ہیں اور آپ کے اندازہ میں کس قدر عرصہ میں کام باقاعدہ جاری ہو جائیگا

(۲) آپ کے حدود میں یتیم خانے، شفاخانے، مسافر خانے، جیلخانے کتنے اور کس کس مقام پر ہیں؟ ان میں مسلمان بچوں، بچیوں، عورتوں اور بالغ مردوں کے دین و اخلاق کی نگرانی کی کیا صورت ہے؟ مسلمان یتیموں کی تعلیم و تربیت کے لیے کیا انتظام ہے؟

(۳) آپ کے حدود میں ابتدائی اور متوسط اور اعلیٰ تعلیم کی کتنی درسگاہیں اہلسنت کے زیر اہتمام کام کر رہی ہیں اور ان کی حیثیت کیا ہے؟ براہ کرم نقشہ نمبر (۱) کے صحیح اندراج کر کے صدر دفتر میں ارسال فرمایئے۔

(۴) آپ کے علاقہ میں کتنی درگاہیں اور خانقاہیں ہیں؟ وہاں کے متولی، صاحب سجادہ، مراسم، اعراس وغیرہ کے حالات سے نقشہ نمبر (۲) پُر کر کے مطلع فرمایئے۔

(۵) سنی مسلمانوں کی جسمانی تربیت کے لیے ریاضت کا انتظام، ورزشیں، پھوٹ، کشتی وغیرہ کے اکھاڑے تیر اندازی اور غلیل کی مشق کے انتظامات مکمل کر کے صدر دفتر کو مطلع فرمائیں۔

(۶) کیا آپ نے ایسے آئین نامہ کا کوئی مسودہ طیار کیا ہے جس کے ذریعہ سے بوقت عند الضرورت خونخواری مٹا کر کے اور اس میں یہ احتیاط بھی ملحوظ ہو کہ معمولی رنجش پر وہ اپنی بدعقلی سے فساد برپا نہ کر ڈالے؟

(۷) امر بالمعروف ونہی عن المنکر یعنی نیکیوں کی ترغیب اور بُرائیوں سے نفرت دلانے کے لیے رضا کار بھرتی کیجیے، جو حسن اخلاق کے ساتھ خلق کو طاعت و حسن اخلاق و معاشرت کی تلقین کریں اور ناقص خیال سے روکیں۔ ان رضا کاروں کی تعداد اور ان کے نظام عمل سے مرکز کو مطلع کیجیے۔ والسلام

محمد نعیم الدین عفی عنہ

ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اسلامی ریاست ــــــ پاکستان کے قیام کے باوجود مذکورہ بالا امور ابھی تک معرض التوا میں پڑے ہیں۔ پاکستان کے حصول میں مسلم لیگ کا کردار قائدانہ رہا اور عنانِ حکومت بھی اسی کے ہاتھ میں رہی۔ سنی کانفرنس کے اکابر مطمئن تھے کہ مسلم لیگ پاکستان میں اسلامی قوانین کا ضرور نفاذ کرے گی ــــــ لیکن بدقسمتی سے قائد اعظم کو زیادہ مہلت نہ ملی، وہ جلدی ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کا کوئی جانشین ایسا نہ آیا جو اسلامی قوانین کا نفاذ کر کے مسلم لیگ کے سر سے اس قرضہ کو اتارتا۔ تاحال قوم اس مردِ مجاہد کی منتظر ہے۔

مردے از غیب برون آید و کارے بکند

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مختلف اجلاسوں میں اجمیر شریف کا اجلاس خصوصی نوعیت کا حامل ہے، اس اجلاس کے انعقاد کی خاص تشہیر کی گئی۔ ایک اخباری اشتہار کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

دربار خواجہ غریب نواز میں ہندستان کے علما و مشائخ کا اہم فیصلہ

آزاد اسلامی حکومت کیلئے عظیم ترین قربانیاں پیش کیجائینگی

از محترم المقام جناب الحاج شیخ محمد عارفین صاحب ناظم اعلیٰ انجمن تبلیغ الاسلام
پھاٹک حبش خاں دہلی

اسلامیان ہند کو معلوم ہے کہ گزشتہ مہینے میں دس کروڑ مسلمانوں کی مذہبی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک عظیم اجتماع سرزمین بنارس میں منعقد ہوا تھا۔ اس اہم اجلاس میں صوبہ سرحد۔ سندھ۔ بلوچستان۔ پنجاب یو۔ پی۔ سی۔ پی۔ بمبئی۔ مدراس۔ بنگال۔ اور آسام کے باا ثر مشائخ و علماء شریک تھے۔ اس اجلاس میں غور و فکر کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ فرزندان توحید کی عزت و حیات کی حفاظت کے لئے پاکستان یعنی آزاد اسلامی حکومت قائم ہونا اشد ضروری ہے لہٰذا اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کرنے کی شاندار تیاریاں کی جا رہی ہیں۔

الحمد للہ کہ اس عظیم فیصلے کے ماتحت علما و مشائخ نے طوفانی دورے شروع کر دئے ہیں اور انہوں نے اپنے فرائض کی اہمیت کو صحیح طور پر محسوس کر لیا ہے۔ چنانچہ صوبہ سرحد کے علماء و مشائخ اور آزاد قبائل کے سرداروں کا ایک اہم اور نمائندہ اجتماع حضرت تقدس مآب پیر صاحب مانکی شریف کے زیر اہتمام منعقد ہوا اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہم اپنے محبوب مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کریں گے۔

۵ رجب کو دربار خواجہ غریب نواز میں علماء و مشائخ کا

ایک اہم شاندار جلسہ بمقام اجمیر شریف

منعقد ہو رہا ہے۔ اس جلیل القدر اجتماع میں ہندستان کے تمام صوبوں کے علماء و مشائخ شریک ہو رہے ہیں اس جلسہ میں وزارتی مشن کی تجاویز کے ہر گوشہ پر گہری تنقید کی جائے گی اور آزاد اسلامی حکومت کے قیام کے لئے مناسب پروگرام طے کیا جائے گا۔

خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس کے موقع پر دیوان سید شاہ آل رسول علی خاں سجادہ نشین دربار اجمیر کی دعوت اور صدارت میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا خصوصی اجلاس ۵—۷ رجب ۱۳۶۵ھ / ۷-۸ جون ۱۹۴۶ء کو اجمیر میں منعقد ہوا اجلاس میں ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ ایک لاکھ سے زائد کا اجتماع رہا۔ شرکاء حضرات میں چند کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرفی (صدر آل انڈیا سنی کانفرنس)

مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب (ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس)

مولانا شاہ محمد عبدالحامد قادری بدایونی (ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس)

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

حاجی محمد عارفین صاحب

مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں

مولانا مخدوم میاں صاحب

مولانا نذیر حسین دہلوی

مولانا عبدالمجید صاحب

مولانا محمد عابد القادری بدایونی [1]

علماء کی تقاریر کا موضوع بنارس سنی کانفرنس کی منظور کردہ تجاویز پر اعتماد، پاکستان کا حصول، مہاسبھائی تحریک کے مظالم کے خلاف احتجاج اور نفرت، اعراس مقدسہ کے لئے اصلاحی پروگرام وغیرہ امور تھے۔

---

[1] اخبار دبدبۂ سکندری رامپور مطبوعہ ۲۰ جون ۱۹۴۶ء ص ۳

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اکابر ہندوستان کے تمام علاقوں میں موجود تھے۔

تقسیم ملک کے بعد تبادلۂ آبادی میں بعض علماء و مشائخ پاکستان چلے آئے اور بعض اپنی اپنی خانقاہوں، مدارس اور مساجد ہی میں محدود ہو گئے۔ مسلم لیگ کے اسلامی قوانین کے نفاذ کے وعدہ پر اعتماد کرتے ہوئے سُنّی کانفرنس کے اکابر نے اپنی سرگرمیاں صرف محراب و منبر تک ہی محدود کر دیں۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والی مسلم آبادی کی رہنمائی بھی انہی حضرات کو کرنا تھی۔ ملک کی تقسیم کے بعد دونوں حصوں میں موجود اکابر نے اپنے دائرۂ کار کو ہنگامۂ سیاست سے الگ رکھتے ہوئے روحانی و تعلیمی تربیت تک محدود کر لیا۔

قیام پاکستان کے بعد آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے پاکستان میں موجود اکابر اہلِ سنت نے صورتِ حال پر غور کرنے اور آئندہ کے لئے لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لئے مارچ ۱۹۴۸ء میں ملتان کی عظیم درسگاہ "انوار العلوم" میں جمع ہوئے، بڑے غور و خوض کے بعد طے پایا کہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس[1] کا اب نیا نام —— "جمعیت علمائے پاکستان" ہوگا۔ اور اب صدارت کے فرائض علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری خطیب جامعہ وزیر خاں لاہور سر انجام دیں گے اور ناظم اعلیٰ غزالیٔ دوراں سید احمد سعید کاظمی مہتمم دار العلوم انوار العلوم، ملتان ہوں گے۔

اس طرح حضورِ اکرم، نورِ مجسم، شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ۲۳ سال تک (۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۷ء) اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے جو کوششیں آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے انجام دیں وہ تاریخ کا ایک سنہری باب بن گئیں۔ لیکن بدقسمتی سے تاریخ نویس اس عظیم تنظیم کے عظیم کارناموں سے انصاف نہ کر سکے۔

---

[1] ہندوستان میں اس تحریک کو کلیتہً ختم کر دیا گیا۔ چونکہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا مقصدِ حقیقی صرف تعمیرِ پاکستان تھا۔ (فاضل بریلوی اور ترکِ موالات، ص ۸۰)

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس دور کی تاریخ لکھنے والوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو قیام پاکستان کے مخالف تھے اور آج تک یہ نظریہ ان کے قلب و ذہن قبول کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے یہ توقع کہ وہ تحریک پاکستان کے مجاہدوں کا اچھے الفاظ میں ذکر کرتے۔

؎ ایں خیال است و محال است و جنوں

اس سلسلہ میں ایک کوتاہی اہلِ سنت کی بھی ہے کہ ہم اپنے اکابر کے زرّیں کارناموں کو نہ خود سپردِ قلم کر سکے اور نہ غیر جانبدار مؤرخین کو اس طرف متوجہ کرا سکے جس کا شکوہ بجا طور پر بعض نامور مؤرخین کو ہے۔ بحمد اللہ اب غیروں کی اچھالی ہوئی گرد کی دبیز تہیں چھٹ رہی ہیں اور حقائق بے غبار ہو کر سامنے آ رہے ہیں۔ یہ مختصر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

کچھ خطبات کے بارے میں

اس کتاب میں سنی کانفرنس کے عظیم المرتبت قائدین کے چند مدلل خطبات ہیں جو انہوں نے مختلف اجتماعاتِ ملی میں ارشاد فرمائے۔ جہاں تک ان خطبات کی مذہبی وسیاسی افادی حیثیت کا تعلق ہے، وہ ایک مسلّمہ امر ہے۔ ان میں سے کا ہر خطبہ اور اس کے ضمنی عنوانات بجائے خود ایک مکمل عنوانات ہیں، جو ہر قاری کو غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں۔ لیکن ان خطبات کی ایک دوسری حیثیت سنی کانفرنس کے اکابر کے ذہنی رجحانات اور فکری میلانات کی وہ سرگذشت ہے جو میدانِ عمل میں سنی مشائخ وعلما کی قربانی وایثار اور استقامت واستقلال کی ایسی داستان ہے جو آئندہ نسلوں کے لئے عمل کی دعوت ہے۔

- برصغیر میں سنی اکابر جن بڑے بڑے مسائل سے نبرد آزما ہوئے ان میں
- غیر ملکی سامراج کی گراں بار زنجیریں
- ہندوؤں کا متعصبانہ رویہ اور ان کے مظالم ——— اور

چند مدعیانِ اسلام کی خود غرضانہ اغراض کے تحت غیر اسلامی حرکات وغیرہ امور سب سے نمایاں اور معرکۃ الآراء رہے۔

ان خطبات میں اگرچہ وقتی مقتضیات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے، تاہم وقت کی تمام صداؤں، حوادث کے پیہم وار ——— اور مرورِ زمانہ کے باوجود سنی کانفرنس کے بنیادی نصب العین میں کبھی بھی کوئی فرق نہیں آیا، یہی اس کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے۔ ان خطبات کے پڑھنے سے جو جزئیات آسانی سے سامنے آتی ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(ا) آل انڈیا سنی کانفرنس کیا ہے؟

(ب) آل انڈیا سنی کانفرنس کا نصب العین کیا ہے؟

(ج) آل انڈیا سنی کانفرنس اور دیگر جماعتوں میں کون کون سی باتیں ما بہ الامتیاز ہیں؟

(د) آل انڈیا سنی کانفرنس برصغیر میں پیش آمدہ مسائل میں کس حد تک راہنمائی کرتی رہی؟

(ہ) آل انڈیا سنی کانفرنس کے اکابر کی سیاسی بصیرت اور جذبۂ دینی کی جھلک۔

(و) اسلامیانِ ہند پر وارد ہونے والے پے در پے مصائب میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے اکابر کا قائدانہ طرزِ عمل۔

(ز) دو قومی نظریہ کے احیاء اور تحریکِ پاکستان میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے زعماء کی بے مثال قربانیاں اور ان تھک جدوجہد وغیرہ۔

بعض طبائع جو ناقدانہ فرائض کو انتقامی جذبہ کے تحت ادا کرنے کی عادی ہیں، ممکن ہے وہ ان خطبات میں اپنی حسب پسند مین میخ نکالیں۔ اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ دورِ حاضر کے بعض دانشور یہ بھول جاتے ہیں کہ دین اور سیاست لازم وملزوم ہیں۔ دین کی جدائی سے سیاست ——— چنگیزیت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ سیاست ——— دین کے تابع ——— ایک رحمت ہے۔ اور دین ——— بغیر سیاست کے رہبانیت ہے۔ دونوں کے حسین امتزاج میں ہی خلافت راشدہ کا صحیح پر تو دیکھا جا سکتا ہے ——— مردِ مومن کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن ہو تو دوسرے میں تلوار۔

—— یہ دونوں ایک دوسرے کے محافظ ہیں۔

گفت اگر از رازِ من داری خبر
سوئے ایں شمشیر و ایں قرآں نگر!
ایں دو قوت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند!

اکابر اہل سنت کے خطبات میں ایسے مقامات بھی آئیں گے جہاں محض سیاستدانوں کو ان کی بے راہروی پر تنبیہ کی گئی ہے اور ایسے کلمات بھی ملیں گے جہاں کسی مدعی اسلام کی اسلام سے بیگانگی یا اسلامی مزاج کے خلاف کسی حرکت پر سرزنش کی گئی ہے۔ یہ مردانِ حُر ایسے قافلے سے تعلق رکھتے ہیں، جو شرعی اور سیاسی تقاضوں کے مطابق قوم کی نہ صرف صحیح رہنمائی کرتے ہیں بلکہ بقدر ہمت اسلامی مزاج کے خلاف سرزد ہونے والی حرکات کا سدباب بھی کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا یہ دوسرا فرض بعض اوقات بظاہر ناخوشگوار محسوس ہوتا ہے مگر یہ حضرات ایک طبیب کی طرح فاسد مواد کی نشاندہی اور ایک ماہر جراح کی مانند نشتر سے اس کے اخراج میں کوتاہی نہیں کرتے۔ یہ ناخوشگوار فریضہ ہی صحت مندانہ نظریات کا محافظ ہے۔

ان خطبات کا تعلق اگرچہ ماضی کے انقلابات و حادثات سے ہے، مگر عالم گیر صداقتوں کی طرح ان خطبات کی افادی حیثیت آج بھی مسلم ہے۔ اکابر اہل سنت نے اپنے ان خطبات میں قوم کو جو لائحہ عمل دیا ہے، وہ آج بھی قابل عمل بلکہ واجب العمل ہے۔ اقتدار کی شکست و ریخت کے باعث قومی و ملی جذبات میں جو ہیجان و اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ ان جذبات کو شاہراہِ مقصود تک پہنچانے کے لئے یہ خطبات ایک راہنما ہے

کسی طرح کم نہیں، بالخصوص وہ حضرات جن کے سپرد قومی رہنمائی کا فریضہ ہے یہ خطبات اُن کے لئے مشعل راہ ہیں، انہی کی روشنی میں وہ ملی پروگرام طے کر سکتے ہیں۔ ان سب امور کا کریڈٹ اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کو پہنچتا ہے، جن کی سیاسی بصیرت اور دور اندیشی پر حالات شاہد عادل ہیں۔

اکابر اہل سنت کے ان خطبات کا ایک اور افادی پہلو بھی ہے، اور وہ ہے اُردو زبان کی خدمت۔ سنی علماء و مشائخ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اُردو —— مسلمانوں کی قومی زبان کے طور پر استعمال ہو، حالانکہ ماضی میں —— غیر منقسم ہندوستان میں —— اور بدقسمتی سے مملکت خداداد پاکستان میں بھی —— اردو کے خلاف گہری سازشیں کی گئیں، اس کا درجہ کم کرنے کے تمام حیلے انہی حضرات کے تعاون سے ناکام رہے ان خطبات کا اردو زبان پر ایک گونہ احسان ہے اور بذات خود یہ خطبات اردو ادب کے شہ پارے بھی ہیں، اور بعض عبارات تو اردو نثر نگاری کا بہترین نمونہ ہیں۔

ان خطبات کو مرتب کرتے وقت آل انڈیا سنی کانفرنس کی تدریجی رفتار کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس سے سنی کانفرنس کی فکر و عملی ترقی کا اندازہ ہو سکے گا۔ گذشتہ صفحات میں شامل عکسوں کے علاوہ کوشش یہ کی گئی ہے کہ مشائخ عظام کے خطبات بھی اصل حالت میں آپ تک پہنچیں، اس مقصد کے لئے اکثر مطبوعہ خطبات کے عکس شامل کئے گئے ہیں۔

خطبات کے آخر میں چند اہم تقاریر جو اخبارات میں شائع ہوئیں، وہ بھی درج ہیں یہ تقاریر اگرچہ مختصر ہیں، تاہم سنی علماء کی پاکستان سازی کے سلسلہ میں ان کی مساعی جمیلہ کا ایک دستاویزی ثبوت ہیں۔

(۵) جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی اور انجمن خدام الصوفیہ کی پاک و ہند میں خدمات کا جائزہ۔

(۶) مدرسہ و خانقاہ کا ربط اور اتفاق بین المسلمین کی ضرورت۔

(۷) خالص سنی تنظیم ——— آل انڈیا سنی کانفرنس کا نصب العین اور نظام عمل

آئندہ صفحات پر "خطبہ اشرفیہ" کا وہ عکس دیا جا رہا ہے، جو ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف، شوال المکرم ۱۳۴۳ھ / مئی ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

الخطبۃ الاشرفیہ

خطبہ صدارت شیخ المشائخ حضرت سید محمد علی حسین اشرفی

سجادہ نشین کچھوچھہ شریف (قدس سرہ)

آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد

۲۰ — ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۶ — ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

آل انڈیا سنی کانفرنس کے یوم تاسیس کے موقع پر دیئے گئے اس خطبہ میں نہایت سادگی اور بے ساختگی سے جو امور بیان ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اعلان حق کے ارکان خمسہ، جرأت و ہمت، عقل و فراست، استقلال و شجاعت، صبر و قناعت اور تحمل و مروت۔

(۲) حق کہنے میں موانع خمسہ ——— مادی قوت سے مرعوبیت، ملامت و نفرت سے بچنے کا خیال، جوش کا جذبہ جنون میں تبدیل ہو جانا، دین کی پاسداری نہ رہنا، اور شکم پروری، دنیا طلبی اور شہرت پسندی کی ہوس۔

(۳) نئے فرقوں کی پیدائش۔

(۴) برصغیر اور بلاد عرب میں مصائب کا باعث۔

الخطبة الاشرفية

یعنی خطبہ صدارت شیخ المشائخ امام الاولیا سند الاصفیا حضرت مولنا مولوی ابو احمد سید شاہ علی حسین صاحب قبلہ اشرفی جیلانی صاحب سجادہ کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد جو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس مرادآباد مین پڑھا گیا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللّٰھم انی آمنت بانک موجود و حبیبک محمود و من اتبعہ مسعود و آمنت بانک مشہود و ذلک مفقود و من خالف نبیک فھو مردود یا سبوح یا قدوس یا ودود صل و سلم و بارک علی احمد محمود و افضل مولود سیدنا و مولانا محمد ظل الوجود و علی آلہ و صحبہ المنفقین فی المخلوق و المحمود

امابعد۔ معاصر بزرگو، اور اے علم شریعت کے علمبردارو! اے پیارے سنی بھائیو اور میرے اشرفی عزیزو! مین اپنی تقریباً ہشتاد سالہ عمر کے جن مبارک ساعت مین آج پہنچا ہون اوسکو اگر مین اپنی نصف صدی مدت کی تمناؤن اور رات دن کی دعاؤن اور زاریون کا نتیجہ کہون تو بالکل بجا نہ ہوگا۔ میرا اشارہ آپ کے اوس شاندار جلوس اور پرشوکت استقبال کی طرف نہین ہے جسکو آپ نے آج اس فقیر کی آمد پر جوش و خروش کے ساتھ کیا تھا اور جسکا نتیجہ آپ کی مہمان نوازی اور سفید بالون کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہ تھا اور جسنے میری شخصیت مین کسی دینی حیثیت کا اضافہ نہین کیا اگر میرے مقاصد مین جلوس و استقبال کا کچھ حصہ ہوتا تو آج مین کلکتہ مین ہوتا جہان لاکھون مسلمانون نے غیر معمولی اہتمام سے بے مثال جلوس کا حیرت افزا نظارہ کرایا تھا اور اوس مقام کو چھوڑ کر کئی سو کوس کے فاصلہ کو طے کرکے دوڑا ہوا مرادآباد نہ آتا مگر مین جانتا

ہون کہ میرے لیے فخر اسی مین ہے کہ آج کی مقدس نشست مین شریک ہوکر اہل علم اور
باخدا حضرات سے فیضیاب ہون اور یہی جذبہ ہے جو مجھکو یہان کھینچ کر لایا ہے اور مین اپنی
کامیابی پر بیحد نازان ہون بہرحال مین آپ کے اخلاص و محبت کی عزت کرتا ہوا آپکا بھلا
دُعاگو ہون کہ آپ کی پاک اور بے لوث نیت کا ثمرہ حق سبحانہ تعالےٰ آپ کو عطا فرمائے اور
اور آج مین اپنے اوس درد کی کہانی آپ کو سناتا ہون جو نصف صدی کی عمر رکھتا ہے یا یون
کہئے کہ ایک ہشتاد سالہ ضعیف و ناتوان کا تجربہ ہے مین محسوس کرتا ہون کہ اپنی حیات
کا دور قریب قریب ختم کرچکا ہون اسلئے آپ سے امید ہے کہ اسوقت کی باتون کو میری وصیت
سمجھکر آپ سنین گے اور بلاخوف لومۃ لائم حق گوئی اور حق پسندی کا آپ حلف اوٹھائینگے
مین نہایت سادہ الفاظ مین اپنے واقعات کے تذکرہ کو آج سے شروع کرتا ہون اور آپ سے
پوچھتا ہون کہ اس مجلس مین حاضرین جلسہ کون لوگ ہین - اس سوال کا جواب صرف
اسقدر ہے کہ سادات و شیوخ و خواتین وغیرہ جو مذہبی طور پر پورے سنی ہین اونکا یہ مجمع ہے
اور شرکا مین زیادہ حصہ اون لوگون کا ہے جنکے آبا و اجداد بیرون ہند کے رہنے والے تھے مین
خود اون دورافتادہ لوگون مین سے ہون جنکا گہوارہ زمین پر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ مین اہلبیت کے
گھر مین مسکن ہونا چاہئے تھا یا کم از کم جیلان و بغداد مین رہنا چاہئے تھا مگر آج اپنے
اجداد کی قبرون سے دور اس تاریک ملک مین پڑا ہون - اب آپ ذرا دل و دماغ پر
زور دیجئے اور اسپر غور کیجئے کہ اپنا پیارا وطن محبوب گھر اپنا مقدس میراث آبائی نورانی
گہوارہ ہمنے کیون چھوڑا اور ایک اجنبی ملک مین ہم خوشی کے ساتھ کیون چلے آئے اس
سوال کو آپ جسقدر سوچین گے اوسی قدر آپ اپنے ایمان ثابتہ سے قریب ہوتے جائینگے
اور وہ بدم سلوک کی ایک ایک منزل طے کرتے رہینگے یہانتک کہ حقیقی جواب تک پہونچکر
پھر آپ اون تجلیون کا نظارہ کرینگے جنکے کشف و شہود کا نام خدارسی و ولایت ہے - یعنے
وہ سوال جو آج اس مجمع مین اوٹھا ہے اوسکا جواب وہ واقعات ہین جنکی ابتدا آج سے
تیرہ سو برس پہلے ہوئی تھی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عرب کی تاریکیان شب دیجور کو شرمندہ کرتی
تھین اور اس خطہ پاک کی جہالتین ضرب المثل ہوگئی تھین یہ ٹھیک ہے کہ یورپ کی وحشت
ایشیا کی بت پرستی افریقہ کا غرور بھی حد سے متجاوز تھا مگر عرب کی اندھیر نگری کا وہ عالم تھا
کہ کرہ زمین مین اوسپر لعنت و نفرت کی بوچھار پڑتی تھی اور کسی قلب مین اونکی انسانیت

تسلیم کرنے کی گنجائش نہ تھی یہانتک کہ وجود مطلق کی تجلیون کے تنوعات و تعینات کی بجلیان
ظاہر ہوئین شان جمال کی گھنگھور گھٹائین تمام عالم پر اوٹھین اور رحمت کا جھرن برسا گئین
سیاہی دور ہوئی تاریکی چھنٹ گئی صبح ہوئی اور دیکھنے والون نے اپنی آنکھون سے
دیکھا کہ عرب کے افق اور فاران کے مطلع سے ایک بینظیر آفتاب قرب و خورشید محبوبیت
چمکا جسکی نورانی کرنون اور شعاعون نے تمام عالم کو روز روشن کردیا اور جسکی گرمی کا
نظارہ آج بھی کرلو کہ کرہ زمین کے چپہ چپہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم کی دھوم ہے ایک سایہ الٰہی ہے جو عالم کے سرون پر جلوہ فرما ہے اور
جس سایہ کی وسعت بڑھتے بڑھتے آج بھی ما کان و ما یکون کو محیط ہے یہی ظل ہے
جسکی درازی پر شان ربوبیت مباہات فرماتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے الم تر الی
ربک کیف مد الظل یعنے قادر و قیوم نے اپنے بندون پر رحم فرمایا اور اپنے بنانے کی
لاج رکھی کہ اپنے پیارے سید المرسلین خاتم النبیین امن انجمن دنیا کے صدر نشین حضور پر نور
سید عالم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو زمین پر بھیجا اور حضور کی افضلیت
مطلقہ و محبوبیت خاصہ کے حضور عرش سے فرش تک نے بکمال نیازمندی سر جھکا دیا
پھر کیا تھا ظلمت کافور ہوگئی تاریکی کی جگہ نور حزن و ملال کے بدلے امید و سرور نے جگہ
پائی سعادت مند وہین حلقہ بگوشی کا عہد کرنے لگین جاہل عالم ہوگیا بزدل بہادر
کردیا گیا اور جزیرۃ العرب کی خوفناک حالت اوسکے امن و تقدس سے بدل گئی جو لوگ
چوری ڈکیتی، بیحیائی، خونریزی، بت پرستی، شراب نوشی بے امنی کے عادی ہورہے تھے
وہی لوگ بے حرصی، عدل پسندی، جہاداری، توحید پرستی، خدائے قدوس کی رضامندی
و باامنی کے مثال بنگئے جس قوم کے افراد کا مضحکہ اوڑایا جاتا تھا اوس قوم مین صدیق اکبر
فاروق اعظم، ذوالنورین، حیدر کرار ہوکر نکلے جنکا نام ادب سے لینا حق پرستی کا
جزو لاینفک ہوگیا رضی اللہ تعالےٰ عنہم ورضوا عنہ وارضاہم عنا -
ان توحید کے متوالون شمع رسالت کے پروانون حق پرستی کے دلدادون - خدائے
قدوس کے سوا کسی سے نہ ڈرنے والون کی حیات کا مطمح نظر اور زندگی کا مقصد غیر حق
سے ہٹ کر صرف اعلان حق ہوگیا اور وہ جو مین وہ اپنے کو زیادہ کامیاب باور کرتا تھا
جو اعلان حق مین زیادہ حصہ حاصل کرتا تھا چنانچہ یہی جذبہ تھا جو توحید کا نعرہ مکہ معظمہ کے

گلیون اور مدینہ طیبہ کے کوچون ہی مین چکر کھا کر نہین رہ گیا بلکہ جزیرۃ العرب سے نکلا تمام ایشیا وافریقہ و یورپ غرض ربع ارض مسکونہ مین پھیل گیا اور اسلامی تکبیر کی آواز نشست یورپ کے ایوانون اور افریقہ کے صحراؤن اور ایشیا کے پہاڑون سے آنے لگی ہر مغربی ہوا برکات توحید ساتھ لاتی اور ہر مشرقی ہوا اوسکا شاندار استقبال کرتی۔ انشاپردازون کے قلم کتابون کی سطرین علوم کی روشنیان عبادت کی شیرینیان بلکہ سمندر کی موجین پہاڑون کی چوٹیان ریگستان کے ذرے سواحل کے دلدل بلکہ نیزہ کی نوک تلوار کی باڑھ گھوڑون کی ٹاپین اور توپون کی گرج کا واحد فرض یہ تھا کہ اعلان حق کی رفاقت کرین اور اسلامی صداقت کے اعتراف سے رطب اللسان رہین یہی اعلان حق کا جذبہ تھا جسکے نشہ نے توحید ورسالت کے متوالون سے گھر بار عزیز ویار سب کچھ چھڑا یا اور دنیا نے دیکھا کہ حق پرستون کا گروہ عرب سے نکلکر دنیا مین پھیل گیا کیا تم اوسکو نہین پہچانتے جو عرب سے چشت آیا اور بڑھتے بڑھتے جس نے سرزمین ہند مین آکر اعلان حق کا فرض ادا کیا اور اپنی قوت صداقت سے بڑے بڑے نبرد آزماؤن کے زور بازو اور شجاعت کے غرور کو خاک مین ملا دیا جسپر دارالخیر اجمیر شریف کا تقدس قیامت تک گواہ رہیگا۔ درحقیقت اعلان حق کا نشہ وہ کیف نہین ہے جسکو دنیا کی کوئی قوت اوتار سکے۔ یہی سرور تھا جسنے حضور غوث العالم محبوب یزدانی تارک السلطنۃ مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کو سمنان کے آزاد تخت وتاج سے علیحدہ کر کے ہندوستان کے ایک دیہات کچھوچھہ شریف مین بٹھا دیا اور آج اوس بارگاہ بیکس پناہ کی عظمت محتاج بیان نہین ہے۔ اعلان حق کرنے والے تنہا آئے مگر اپنے صداقت کی بدولت بیان یہ دیکھا کہ توحید ورسالت کے دلدادون کی جماعت اونکے ساتھ تھا اور ہو رہی ہے ایسی جماعت جسکا ہر فرد بجائے خود تبلیغ کا سرچشمہ بنا ہوا تھا مجھے اب اسکے کہنے کی ضرورت نہین کہ مسلمان اعلان حق کرنے والون کا نام تھا اور اسی جذبہ نے قوم مسلم کو عزت دی تھی بیان اتنا اور بتادون کہ اعلان حق کی استعداد اوس قلب مین پیدا ہوتی ہے جس مین جرأت وہمت۔ عقل وفراست۔ دین ودیانت۔ استقلال وشجاعت صبر وقناعت۔ تحمل ومروت موجود ہو اور اگر ان مین سے کسی ایک کی بھی کمی ہے تو اعلان حق صحیح معنو مین ایک امر محال ہو اگر آپ

خدائے قدوس ہی سے ڈرتے ہین اور اپنی عقل وفراست سے خطرات ومہالک سے اپنے کو بچا سکتے ہین دین حق ودیانت صادقہ سے ایک رخ ہٹنا آپ کو گوارا نہین ہو ظاہری ناکامیابیان آپ کی پامردی کو متزلزل نہین کر سکتی ہین اور مصائب کی تاب آپ مین موجود ہے اور انتقام پسندی کے بجائے آپ چشم مروت رکھتے ہین تو آپ کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ آپ باایمان ہین اور آپ کی کامیابی وبرتری کا ازلی وعدہ ہو چکا ہے انتم الاعلون ان کنتم مومنین برخلاف اسکے اگر آپ کا دل مادی قوتون سے مرعوب ہو چکا ہے یا اندھیر نگری کی حالت مین جاہلون کی ملامت اور کمینون کی نفرت سے بچنے کا خیال جاہے یا جوشش کا درجہ جنون تک پہونچ چکا ہے یا دین کا پاس اور دیانت کا لحاظ معاذ اللہ باقی نہین رہا یا ناکامیون کو یاد کر کے سکتہ طاری ہو جاتا ہے یا شکم پروری اور دنیا طلبی مد نظر ہے یا شہرت پسندی واظہار جاہ وجلالت مطلوب ہے تو آسمان کے تارے اور زمین کے ذرے گواہ ہین کہ اسکا نتیجہ دارین کی روسیاہی کے سوا اور کچھ نہین ہے جبتک قوم مسلم مین صفات خمسہ مذکورہ کا وجود تھا اوسوقت تک "اعلان حق کا عروج کسی پر پوشیدہ نہ تھا یورپ کے سلاطین ہماری رضاجوئی کے درپے تھے اور ایشیا کی قوم ہماری اطاعت کی خواہشمند تھی اور افریقہ کا صحرائی ہماری غلامی پر نازان تھا یہانتک کہ بساط عالم کا رخ باد مخالف سے پلٹ گیا اور جذبات صداقت پر حملہ اور وہ قوم پیدا ہوئی جسکا کبھی خیال بھی نہین ہو سکتا تھا کلمہ طیبہ پڑھ پڑھ کر اسلامی تنظیم واجتماع کے خلاف خروج وبغاوت کا مادہ پیدا ہوا اور اسقدر پھیلا کہ جسکی داستان غم برسون مین ختم ہو گی۔

ابھی کم وبیش سو برس کی بات ہے کہ نجد کے مشہور جنون خیز ملک مین ابن عبدالوہاب نے وہابیت کی بنیاد رکھی اور دیکھتے دیکھتے اوسکا اثر ہندوستان مین پھیل گیا۔ دہلی مین اوسکا تخم لگایا گیا اور اوسکی پرورش اس شان سے کیگئی کہ اوسکے ثمرات کی تجارت اب علانیہ دیوبند مین ہو رہی ہے انکی شرک فروشی وبدعت نوشی کا یہ حال ہو گیا ہے کہ پر قبضہ لگانے۔ گائے کی پرستش کرنے منبر رسول پر مشرک کو بٹھانے قرآن ورامائن کو برابر رکھکر گشت کرانے کیشی کے پنڈال سجانے وغیرہ پر انکی زبانین گونگی اور قوت ناطقہ

معدوم ہو جاتی ہے مگر میلاد شریف فاتحہ عرس کے خلاف زہر اگلنے کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہتے ہین زمانہ رسالت سے لیکر آجتک سب مشرک ہو جائین انکی بلا سے مگر انکی فرقہ بندی کا شکم بھرا رہے شغل ہے۔ مصرعہ بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا چنانچہ دربار رسالت مین بڑی بڑی گالیان اور دربار الوہیت مین شرمناک منھ زوریان دکھا کر کفرستان ہند کے شیخ و امام بابون کو کفر و جہنم کے صدر نشین بنگئے اور ہزارون ذلتون اور رسوائیون کے باوجود نہ توفیق توبہ میسر ہوئی نہ اسی قاعدہ کو بدلا کہ جو انکو مانے وہ مسلمان ورنہ مشرک بدعتی ہے اون جنت و دوزخ کے ادعائے ٹھیکیداری کو دیکھکر قادیان مین ایک شخص کو بلند پروازی سوجھی اور وہابیون نے مسئلہ امکان نظیر مین جو کمائی دکھائی تھی اوسکو وہ لے اوڑا اور نبوت کا دعوے کر بیٹھا دوسری طرف چکڑالویون نے سر اوٹھایا اور اتباع النبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے انکار کر دیا۔ لوگ وہابیت کے ساتھ ساتھ تقلید پر بدلگامیان دکھانے لگے غرض ایک اندھیر مچ گیا اور شور و غل اسقدر بڑھ گیا کہ اعلان حق کی آواز کا امتیاز دشوار ہو گیا اسلام کے اس نازک وقت مین علماء کرام و علم برداران شریعت کے لیے جا بزنہ تھا کہ وہ اسکے دفاع سے غفلت برتین اور اس تہلکہ کو نظر تغافل کردین بلکہ واقعات کی نشو و نما اس انداز پر تھی کہ ائمہ شریعت و حاملان دین کی ذمہ داری اسطرف بڑھ گئی تھی اور "اعلان حق" کا فرض ان مرتدین کی جگلبنی مین محدود ہو گیا تھا وقت کی نزاکت اسوجہ سے زیادہ بڑھ گئی تھی کہ مسلمانون کے پانچون صفات حمیدہ مین کمزوری آگئی تھی اور بعض صفات حمیدہ کا تو بالکل فقدان ہو گیا تھا اسی "اعلان حق" کی جرأت ہونا درکنار اوسکی طرف سے غفلت بلکہ معاذ اللہ نفرت سی آگئی تھی اور دردمندان اسلام کو کلمۃ الحق کہنا دشوار ہو گیا تھا کہ پھر اوسی خدای قدوس نے ہماری حالتون پر رحم فرمایا جس نے اسلام کو ابدی قانون قرار دیا ہے چنانچہ ہندوستانیون نے دیکھا کہ بدایون مین حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالے علیہ اور رامپور مین حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ مین حضرت مولانا عبد الرزاق صاحب رحمۃ اللہ تعالے علیہ وغیرہ وغیرہ اور سرزمین بریلی پر ایک حق گو حق پرست اور حق شناس ہستی تھی جس نے بلا خوف

ومتہ لائم اعلان حق کے لیے میدان جہاد مین قدم رکھدیا اور قوم کے تفرقون سے بے پرواہ ہو کر اپنی اوس شان امامت و تجدید کو عرب و عجم پر روشن کر دیا جسکی عظمت کے سامنے اعدائے دین کے کلیجے تھراتے رہتے ہین میرا اشارہ اعلیحضرت امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی طرف ہے جنکے فراق نے میرے بازو کو کمزور کر دیا اور مسلمانون کو جنکی وفات نے بیکس و ناتوان کر دیا۔

(آپ لوگ عقیدت کے پھول اسوقت پیش کرین اور سورہ فاتحہ پڑھکر اوسکا ثواب مولانا کی خدمت مین ہدیہ کرین)

اس امام وقت کی وفات اسلامی ہند مین کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ یہ اوس عظیم انقلاب کا پہلا واقعہ تھا جسکی گردش مین آج ہم آپ پریشان ہین مسلمانون کا افسوسناک جمود یورپ کی حریصانہ نظر اعدائے اسلام کی بلند پروازی کا ارتقاء اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اگر بیرون ہند اسلامی حکومت کے حصے بخرے تقسیم کرنے پر وہ دشمن تو بین تلے ہوئے ہین جنکو ہماری کفش برداری نے تاجدار کر دیا تھا اور آج حرم پاک کے بیکساہون کے خون سے اوس سفاک و ظالم ابن سعود کا ہاتھ رنگین ہو رہا ہے جسپر دار الاسلام کا داخلہ حرام تھا۔

تو اندرون ہند وہ پیڑ پتھر ڈھیلے مٹی سے ڈرنے والی قوم مسلمانون کے ایمان پر حملہ آور ہے اور سنگھٹن شدھی وغیرہ کا حربہ لیکر اون بہادرون کو مادہ پرستون نے ڈرانے کی دھمکی دی ہے جو ہمالیہ کی چوٹیون کو ہزار برس سے پامال کر رہے ہین وہ ہمالیہ جسکے کنکر پتھر کو یہ لوگ معبود بنائے ہوئے ہین یا کم از کم روح و مادہ کی بھول بھلیان اور تناسخ کے چکر مین سرگردان ہین اور جنکی فطرت مین غلامی و قوت پرستی ہمیشہ سے تھی اسیطرح شقی ابن سعود کی سفاکیون اور بیحیائیون کو دیکھکر ہندی وہابیون نے مسلمانون پر فقرے کسنے شروع کرتے ہین اور اب علانیہ اوس توہب و نجدیت پسندی کو کہا جاتا ہے جسکو امام اہلسنت کے زمانہ مین کہتے ہوئے شرم آتی تھی کیا غضب ہے کہ اعلیحضرت غازی اسلام امیر امان اللہ خان فرمانروا افغانستان خلد اللہ تعالے ملکہ و سلطنتہ ایک مرتد قادیانی کو بحکم شریعت قتل کر کے سنت صدیقیہ کی مثال قائم کرتے ہین اور عالم اسلامی اسکی واقعہ پر مبارکباد

کو رہا ہے کہ ہندوستان ہی وہ مقام ہے جہان دنیا بھر کے ٹھیکیدار بستے ہین چنانچہ وہ گنتی کے لوگ جنھون نے اسلامی سلطنت پر بیجا انداز سے ناجائز حملہ کیا تھا وہ ہندوستان ہی کے تھے ابن سعود ایک فرضی وخود ساختہ جعلی "موتمر اسلامی" کی دعوت موجودہ زمانہ کی مشہور مکاریون کے پیے دیتا ہے اور دنیائے اسلام اوسکی صدا کو شور وک وخر کے برابر بھی نہین سمجھتی مگر ہندوستان ہی وہ جگہ ہے جسکے ساحل بمبئی مین صرف ایک شخص نے بطور خود مدعو بنکر اپنے ساختہ پرداختہ مین سیٹھیون کو شرکت جلسہ کے لیے روانہ کیا اگرچہ اونکے لیے داخلہ حرم ازل سے ممنوع تھا اعلیحضرت محی الاسلام فرمانروائے حیدرآباد کے زیر نگین ایک اتفاقی سبب سے ایک بتخانہ منہدم ہوجاتا ہے اوسکا معاوضہ سلطنت دیدیتی ہے زیادہ دے رہی ہے گر وہ ہندوستان ہی کا ملک ہے جس مین ابتک مخالفت کی آواز بلند کی جارہی ہے بلکہ الحاق برار کے جیسے ضروری مسئلہ سے اسلیے لوگون کو ہٹایا جاتا ہے کہ بتخانہ کے عوض کوئی مسجد کیون نہ منہدم کرا دی گئی یعنے ترکون کے نظام عمل پر نکتہ چینی وہابیہ کے عروج کا مخالفت. افغانیون کے امور داخلیہ پر معترض احترام حرم پاک کا دشمن غرض دنیا بھر کا ٹھیکیدار ہر معاملہ مین ہندوستانی ملتا ہے آخر یہ کیا ہے؟ اسکا جواب صرف اتنا ہے کہ مسلمانون نے اپنا فرض فراموش کردیا ہمکو یاد نہین رہا کہ ہم ہندوستان کیون آئے تھے ہمنے زمینداری تجارت. ملازمت وغیرہ ہی کو مقصود اصلی قرار دیدیا اور اسکا خیال نہ رہا کہ اس قسم کے حرص دنیا مین ہرگز یہ قوت نہ تھی کہ ہمکو ہمارے بابرکت گھر سے علیحدہ کردیتی اگر راحت دنیا کوئی چیز قابل قدر ہوتی تو گروہ انبیا سلاطین وقت ہوتا اور کربلا کی انجمن چلتے پھرتے ریگستان پر قائم نہ ہوتی اور ہم تو ابھی کہتے ہین کہ بغداد کو دارا اور عثمان کا تخت وتاج چھوڑکر آج ہندوستان کی مشکلات کو اختیار نہ کیا جاتا مگر ہمارے بزرگون نے اپنے نظام حیات سے اس حقیقت کو آفتاب سے زیادہ روشن کردیا کہ مسلمانون کے سفر وقیام کا صرف ایک مدعا ہے اور وہ اعلان حق ہے مگر ہماری فراموشی اور غفلتون کی انتہا ہے کہ صفات محمودہ آہستہ آہستہ ہم سے رخصت ہوتے جاتے ہین اور ہمارے تفرق وتشتت کا افسوسناک منظر ہمارے اعدا کو شہ دے دے کر ابھار رہا ہے. ہمین معلوم ہے کہ اب بھی ہندوستان مین مشائخ کرام و

وعلماء عظام کی مبارک ہستیان موجود ہین جنکی برکت سے اس تاریک ملک کا زمین و آسمان قائم ہے مگر سب کا شیرازہ اسطرح بکھرا ہوا ہے کہ ہر ہستی کے مقامی اثر کا پھیلا ایک درجہ پر جاکر محدود ہوگیا ہے اور وہ اپنے تمام نمایان کامون کا تنہا ذمہ دار ہوکر رہ گیا ہے اور اب بھی مسلمانون کا بڑا گروہ اونکے برکات سے محروم ہے اسی کا نتیجہ تھا کہ آریون اور سنگھٹنون نے نڈر ہوکر ملکانہ کے علاقہ پر حملہ کیا اور مسلمانون کو اقرار کرنا پڑا کہ اونکے سایہ عاطفت سے یہ ملک برسون سے علیحدہ پڑا تھا اس موقع پر میرا فرض ہے کہ اراکین جماعت رضائے مصطفے بریلی اور ممبران انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کو دلی مبارکباد دون جنھون نے قوم کی طرف سے ملامت کی بوچھار ہونے پر بھی ایک سنت کی تاخیر نہ کی اور وقت پر پہونچکر مشرکین کے پرغرور سر کو کچل کر رکھدیا جب اشرفی جھنڈا اس علاقہ مین پہونچا تو ہمنے خود جاکر اس منظر کو دیکھا کہ کام کرنے والون کی دشواریان اسقدر بڑھی ہوئی ہین جنکا تصور بھی گھر بیٹھے والے دماغ پر بار ہے.

ماہ مبارک ہے گرمی کی شدت ہے پانچ پانچ دس دس کوس کا پاپیادہ سفر ہے افطار کے لیے چنا بھی کبھی میسر نہین ہے مگر عزم وثبات کا یہ عالم ہے کہ ہر خار راہ ان مجاہدین کی نگاہ مین گل بوٹا نظر آرہا ہے ایک ایک فرد کی دولت ایمان کو بچانے کے لیے اون اون مصیبتون کو برداشت کیا گیا ہے جسکی داستان بہت طویل ہے لیکن کیا ہماری بدقسمتی اور قیامت خیز بدقسمتی اس سے بڑھکر ہوسکتی ہے کہ وہ مقتدین اور کارکن جماعت آج اپنی ذمہ داریون سے اسلیے علیحدہ ہو رہی ہے کہ مالی ناداری نے اوسکو کھوکھلا کردیا ہے اور اب اونکو ایک قطرہ پانی کا پلانے والا ہندوستان مین نہین ملتا انجمنون کے بننے بگڑنے کا تماشہ تو ہندوستان کا روزمرہ ہو رہا ہے اور دنیا طلبی کے کامون مین بھی مذہبی رنگ پیدا کرنا ایشیائی مذاق کا ایک کھیل ہے کل کی بات ہے کہ ترکون کے نام پر کمیٹیون کی اسقدر بھرمار ہو رہی تھی کہ نام کا ملنا دشوار ہوگیا تھا کھینچ تان کے آگے اپنے مہر اپنے بیٹے کو بھی ترکون کی خدمت قرار دیا تھا اور پر لطیفہ تو یہ ہے کہ ترکون کے سینہ پر ہندوستان آنے کے وقت بھالے رکھدینے پر آمادگی دکھائی اور اسکو ترکون کی خدمت بتایا مگر آخر دنیا فانی دنیا کے اغراض فانی ایک یک

کرکے خود بخود ساری کیٹیان معدوم ہوگئیں اور اب اوس وسیع خزانہ کے سوا کچھ نہ رہ گیا جو غریب مسلمانون کا پیٹ کاٹکر جمع کیا گیا تھا ان انجمنون کے اغراض و مقاصد سے علیحدہ ہوکر اگر اونکی فنا کے اسباب پر نظر کرو تو صرف یہی پاؤگے کہ اون صفات خمسہ کا فقدان تھا جنکے بغیر مین کہہ چکا ہون کہ اعلان حق ایک محال امر ہے اول تو کسی مین جرات و ہمت نہ تھی اور تھی تو عقل و فراست سے وہ خالی تھے اگر تدبر بھی تھا تو دین و دیانت سے واسطہ نہ تھا اگر کسی کو دین کی بھی لاج تھی تو مزاج مین استقلال نہ تھا اور صبر و قناعت کا کیا حال لکھون کہ ممبری کے بعد بالخصوص چیلخانہ کا وضعدار بننے پر اوسکے باورچیخانہ کا جائزہ لینا حرام اور اوسکے موٹر کا خرچ دریافت کرنا جرم ہو گیا تھا۔ تحمل و مروت کے فقدان پر یہی کافی دلیل ہے کہ اپنے ناصح مہربان پر اوسنے غرانا اونکا کام تھا لہذا ایسے کامون کا اوبھر کر دب جانا مقام حیرت نہیں ہے۔ ہان تعجب اسکا ہے کہ ایک جری و باہمت عقیل و دیندار و متدین و مستقل المزاج و شجاع صابر و قانع متحمل و بامروت جماعت خالص دینی مذہبی تبلیغی کام کرتی ہے اور صرف مالی ناداری اوسکے بلند حوصلون کے راہ مین رکاوٹ بنجاتی ہے۔ پیارے عزیزو اگر ہم اسی حالت مین ہون اور پھر قیامت برپا کر دیجاے اور سب سے پہلا سوال یہ ہو کہ اعلان اسلام مملکت اسلامیہ کی دھجیان اوڑا رہے تھے ابن سعود نجدی حرم پاک کی بیحرمتیا اور عقبات عالیہ کو منہدم کرتا تھا عراق و حجاز یعنے مقدس جزیرۃ العرب کا احترام خطرہ مین تھا۔ تمھارے پڑوس مین وہابیون کا زور شور اور اونکے فتنون کا بازار گرم تھا قادیانیون کی بدزبانیان بڑھی ہوئی تھین آریون کا حملہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا اسوقت تمنے اے اسلام کے مدعیو اے حسین مظلوم کے سوگوارو اے غوث پاک محی الملۃ والدین کے نیاز مندو اے خواجہ ہند معین الملۃ والدین کے حلقہ بگوشو اے خواجہ نقشبند ناصر الاسلام والمسلمین کے غلامو "یوروپ کی دراز دستیان ابن سعود کی سفاکیان وہابیون کی منہ زوریان قادیانیون کی بے لگامیان آریون کی چیرہ دستیان دیکھتے تھے تو کہو کہ تمنے ہمارے بتائے ہوے طریقہ پر کیا کیا تھا اپنے اعمال سے تمکو سنی قادری چشتی نقشبندی ثابت کر دکھایا یا یہ کہ تمھارے کرتوت نے تمھارے دعوے کو غلط قرار دیا۔

پیارے عزیزو! سچ بتاؤ کہ اس سوال کا جواب ہمارے پاس کیا ہوگا

جماعت رضاے مصطفےٰ اگر اپنی کارہاے نمایان دکھاکر بری ہوگئی تو اس سے ہمارا کیا بھلا ہوگا لہذا مرنیسے پہلے توبہ کرلو اور قیامت آنیسے پیشتر توشہ جمع کرلو جماعت کی موت کو اپنی تباہی کا مقدمہ سمجھو اور اوسکو دائمی حیات سے مطمئن کر دو مینے آپ کا وقت بہت زیادہ ضائع کیا اور اب مین مختصر لفظو مین صرف اتنا عرض کرونگا کہ ہماری تاریخ کی ابتدا اور انتہا مین جو زمین و آسمان کا فرق ہے وہ آپ پر ظاہر ہوگیا اور آپ نے سمجھ لیا کہ اس مصیبت کا خاتمہ اسی پر موقوف ہے کہ منتشر قوتین یکجا کر دیجائین اور خانقاہ و مدرسہ سے لیکر غریب مسلمانون کے جھوپڑے تک کو ایک سلسلہ مین منسلک کر دیا جاے اور اپنی تمام ملکی قومی مذہبی امور کی باگ اسطرح حضرات علماء کرام کے مقدس ہاتھون مین دیدیجاے جس سے سرتابی کی مجال کسی مین باقی نہ رہے ہم نہایت آزادی کے ساتھ توپ کے دہانے کے سامنے کفر پسندون کی نفرت سے بے پرواہ ہوکر "اعلان حق" کرین کیونکہ اعلان حق تیرہ سو برس سے صرف ہم مسلمانون اور خالص سنیون کا کام رہا اس مین کسی وہابی قادیانی گاندھوی وغیرہ کا کوئی حصہ نہین ہے اسی درد نے ہمارے فرزند روحی و برادر ایمانی استاذ العلما مولینا حافظ سید محمد نعیم الدین صاحب اشرفی جلالی کو بیچین کر دیا اور یہ اونکے جذبات صادقہ کی ادنی کشش ہے کہ پنجاب سے بنگال تک کے ہر صوبہ کا مسلمان آپ کے سامنے موجود ہے جو آل انڈیا سنی کانفرنس کے دست ہمت و کار پردازی پر بیعت کرنے کو تیار ہے۔

پیارے سنیو! یہ کانفرنس آپ کی تنظیم و اجتماع کی بہترین صورت ہے اور عالم اسلامی مین ہماری واحد نمائندہ جماعت ہے اور اسکے اعلے مقاصد مین ہماری اون مصیبتون کا دفعیہ بھی داخل ہے جو منحوس قرض کے نام سے ہماری مالیات کو کمزور کر رہی ہے یعنے ہماری بہبودی دارین کی یہ اپنے شان کی ایک ہی کانفرنس ہے اور تمام سنی انجمنین اسمین منضم ہوگئی ہین اسکے ماتحت صوبہ کانفرنس ضلع کانفرنس تحصیل کانفرنس کا جلد سے جلد قیام سنیون کے بازوے عمل پر فرض ہے۔

جبسے آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام کلکتہ مین سنا تھا اور اسکے مقاصد حسنہ کو معلوم کرکے اون تاریخون کا بیچینی کے ساتھ انتظار کر رہا تھا مجھے جو غم کھاے جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس مبارک بنیاد کے وقت میری عمر کا بڑا حصہ گذر چکا ہے اور ضعیفی و ناتوانی نے

اسطرح مجھکو گھیر لیا ہے کہ مین آپ کا ایک عضو معطل ہو کر رہ گیا ہون اور سخت شرمندہ ہون کہ اس مقدس تحریک کی کوئی نذر پیش کر کے مین حق سے سبکدوش نہین ہو سکتا ہون۔

ان میری اسّی برس کی کمائی مین صرف دو چیزین اپنی جگہ کی قیمت کا اندازہ اگر آپ میری نگاہ سے کرینگے تو ہفت اقلیم کی تاجداری ہیچ نظر آئے گی یہ میری بڑی قیمتی کمائی ہے جسپر مجھکو دنیا مین ناز ہے اور آخرت مین فخر ہوگا جسکو مین کبھی اپنے سے جدا نہین کر سکتا تھا لیکن آج اعلان حق کے لیے مین اپنی ساری کمائی نذر کر رہا ہون میرا اشارہ پہلے اپنے لخت جگر و نور العین مولینا الحاج ابو المحمود سید احمد اشرف اشرفی جیلانی پھر اپنے نواسہ و جگر پارہ مولانا الحاج ابو الحامد سید محمد محدث اشرفی جیلانی کی طرف ہے جن دونوں کی ذات میری ضعیفی کا سرمایہ ہے مین آج ان جگر کے ٹکڑون کو نذر پیش کرتا ہون کہ "اعلان حق" مین حیات کی آخری ساعت تک سنت و اہل سنت کی خدمت جو سپرد کی جائے اوس مین میری تربیت و حقوق کا حق ادا کر دین۔

امید ہے کہ آپ ایک متوکل درویش کی ناچیز نذر کو قبول فرما کر مجھے رب کی سرکار مین سرخرو فرمائین گے اور آپ یقین رکھین کہ میری رات دن کی دعائین آپ سے جدا نہوگی اور آپکا درد میرے دل سے کبھی نہ جائیگا۔

اے میرے پیارے سنیو! خدا کرے کہ تم غفلت کو ہٹاؤ ہوشیار رہو اغیار کو پہچانو اپنی تنظیم کی قدر کرو محبت اور اتفاق کائم جاؤ۔ بڑھو پھولو پھلو اور تمھارے اقتدار کا پرچم زمین پر لہراتا ہو۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

وما ذالک علی اللہ بعزیز و انہ علی کل شئ قدیر و الصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ البشیر النذیر و الہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

فقیر ابو احمد المدعو سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ

کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

خطبۂ صدارت

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد

۲۰ ــــ ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۶ ــــ ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے حضرت مولانا حامد رضا خان قدس سرہ کا یہ خطبہ سنی کانفرنس کے پس منظر اور اغراض و مقاصد کی مکمل جامعیت سے وضاحت کرتا ہے۔ بعد کے تمام علماء اور خطباء نے حضرت مولانا موصوف کی دینی معلومات کی وسعت اور علمی و سیاسی امور کی بصیرت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ اس خطبہ میں جو امور بیان ہوئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) تنگ دل ہندوؤں کے مظالم ــــ شدھی تحریک، سنگھٹن، ذبیحہ گاؤ پر فساد بلکہ قتل عام، ہندوؤں کا مزاج ــــ جانوروں سے محبت اور انسانوں پر ظلم، سوراج کے بہروپ میں مسلمانوں کو دائمی غلامی کے جال میں پھنسانا۔

(۲) بعض مدعیان اسلام کی غیر اسلامی حرکات، ہندو مسلم اتحاد کی دعوت کے مضر اثرات تحریک خلافت، عدم تعاون، ہجرت میں مسلمانوں کے بے پناہ نقصانات ان تحریکوں میں بعض لیڈروں کی بے اعتدالیاں۔

(۳) تعلیم، تبلیغ، تعلیم بالغاں، قدیم اور جدید علوم کی ضرورت،

(۴) اتحاد بین المسلمین، تنظیم مساجد،

(۵) معاشرتی زندگی کے رہنما اصول، امن پسندی، تحمل، رسومات بد سے احتراز۔

(۶) مسلمانوں کی اقتصادی ترقی کا انحصار ——— تجارت، مسلمانوں سے خرید و فروخت، مقدمہ بازی کی لعنت سے بچاؤ کی تدابیر، قانونی چارہ جوئی کے لئے مسلمان وکلاء کی تنظیم ملازمت کی بجائے ہنر حاصل کرنا، صنعت و حرفت کی ضرورت، گداگری کی لعنت سے نجات کا طریقہ، زمین و مکان کی خرید، اسراف سے پرہیز اور میانہ روی کی تلقین، کسب معاش کی اہمیت، قرضہ لینے سے حتی الامکان احتراز، سودی قرضہ سے بچنے کے لئے بیت المال کی طرز پر مسلمان قرضہ حسنہ کے ذخیرہ کا اہتمام کریں۔

(۷) مسلمانوں کا تمدن، تہذیب، روایات، مذہب وغیرہ دوسرے مذاہب خصوصاً ہندوؤں سے بالکل الگ ہے ——— دو قومی نظریہ کی تشریح۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد مندرجہ بالا اصول ہیں۔ مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقی کے یہ دائمی اصول ہیں، جن کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وقت گزرنے کے باوجود یہ اصول آج بھی مسلمانوں کی ترقی کے ضامن ہیں۔

اس خطبہ کو مولانا محمد ابراہیم رضا خاں نے ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں مطبع اہل سنت بریلی سے طبع کروا کر شائع کیا تھا۔ کتاب ہذا میں اسی مطبوعہ خطبہ کے سرورق کا عکس پیش کیا جارہا ہے۔ یہ خطبہ ہمیں دیمک خوردہ (شاید ناقص الآخر) فوٹو سٹیٹ کی صورت میں جناب پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) سے دستیاب ہوا ہے۔ آپ تک اصل خطبہ پہنچانے کی غرض سے دیمک خوردہ مقامات خالی[1] چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

اس خطبہ کی فراہمی کے سلسلے میں ہم پروفیسر صاحب موصوف کے شکر گزار ہیں۔

---

[1] قارئین کرام کو ان مقامات پر زحمت پیش آئے گی جس کیلئے ہم معذرت خواہ ہیں، ہمیں فی الحال سعیٔ بلیغ کے باوجود مکمل نسخہ دستیاب نہ ہوا۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ (مرتب)

نوٹ: چونکہ فوٹو سٹیٹ سے عکس تیار نہیں ہو سکا اس لئے مذکورہ خطبہ کی کتابت کرائی گئی۔

(۷۸۶)

جس میں بحمدہ سبحنہ وتعالیٰ وہ نفیس وجمیل عظیم وجلیل

خطبۂ صدارت

جمعیت عالیہ

جو

حضرت حامی سنن ماحی فتن نحریر علامہ حبر فہامہ حجۃ الاسلام شیخ الانام المولوی المفتی الشاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضوی بریلوی صدر مجلس استقبالیہ جمعیۃ عالیہ اسلامیہ دام فیضہم نے اجلاس ہائے

آل انڈیا سنی کانفرنس

منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء بمقام مراد آباد کے لیے مرتب فرمایا

مطبع اہلسنت بریلی میں

باہتمام مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ

افضل رسلہ وسید الانبیاء محمد وآلہ اجمعین

عہدِ حاضر

اگرچہ اسلام کی نشو ونما ہی مخالفتوں میں ہوئی اور ہر زمانہ میں مخالفین کی زبردست طاقتیں اس کے درپے استیصال رہیں لیکن عہدِ حاضر کے مصائب اور دورِ موجودہ کے فتنے بہت زیادہ مہیب اور بھیانک نظر آرہے ہیں۔ ایک طرف تو مختلف قسم کے دشمنوں کا اسلام اور مسلمانوں کو مٹا ڈالنے کے لئے ٹوٹ پڑنا اور اس خیال میں مجنونانہ کوششیں کرنا اور شب وروز معروفِ ایذا و آزار رہنا اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو اپنی زندگی کا بہترین مقصد قرار دینا۔ دوسری طرف مسلمانوں کی ہر طرح کی کمزوری اپنے مآل سے غفلت اپنی حفاظت سے بے پروائی مذہب سے ناواقفیت باہمی منافقات تھوڑی سی طمع پر دشمنانِ اسلام کی تائید اور غداری پر آمادہ ہو جانا۔ اپنے اوپر اعتماد نہ کرنا دشمنوں کو دوست سمجھنا اور اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دیدینا۔ دوست نما دشمنوں اور مسلم نما بدخواہوں کو نہ پہچاننا امراء کا غرباء سے نفرت کرنا اپنے اسلامی بھائیوں کو ان کی غریبی یا ناداری کی وجہ سے بنظرِ حقارت دیکھنا۔ پیہم پیش آنے والے حوادث سے عبرت پذیر نہ ہونا۔ بار بار اہلِ غرض کے فریب میں آجانا اور کمال بدعقلی سے پھر بھی ہوشیار نہ ہونا اور ان کے دامِ تزویر کے شکار ہوتے رہنا یہ وہ حالات ہیں جن پر نظر کرکے کہا جاسکتا ہے کہ پچھلے ادوار میں مسلمانوں کو جن مصائب سے سامنا پڑتا رہا ہے وہ ان عبرت انگیز حالات

کے مقابل ہیچ ہیں بہت سے ملت فروش مسلمانوں کے نمائشی جھوٹے دین گران کی رہنمائی کے دعاوی کے ساتھ دشمنانِ اسلام سے دولت حاصل کرنے کے لالچ میں مسلمانوں کی بدخواہی اور اغیار کی خدمت گزاری کر رہے ہیں۔ مسلمان ان کے اسلامی نام اور دعویٰ اسلام سے دھوکے کھاتے اور غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سبزہ رنگے بخطِ سبز مرا کرد اسیر دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

دردمندانِ اسلام

دردمندانِ اسلام کس سوز و گداز میں ہیں اور ان کی راتیں کس بےچینی سے سحر ہوتی ہیں ان کے دماغ کس پیچ وتاب میں رہتے ہیں۔ لیل و نہار کی ساعات ان پر کیسے مکدر اور کرب و اضطراب میں گزرتے ہیں حسرتوں کی تصویریں اور امیدوں کے بن بن کر بگڑنے والے نقشے اُن کے لئے عذابِ جان ہو رہے ہیں ۔ میں خود بھی مدتوں سے اس سرگردانی میں ہوں بایں خیال کہ کوئی عالی دماغ دردمند جب اس مقصد کے لئے کوئی تدبیر اور مسلمانوں کے فلاح و اصلاح کا کوئی موثر و کامیاب طریقہ تجویز فرمائے تو ضرور وہ اُن کے حق میں نافع ہوگا میری فکر کیا چیز ہے جو پیش کرنے کے قابل ہو لیکن جب کسی طرف سے صدا نہ اٹھی کسی بزرگ نے کوئی کافی رہنمائی نہ کی اور مسلمانوں کے لئے حالاتِ موجودہ کے اعتبار سے کوئی دستور العمل تجویز نہ کیا گیا تو ناچار میں نے قصد کیا کہ اپنے خیالات کو قلمبند کرکے حاضر کروں اہلِ علم و اہلِ رائے اس میں جو تدبیر مناسب اختیار فرمائیں براہِ کرم خاکسار کو اس سے مطلع فرمائیں۔

مقاصد

مسلمانوں کی درستی اور کامیابی کے لئے جو اہم مقاصد اس وقت نصب العین اور فوری جدوجہد کے طالب ہیں وہ کم از کم یہ چار ہیں (۱) تبلیغ (۲) مذہبی تعلیم (۳) حفظ امن

(۴) اصلاحِ معاشرت۔

پہلا مقصد

ہمارا پہلا مقصد تبلیغ ہے جس دن سے اسلام دنیا میں چمکا اُسی روز سے اُس کی شعاعوں نے دشت وجبل بر و بحر کو اپنا فیض پہنچانا شروع کیا داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پہلی صدا دینِ حق کی تبلیغ تھی اور تمام عمر شریف کا لمحہ لمحہ تبلیغ میں صرف ہوا حضور سے پہلے جو ربانی ہادی (انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام) تشریف لاتے رہے وہ بھی ہمیشہ تبلیغ فرماتے رہے اور اُسی وجہ سے اُنہیں بے شمار جانکاہ اور خطرناک مصیبتیں اور ایذائیں برداشت کرنا پڑیں جنکو رضائے الٰہی کے لئے وہ بخوشی برداشت فرماتے رہے حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے صحابہ (رضوان اللہ علیہم) اور تابعین کا ہر فرد اسلام کا مبلغ تھا اور ایسا مبلغ کہ اُس کی زندگی کا مقصد تنہا اسلام کی تبلیغ تھی اور بس۔ اس تبلیغ کے لئے انہوں نے کیسی محنتیں اٹھائیں مشقتیں برداشت فرمائیں جانیں نذر کیں مال فدا کیے یہ ان کے کارناموں پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہے اُن کے بعد کے مسلمان بھی اس طرح اس میں مصروف رہے کہ اُن کے احوال کا مطالعہ انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے اقالیم و ممالک کے فاتحین وسیع اور زرخیز ملکوں پر قابض ہو کر دولت و مال اور حکومت و سلطنت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ دین کا اعلا اور اسلام کی تبلیغ وہ چیز تھی جو اُن کا نصب العین رہتی تھی جب تو اُن کے غلاموں نے سلطنتیں کیں اور ایسی سلطنتیں کہ تاجداری کا عہد درویشی اور دینداری کی زندگی کا اعلیٰ نمونہ ہے وہ تختِ سلطنت پر متمکن ہو کر ایک نادار فقیر کی طرح بسر اوقات کرتے تھے سلطنت کے معمور خزانوں کے باوجود اُن کی معاش ان کے اپنے ہاتھ کے کسب پر موقوف تھی اُن کا طرزِ عمل دینداری و پابندی کا بہترین معلم تھا۔ غرض مسلمانوں کے جس طبقہ پر نظر ڈالئے وہ اسلام کا مبلغ نظر آتا ہے۔ بادشاہ ہے تو مبلغ وزیر ہے تو مبلغ امیر ہے تو مبلغ بلغوا فقیر ہے تو مبلغ حضر و سفر میں تبلیغ بر و بحر میں تبلیغ دنیا میں دھوم مچا دی غلغلے ڈال دیئے زمانہ معمور کر دیا جہاں رنگ ڈالا عالم کو اسلام کا متوالا بنا دیا سرزمین کفر میں توحید کی صدائیں بلند کیں گنگا اور جمنا کے کنارے برج اور کاشی کے میدان پرستارانِ توحید اور علمبردارانِ اسلام سے معمور ہیں جو قومیں صدیوں سے تاریکی میں تھیں جن کی پشتہا پشت سے بت پرستی آبائی ترکہ چلی آتی تھی اُن کے دل منور کئے اللہ واحد لاشریک لہ کے حضور اُن کی گردنیں جھکائیں جہاں ناقوس بجتے تھے وہاں سے قرآن پاک کی آوازیں آنے لگیں غرض ہر قرن میں مسلمان مصروف تبلیغ رہے۔ اور یہی اُنہیں حکم تھا۔

قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وقال تعالیٰ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔

موجودہ زمانہ

موجودہ زمانہ میں ہمسایہ قوم نے مسلم آزاری کی جو ہیم کوششیں جاری کر رکھی ہیں اُن میں شدھی کا فتنہ سب سے اہم ہے شدھی مسلمانوں کو مرتد کرنے اور معاذ اللہ مشرک بنانے کا نام ہے جس کے لئے ہندو دو برس سے سالہا سال کی منظم کوششوں اور تیاریوں کے بعد پوری قوت کے ساتھ ٹوٹ پڑے ہیں ہر طبقہ کے ہندو اس سعی میں سرگرم ہیں ہندو والیان ریاست اور راجگان ان کی سبھاؤں میں شرکت کرتے ہیں، مدتوں کی پُر اطمینان کوششوں سے وہ ہندوستان بھر میں ایک نظم قائم کر چکے ہیں ہر گاؤں میں سبھائیں قائم ہیں۔ کثیر التعداد مناظرین ملک بھر میں دورے کرتے پھر رہے ہیں جابجا مسلمانوں کو چھیڑنا پریشان کرنا جاہلوں دیہاتیوں کو بہکانا شاہانِ اسلام اور بزرگانِ دین کی شان میں گالیاں دینا گستاخیاں کرنا اسلام کی توہین کے ٹریکٹ چھاپنا اور اُن میں حضرت پروردگار عالم تک کو گالیاں دینا یہ ان کا شیوہ ہے۔ طمع اور دباؤ سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہی اُن کے دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے بہت سے نادار اور جاہل اُن کے اس دام فریب میں پھنس کر ایمان کھو بیٹھے۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے تبلیغ دحقانیت

اسلام کا مسئلہ اور بھی اہم ہو جاتا ہے۔ ابتک تو شدھی کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھی لیکن اب اُنھوں نے اپنا میدانِ عمل وسیع کر دیا ہے اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں قومیں کی قومیں اُن کی دستبرد سے تباہ ہو رہی ہیں مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں جو ہیں اُن میں کوئی رابطہ نہیں جس سرزمین کو خالی دیکھا وہاں آریہ دوڑ پڑے جب تک علمائے اسلام کو کسی حصۂ ملک سے بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکتے ہیں، راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر و زر طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلا کی دعوتِ حق کے مقابل بیکار ہو جاتی ہیں اور حقانیت کی جذب قوی کی تاثیر کو اس قسم کے جادو کم نہیں کر سکتے جو جاہل ناداروں کے سامنے ہزار ہا روپیہ پیش کیا جاتا تھا اور انہیں مرتد ہو جانے پر بہت ولولہ انگیز مژدے سنائے جاتے تھے نوجوانوں کے جذبات مشتعل کرنے والے مناظر سے تسخیر کرنے کی کوششیں ہوتی تھیں اور وہ اُن دلفریبیوں پر وارفتہ سے ہو جاتے تھے۔ جوانی کا جنون انہیں اندھا کر دیتا تھا اور ان کی عقل سرشار مخمور کی طرح نکمی ہو جاتی تھی، وہاں ہمارے پاس اسلامی زہد اور بزرگوں کے ذکر کے سوا کوئی نسخہ نہ تھا جو ایسے مریض پر کارگر ہوتا ہے مگر یہ نسخہ ایسا بجھا اثر کرتا تھا کہ دیہاتی نوجوان اپنی سرمستی سے ہوش میں آ کر دل لبھانے والی صورت کی چاہت اور مال و منال کے لالچ دونوں کو نفرت کے ساتھ ٹھوکر مار کر طاعتِ الٰہی کے لئے کمربستہ ہو جاتا تھا غریب محتاج لوگوں کا ملتی دولت سے متنفر ہونا نوخیز نوجوانوں کا خوبصورتی کے بتوں کو لات مار دینا اور فقر و فاقہ کی مصیبت اور کنجِ عزلت و زہد و عبادت کو شوق کے ساتھ اختیار کرنا موسمِ گرما میں روزے رکھنا نمازیں پڑھنا اور پچھلی رات سے اٹھ کر یادِ خدا کرنا اور اس سے لطف اٹھانا، اسلام کی حقانیت کی وہ زبردست تاثیر تھی جس نے دشمنوں کی تمام تدبیریں اور جملہ سامان بیکار کر دیئے۔ اب ان کے پاس روپیہ ہے لیکن وہ اس روپیہ کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتا ہے ان کے ساتھ خوش لباس خوبرو ہیں مگر وہ ان کی طرف نظر کرنے سے نفرت کرتا ہے۔ صیادوں کے حوصلے پست

ہو گئے قریب کے زمانہ کا ایک تذکرہ ہے۔ ایک بوڑھا صدر تبلیغ میں آیا کہنے لگا آریہ ہم سے شدھی ہونے کو کہتے ہیں اور روپیہ بھی دیتے ہیں اور ہمارے مقدمات میں پیروی کرنے کا بھی وعدہ کرتے ہیں اگر تم اُن سے زیادہ ہمدردی کرو تو ہم آریوں کو نکال دیں نہیں تو شدھی ہو جائیں۔ دفتر نے اُس کو محبت سے بٹھایا اور کہا کہ مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ کوئی قوم کسی شخص کے افلاس و مصیبت کو دُور نہیں کر سکتی دینے سے خدا رسول کے بھلا ہوتا ہے ہم اُن کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہیں چاہتے۔ مسلمان اللہ کے بندے ہیں اللہ نے انہیں عزت دی ہے اُن کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ چاہے بھوک سے دم نکل جائے چاہے کنبہ مرجائے مگر وہ منگتا نہیں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں بادشاہ کا غلام چاہے بھوکا مرے مانگنا گوارا نہیں کرتا۔ تو اللہ کا بندہ کیا اللہ کے دشمن کے سامنے ہاتھ پھیلانا گوارا کرے گا۔ اس قسم کی باتیں سن کر یک لخت اُس بوڑھے کے خیالات بدل گئے اور جوش میں کھڑا ہو کر کہنے لگا مولوی صاحب اب ہم کسی کے پاس نہ جائیں گے اور اپنے خدا ہی سے فریاد کریں گے تم نے ہمیں ٹھیک راستہ بتا دیا اور اُس نے اپنی زبان سے بہت شکر گذاری کی اور الحمد للہ کہ اسلامی عقیدے پر مستقل ہو گیا۔ غرض تعلیم اسلام قلوب میں زبردست تاثیر کرتی ہے لیکن ملک میں کہاں کہاں یہ تعلیم اور اس کے وسائل ہیں علاقے کے علاقے وہ ہیں جہاں کے مسلمان اسلام کی تعلیم دینے والے کی صورت سے نا آشنا ہیں مدتیں جہل و نادانی میں گزر چکی ہیں ایسی حالت میں آریوں کی زبردست اور منظم

میں چند افراد کو بھیج کر نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام ملک

نہ کیا جائے کہ ایک ایک گاؤں کے مسلمانوں کی مذہبی تربیت کا سہل انتظام ہو سکے اس لئے ضرورت ہے کہ تمام ملک کے دردمند اہلِ اسلام اور ہر ہر صوبے کے علمائے کرام اور حامیانِ ملت کو حرکت دیں اور ایک مشترک نظام سے تمام ملک میں دینیات کی تعلیم کا سلسلہ قائم کریں۔

مدرستہ التبلیغ یہ عرض کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ علاقہ راجپوتانہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں معقول تعداد کام کرنے والوں کی دو ڈھائی سال سے مصروف عمل ہے ان میں بہت افراد ناکارہ بلکہ بعض مضر اور سخت مضر ثابت ہوئے اُن سے بجائے فائدہ کے ایسے نقصان پہنچے جن کی تلافی دشوار تھی اس کا باعث اکثر و اغلب اُن کی ناتجربہ کاری اور کام کی ناواقفیت تھی اس تجربہ کے بعد یہ طرز عمل اختیار کیا گیا کہ نئے آدمیوں کو کارکردہ لوگوں کے ساتھ رکھ کر کچھ دنوں کام سکھا لیا جاتا تب انہیں تنہا کسی مقام پر بھیجا جاتا تھا لیکن ایسا کہاں تک ممکن ہے اور اس طرح کتنے آدمی کام کے قابل ہو سکتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ کم از کم ایک مدرستہ التبلیغ کھولا جائے جس میں مدرس مبلغ مناظر تعین امتحان ہوں اسی مدرسہ کے سند یافتہ سلسلہ تبلیغ میں رکھے جائیں اس ضرورت پر نظر کر کے انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد نے مدرستہ التبلیغ کی تجویز کی جس کے قواعد و ضوابط اور نصاب اور مدت تعلیم آپ کے ملاحظہ کے لئے آخر میں درج کی جائے گی اس مدرسہ کے لئے اور ملک کے عام تبلیغی مدارس کے لئے اور مسلمانوں کی اعانت و حفاظت کے لئے بہت سی جدید تصانیف کی بھی ضرورت ہے جس کو قابل اور واقف کار لوگوں کی ایک جماعت اپنے ذمہ لے پھر اُس کی طبع و اشاعت یہ خود ایک مستقل کام ہے جو تبلیغ کے ماتحت انجام دینا ضروری ہے اُس کے لئے جو ضروری امور ہیں ان کو میں اس وقت بحث میں نہیں لاتا میں اس طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ تمام کام کوئی شخص یا کوئی جماعت ہندوستان کے کسی ایک مقام پر بیٹھ کر انجام نہیں دے سکتی نہ کوئی وفد تمام ملک کا دورہ کر کے اس مقصد میں کامیابی کا ذمہ لے سکتا ہے میدان عمل کی وسعت عقل کو حیران کرتی ہے دشمن کی سبھائیں اور تعلیم گاہیں ملک کے گوشہ گوشہ میں کام کر رہی ہیں ایسی حالت میں بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ملک کے اطراف و جوانب اور صوبہ صوبہ سے باا ثر علماء اور حامیان ملت کو حرکت دی جائے اور انہیں ان ضروریات سے باخبر کر کے تمام ملک کی ایک متحدہ مشترک جماعت اس کام کی

سرپرست بنائی جائے اس جماعت کے وفود ملک میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پھیل پڑیں اور جس صوبہ میں وفد جائے وہاں کے مقامی علماء اس کے ساتھ کام کریں اس طرح جابجا اضلاع و قصبات میں تبلیغی جماعتیں اور دیہات کے مدارس اور دیہات میں اسلامی مکاتب جاری کر دیئے جائیں یہ تمام مدارس و مکاتب ایک سلسلہ میں مربوط ہوں اور ایک نظم محکم کے ماتحت کام کرتے رہیں

خیال میں یہ ہے کہ اضلاع و قصبہ جات میں تبلیغی جماعتیں قائم کی جائیں ہوش مند شائستہ ان کے ممبر بنائے جائیں ہفتہ وار ان مجلسوں کا جلسہ ہوتا رہے جس میں ہفتہ بھر کے کام کی فہرست

ارا کین

جماعتوں میں دو قسم کے ممبر ہوں ایک وہ جو مالی اعانت کریں وہ جو عملی خدمات کے لئے اپنا وقت پیش کریں ان کا نام عاملین ہر پرگنہ کے متعلقہ دیہات حلقوں میں تقسیم کر دیئے جائیں پانچ پانچ چار چار دیہات کا جیسا جہاں مناسب ہو حلقہ مقرر کر دیا جائے پرگنہ کے تبلیغی انجمن کے عاملین میں سے ان کی تعداد کے لحاظ سے دو دو یا تین تین ممبروں کو ایک ایک حلقہ دیا جائے یہ ممبر اپنے حلقہ کے دورے کرتے رہیں اور اس حلقہ کے مسلمانوں کی تعداد میں وہ تمام مساعی صرف کریں جن کی انہیں انجمن سے ہدایت ملے انجمن کے دفتر میں ان حلقوں کی ایسی فہرستیں مکمل رہنا چاہیئں جن کا نقشہ ذیل میں درج ہے۔

نقشہ کیفیت مواضعات برائے معلومات محکمہ تبلیغ انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد

موضع — تحصیل — تھانہ — ڈاک خانہ — ضلع — تاریخ اندراج

[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	تعداد آبادی		زمیت		آبادی میزان	مساجد		[illegible]	[illegible]	تعداد تعلیم یافتہ		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
									مسلم	ہنود	مسلم	ہنود		پختہ	خام			مسلم	ہنود							

یہی ممبران دیہات میں مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کریں جہاں قریب قریب چھوٹے چھوٹے کئی گاؤں ہوں وہاں دو یا چار گاؤں کے لئے کسی ایک ایسے گاؤں میں مدرسہ قائم کر دیا جائے

جس میں قریب کے دیہات کے لڑکے بآسانی پہنچ سکیں اور بڑے گاؤں میں جداگانہ مدرسہ کھولا جائے ان مدارس میں بچوں کی تعلیم کے لئے وقت معین ہو اور ایک وقت جوانوں اور بوڑھوں کو دینیات کی تعلیم دینے کے لئے رکھا جائے اور یہ تعلیم تقریر کے ذریعے ہو تاکہ ناخواندہ لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں مدرسہ قائم کرتے وقت سب سے پہلے گاؤں کا ایسا شخص تلاش کرنا چاہئے جو تعلیم دینے کی صلاحیت رکھتا ہو اگر وہ لوجہ اللہ اس خدمت کو قبول کرے بہت بہتر ورنہ کوئی قلیل معاوضہ اُس کے لئے مقرر کر دیا جائے اور جہاں دیہات میں پڑھے ہوئے لوگ نہ ملیں وہاں لامحالہ باہر سے انتظام کرنا پڑے گا۔

بچوں کی تعلیم ابتدا میں بچوں کو اسلامی قاعدہ (مصنفہ مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی) یا اور کوئی قاعدہ جو انجمن اہل سنت یا مدرسۃ التبلیغ نے منظور کیا ہو شروع کرایا جائے۔ قرآن پاک کی تعلیم لازمی ہے اس کے ساتھ ساتھ دینیات کے لئے بہار شریعت پڑھائی جائے جب اُردو کی کچھ استعداد ہو جائے تو تاریخ حبیب الہ پڑھائی جائے اس کے ساتھ ہی قدر ضرورت حساب بھی سکھایا جائے لکھنے پر خاص توجہ مبذول رہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن کاری اور معمولی خانہ داری کی تعلیم تا بحد امکان لازمی ہے۔ پردہ کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ بوڑھے جوان کاشتکار مزدور محنتی جو پڑھنے کا وقت نہیں پاتے اُنہیں روزانہ ایک وقت مقرر کر کے بہار شریعت کے مسئلے سمجھا کر سنائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اُس پر عمل بھی کریں۔

اس طرح قصبات میں محلہ وار مدرسہ کھولے جائیں اور نصاب جائے ایک مدرسہ ان چھوٹے مدرسوں سے زیادہ نصاب کا بھی کھول دیا جائے جن میں چھوٹے مدرسوں کے طلباء اپنی تعلیم پوری کرنے کے بعد حاصل کرنے کیلئے داخل ہوں۔

علاوہ بریں انگریزی مدارس کے طلبہ کے لئے مدرسۃ اللیل کھولا جائے جس میں ایک گھنٹہ انہیں دینیات کی تعلیم دی جائے۔

قصبات کے مدرسوں میں ممکن ہو سکے تو فارسی و عربی کا محدود ۔ اور اگر دیہات کا کوئی طالب علم مدرسہ سے سند حاصل کرنے کے بعد قصبہ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخلہ کی اجازت دی جائے۔

ضلع کا مدرسہ اس اور زیادہ بڑا ہونا چاہئے اور وہاں ایک عالم کم از کم رہنا ضروری ہے۔ اگر بالفعل ممکن نہ ہو سکے تو معمولی مدرسہ کھول کر بتدریج ترقی کی جائے اگر کسی ضلع میں مسلمانوں کی تعداد کم ہو اور وہاں کے تمام مصارف برداشت نہ کر سکیں تو صدر دفتر صوبہ سے استدعا کی جائے کہ وہاں کی تعلیم کی اعانت کرے۔ ملک میں دو یا چار ایسے کامل النصاب مدرسہ ہونے ضروری ہیں جو جملہ علوم و فنون کی تکمیل کا عمدہ ذریعہ ہوں بلکہ ہر صوبہ میں کم از کم ایک ایسا مدرسہ ہونا ضروری ہے۔ ان مدارس کو مدرسۂ عالیہ کہنا چاہئے۔ باقی تمام مدرسے ان کے ماتحت ہوں اور مدارس عالیہ مدارس ماتحت کے نگرانی کے ذمہ دار قرار دیئے جائیں اور حسب ضرورت ان مدارس کو ان سے مدد بھی ملے یہ جملہ مدارس ایک جمعیۃ عالیہ کے ماتحت ہوں اور اُس کو ان پر عام اختیارات حاصل ہوں نصاب جمعیۃ عالیہ کا منظور کیا ہوا پڑھایا جائے۔ جمعیت عالیہ کے ماتحت ایک محکمہ تصنیف ہونا چاہئے جس میں ملک کے منتخب افاضل شامل ہوں اور وقتی ضروریات کے علاوہ جو وقتاً فوقتاً پیش آئیں۔ باقی ہر تصنیف جمعیۃ عالیہ کی پسندیدگی اور منظوری کے بعد قابل رواج سمجھی جائے یہ بہت فتنوں اور اختلافوں کا سد باب ہے۔

ہر کامل النصاب مدرسہ میں ایک دارالافتاء بھی ہو مگر اہم فتاوے جمعیۃ عالیہ کے ملاحظہ کیلئے بھی بھیجے جائیں اور تا بمقدور ہر طبع ہونے والی چیز جمعیۃ عالیہ کی جائے۔ واعظ، مدرس، مناظر، مفتی، سب کیلئے کسی کامل النصاب مجاز مدرسہ سے تکمیل کے بعد اُنہیں جمعیۃ عالیہ یا اُس کا سند دی جائے، موجودہ اصحاب جو ان عہدوں پر کام کر رہے ہیں سند سے مستثنیٰ کے

جائیں مگر فتویٰ اور تصنیف بہر حال محکمہ تصنیف کی تصدیق و منظوری کے بعد قابل قبول سمجھا جائے۔

تبلیغ کا کام

ہر مدرسہ کا مقصد تبلیغ ہے اور اس کو اس میں سعی بلیغ لازم ، تمام مدارس بالخصوص قصبوں اور ضلعوں کے طلبہ کو تبلیغ کے اصول سکھائے جائیں اور ہر مدرسہ میں منتخب طلبہ ہفتہ میں دوروز تبلیغ کا کام کریں۔ مدرسوں کے مدرس بھی دورے کریں۔ تبلیغی کارروائیوں کی اطلاع صدر دفتر میں اور اہم امور کی اس کے علاوہ دفتر جمعیۃ عالیہ میں ضرور دی جائے۔ ان دوروں میں دیہات کے مدرسین کو ان کے حلقہ میں ساتھ رکھیں ہر ضلع میں کم از کم ایک مدرس مدرستہ التبلیغ کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔ جو مناظر کی سند رکھتا ہو۔

علاوہ بریں واعظین کی ایک معقول تعداد ہر صوبہ میں رہنا چاہئے جو برابر دورے کر کے اشاعت اور تبلیغ کی خدمت انجام دے اور مسلمانوں کی عملی اصلاح کرے۔ ہر صوبہ کی جماعت واعظین وہاں کے مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس کی زیر نگرانی کام کرے اور اپنی مفصل کارگزاری کا ہفتہ وار نقشہ مدرسہ عالیہ کے محکمہ تبلیغ میں بھیجا کرے۔ ہر مدرسہ عالیہ کا صدر مدرس محکمہ تبلیغ کا صدر ہوگا۔ محکمہ تبلیغ کے صدر کا فرض ہے کہ صوبے کے واعظین کے کام کی نگرانی اور جانچ میں ہر امکانی سعی کام میں لائے۔

مناظرہ

مناظرہ وہی لوگ کریں جنہیں جمعیت عالیہ نے
مناظرہ کے لئے مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس
حالت میں اس کا موقع نہ مل سکے تو مجبوری کی کافی وجہ کے ساتھ فوراً صدر محکمہ تبلیغ کو اطلاع

دی جائے۔

پھر مناظرہ سے قبل اس کا کافی اطمینان کر لینا ضروری ہے۔
مناظرہ میں گفتگو نتیجہ خیز اور مفید کرنے کی کوشش کی جائے۔

تمدّن

اگرچہ تمدّن کا مسئلہ عرصہ دراز سے مسلمانوں کے زیر بحث ہے مگر ابھی تک بہت زیادہ غور طلب ہے۔ یہ امر عقلا کا تسلیم شدہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور اس کے کام باہمی اعانت کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔ دنیا کی قوموں پر مسلمانوں کو قیاس کرنا اور ان کے لئے ان کی تقلید لازم کر دینا بالکل غیر صحیح ہے یہی وہ غلطی ہے جس کا عرصہ دراز سے ارتکاب کیا جاتا ہے۔ دنیا کی قومیں مذہبی حیثیت میں مسلمانوں سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں اور مسلمان مذہب کی رو سے بالکل ان سے مبائن ہیں پھر انہیں ان پر قیاس کرنا اور ان کے لئے وہ راہ تجویز کرنا جس پر کفار عامل ہیں اندھی تقلید اور بالکل غیر مفید ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو کسی لیڈر کی رائے یا کسی دوسری قوم کی تقلید کا محتاج نہیں چھوڑا۔ مسلمانوں کے تمام ضروریات کا خود سر انجام فرما دیا۔ دنیا کی دوسری قومیں کمیٹیاں کرنے اور انجمنیں بنانے پر مجبور ہیں تاکہ وہ باہمی مشورہ سے اپنے لئے کوئی مفید راہ پیدا کر سکیں۔ بسا اوقات ان کی تجاویز کے تمام دفاتر لکھے اور مضر ثابت ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں اپنی تمام دماغ سوزیاں رد کرکے اس کے خلاف تدبیر سوچنا پڑتی ہے۔ کو ان کے تمام کاموں

کا دارو مدار اپنے دماغوں پر ہے جو انسانی

مسلمان اگر اسلام کی دستگیری سے فائدہ اٹھائیں تو وہ ان تمام زحمتوں سے بری ہیں ان کا ہر قانون مکمل اور خطا سے پاک ہے ان کی ہر دینی و دنیوی ضرورت کو ان کے دین نے پورا کر دیا ہے تمدّن کے مسئلہ کا حل شریعت محمدیہ نے ایسا فرمایا جس پر عامل ہو کر ہمارے اسلام نے عالم

کی رہنمائی کی اور جہان کو حیرت میں ڈال دیا۔ مگر ہمارے ملک کے بعض وہ اصحاب جنہیں دینی علوم سے بہرہ نہ تھا اور دل میں مسلمانوں کی رہنمائی کا شوق رکھتے تھے۔ نصاریٰ سے اُن کے تعلقات گہرے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کے تمدن کی طرف نظر کی تو اپنے پاس وہ اسلامی تعلیم کا کوئی سروسامان نہ رکھتے تھے نہ علماء سے صحبت و استفادہ کا موقع انہیں حاصل ہوا تھا۔ نصرانیوں کی صحبت میں زندگی گزاری تھی اُن کی خو بو طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی مسلمانوں کو اُسی سانچے میں ڈھالنے اور نصاریٰ کی تمدن کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہوگئے حتیٰ کہ جو نوجوان اُن کے ہاتھ آئے اُن کی زندگی کا طرز انہوں نے نصاریٰ کے مطابق کر دیا۔ مسلمانوں کو نصرانی تمدن کیا فائدہ دیتا تباہی و بربادی کی رفتار روز افزوں ترقی کرنے لگی اور ان نئے پیشواؤں نے اس کو محسوس بھی کر لیا مگر دین سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ اس طریق زندگی میں تبدیل کرنے سے تو وہ مجبور تھے بناچاری اپنے سکھائے ہوئے تمدن کو مفید بنانے کے لئے انہوں نے اسلام سے مخالفت شروع کر دی اور مسلمانوں سے اسلامی عادات چھڑانے اور نصاریٰ کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہوگئے اور ایک حد تک مسلمانوں پر یہ زہریلا اثر ہوا بھی۔ ہمیں اُس غلطی کی تقلید کر کے اپنی ہستی مٹانا منظور نہیں اس لئے ہم اُسی نہج اور انہیں اصول پر کاربند ہوں گے جن پر ہمارے اسلاف عامل تھے۔ انہوں نے دنیا سے اپنی حیرت انگیز قوت و سطوت وہ اصول وہی ہیں جو ہمیں شریعت ظاہرہ نے تعلیم فرمائی۔ تو ہمارا تمدن وہی ہونا چاہئے جو ہمیں شریعت نے تعلیم فرمایا۔ ہم کسی لیڈر کی رائے پر اپنی زندگی فدا کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارا دستور عمل ہمارے شریعت کا قانون ہے۔ اب میں سب سے پہلے باہمی تعلقات کے مسئلہ پر تھوڑی بحث کرنا چاہتا ہوں جو اہم ترین مسائل میں سے ہے۔

باہمی تعلقات

اول باہمی تعلقات کا مسئلہ زیادہ غور طلب ہے اس مسئلہ پر مدت ہائے دراز سے ارباب خرد اور رہنمایان قوم نے دماغ سوزیاں کی ہیں مگر اب تک کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکلا اور ایسی راہ ہاتھ نہیں آئی جس پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے۔ اتفاق و اتحاد کی صدائیں ہمیشہ ہی بلند کی جاتی ہیں ممبروں اور اسٹیجوں پر علما اور لیڈر سب اتحاد کی ترانہ سنجیاں کیا کرتے ہیں گروہ ایک دل خوش کن تقریر ہوتی ہے اس پر تھوڑی دیر کے لئے مجمع واہ واہ تو کہہ دیتا ہے مگر اس کا نتیجہ اگر نکلتا ہے تو جنگ جوئی اور مناقشت یعنی اتحاد کی تحریکوں کا تخم اختلاف بلکہ عناد کا پھل لایا کرتا ہے۔ اگر آپ مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالئے اور پچھلے زمانہ کو سامنے لائیے تو یہ حقیقت بے حجاب روشن ہوجائے گی نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے جب سے لیکچرار بلند آہنگیوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے لیکچر دے رہے ہیں مگر جس اسٹیج پر اتفاق کی مدح سرائی کی جاتی ہے اُسی پلیٹ فارم پر دلدوز اور جگر شگاف الفاظ کے تیر و سناں سے ملک و قوم کے مقتدر اور باثر پیشواؤں کو ہدف و نشانہ بنایا جاتا ہے۔ طبقہ نے بہت سے اتحاد کے وعظ کے مگر ان کے ساتھ ساتھ کے اور صدقہ خوار تکے بنا کر اُن کو اور ان کی جماعتوں کو زبان سے بہت ستایا اُن کے وقار کم کرنے کی پوری کوششیں کیں۔ اتفاق کا وعظ کہہ کر جلسے سے باہر آئے تو عام مسلمانوں کے سلام کا جواب دینا اُن کو اپنی کسر شان معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ اتفاق کا وعظ کیا اثر کرتا۔ اُس کا ثمرہ یہی ہوا کہ علماء کے عقیدت مندان کی بدگوئی اور بیجا جملوں سے آزردہ خاطر ہو کر ان سے متنفر ہوگئے۔ اور قوم میں اس اتفاق کی صدا نے بجائے اتحاد کے ایک نئے تفرقہ کا اضافہ کیا۔

خلافت کمیٹی کے عروج واقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لئے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لئے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑے۔ سورت کے ایک پیر نے اپنے مریدوں سے ساٹھ ہزار گائیں چھین کر گئو رکھشا کی تھی۔ نامور لیڈروں نے قشقے لگائے۔ گلال اڑائے۔ ہولیاں کھیلیں۔ جے پکاری۔ ارتھی اٹھائی ہنود کے سرغنہ متعصبوں کو مسجدوں میں ممبروں پر بٹھایا۔ گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں رسالے تصنیف کئے۔ ناکردہ گناہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا موپلوں پر اظہار نفرت کیا گیا۔ اعلاء کلمۃ اللہ یعنی کلمہ اسلام پڑھانے کو جرم قرار دیا گیا۔ نومسلموں کو ان کی مرضی کے خلاف دوبارہ کافر ہو جانے پر زور دیا۔ یہ اور اس سے زیادہ بہت کچھ ہوا ہندوؤں کی یہاں تک خاطر کی گئی۔ لیکن مسلمانوں کے پیشواؤں اور اسلام کے مقتدر اور باثر علماء و افاضل کو بالخصوص ایسی ہستیوں کو جن کی درجہ کے زہد وریاضت میں بسر ہوئی لمحہ لمحہ خدمت دین میں گورنمنٹ کا آدمی اور ترکوں کا بدخواہ کہا گیا۔ تقریروں میں تحریروں میں ان پر پھبتیاں پھبکی گئیں آوازے کسے گئے۔ پبلک کو ان کی مخالفت پر ابھارا گیا ان کی عافیت تنگ کر دی گئی ان کی زندگی تلخ کر ڈالی گئی ان پر طرح طرح کے بہتان باندھ کر ان کی آبروریزی کی کوششیں کی گئیں مسلمانوں کی جماعتیں جو ان کے ساتھ تھیں ان کو انگشت نما بنایا گیا۔ ان کی اہانتیں کی گئیں۔ اخباروں میں ان کے خلاف ہتک آمیز مضامین لکھے گئے غرضیکہ ان کے لئے پناہ کی جگہ نہ چھوڑی گئی۔ ہر عالم اور شیخ جو اپنے دین پر مستقل تھا یہ سمجھتا تھا کہ اس کو دین پر قائم رہ کر آبرو بچا لینا اور اپنی جان و مال کی حفاظت کرنا سخت دشوار ہے ان علماء کے ساتھ جو جماعتیں تھیں ان کے قلوب کو کتنے صدمے پہنچے کیسی تکلیفیں ہوئیں پھر بتایئے کہ جہاں ہندوؤں کو ملانے کے لئے مذہبی شعار و امتیازات کو قربان کر دیا جائے اور مسلمانوں اور

ان کے پیشواؤں کے ساتھ یہ معاندانہ طرز عمل ہو وہاں اتفاق کا پودا کبھی نشوونما پا سکتا ہے۔ ایک فریق سے جنگ ٹھان لینا اور اس پر تبرا و لعنت اپنا مذہب قرار دے لینا جس قوم کے اصول میں داخل ہو وہ اتفاق میں کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے۔ انگریزوں کے مقابلہ کا تو نام مگر مخالفت علماء سے تھی۔ مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تھی۔ خان بہادروں پر لعنتیں تھیں۔ آنریری مجسٹریٹوں پر تبرے تھے لیکن یہی طرز عمل ان لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف مائل کر سکتے تھے۔ اس پر نظر کرتا تو ان صاحبوں کے مقاصد ہی میں نہ تھا کہ کون سا ہے اور کونسا ناجائز مگر روش بروش کام کرنے والی بھی وہ اس نتیجہ تک نہ پہنچ سکے کہ آپس کا اتفاق ضروری چیز ہے اور وہی ممکن بھی ہے اور اسی پر کوئی ثمرہ مرتب ہو سکتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی فرقے ہیں ان میں کو آپریٹر بھی ہیں حکام رس گورنمنٹ کے خطاب یافتہ اور کونسل کے ممبر بھی ہیں ہندوؤں نے ان سے جنگ نہ کی نہ ان کو سب وشتم کیا نہ ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کیا جو ہمارے لیڈروں اور کمیٹی کے مولویوں اور جمعیۃ العلماء کے اراکین نے شیعوں کے یہاں خاص مجلس میں بند مکان میں تبرا کہا جاتا ہے لیکن ان صاحبوں کی مجالس اعلان کے ساتھ عام جلسوں میں پبلک تقریروں میں اخباری تحریروں میں علماء اسلام اور پیشوایان دین اور امراء و روساء پر تبرے کئے جاتے ہیں اب اس قدر اور غور کر لینا ہے کہ مسلمانوں کے اس طبقہ کو چھوڑ کر جس پر جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹی نے لعن طعن کرنا اپنا شیوا بنا لیا تھا باقی وہ طبقے جن کو ان جماعتوں نے اپنے ساتھ شریک عمل کیا تھا ان میں بھی باہم اتفاق و اتحاد ہو سکا یا نہیں۔ جو لوگ ان جماعتوں کے حالات سے باخبر ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ ان جماعتوں میں بھی بہت سی فرقہ بندیاں ہیں اور ایک گروہ دوسرے کے شکست دینے کی فکر میں رہتا ہے ہر ایک کو اپنا تفوق اور اپنا ہی اثر مقصود ہے اور در حقیقت بہت سے فرقوں کا اس میں رسوخ پانا ہی اس فساد کا موجب

ہوا۔ ہر ایک فرقے نے اپنے مخالف کو نقصان پہنچانے کے لئے بہت اچھا موقع سمجھا اور وقت کو غنیمت جان کر خوب دل کے بخار نکالے الحاصل اتفاق کے علم کے نیچے بہت سے نئے اختلاف پیدا ہوئے۔ خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء کا اعتبار جاتا رہا اب ہمیں یہ غور کرنا ہے وہ کونسی غلطی ہے جس نے گذشتہ زمانہ میں مدعیان اتحاد کو منزل مقصود تک نہ پہنچنے دیا تاکہ ہم اُس سے اجتناب کریں اور حقیقی اتحاد سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

اتفاق کا اصل الاصول

سب سے بڑی اصل جس کو پیش نظر رکھنا تمام مسائل پر مقدم ہے وہ یہ غور کر لینا ہے کہ اتفاق ممکن ہے اور اُن کے جمع ہونے سے حسب مراد نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے اگر ہم نے یہی غور نہ کیا اور اتفاق کی صدا اٹھاتے رہے تو وہ بے سود ہوگی اور ہماری تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ جن دو فرقوں میں منافات یا مضادت تامہ ہو اُن کے جمع کرنے کی ہوس فحش اغلاط اور ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔ بیشک دو گھوڑوں کو ایک گاڑی میں جوڑ کر زیادہ وزن کھینچا جا سکتا ہے لیکن بکری اور بھیڑیے کو ایک جگہ جمع کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ چاول اور دال ملا کر ایک تیسری چیز بنائی جا سکتی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہر دو چیزیں مل کر تیسری چیز کے وجود کی مفید ہوتی ہیں اور اُن دونوں کی ہستی تنہا جو فائدہ پہنچا سکتی تھی یہ مرکب اس سے زیادہ منافع ہو سکتا ہے۔ بیشک جہاں مضادۃ و منافات نہ ہو وہاں یہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور جہاں یہ ہو وہاں ایک ایک چیز تنہا جیسا کام دے سکتی ہے جمع کرنے سے وہ بھی باطل ہو جاتا ہے۔ ایک خرمن کو آگ کے ساتھ جمع کیجئے تو ان دونوں کے ملنے سے کوئی کارآمد ہستی نہیں پیدا ہوگی بلکہ غلہ کی کارآمد ہستی بگڑ جائے گی اور وہ خاکستر ہو جائے

گا اس لئے ہمیں سب سے پہلے یہ تحقیق کر لینا ہے کہ جن دو فرقوں کو ہم ملا رہے ہیں اُن کا ملنا کوئی اچھا نتیجہ رکھتا ہے یا یہ ملاپ ان دونوں کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی ہستی کو فنا کر ڈالنے والا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ اتحاد میں بلند آہنگیاں کی گئیں اور جمعیۃ العلماء کے جبری فاضلوں نے ہندوؤں سے وداد و اتحاد کے جواز پر آیات پڑھنا شروع کر دیں، اور آیات قرآنیہ کو اپنے مدعا کیلئے بے محل پیش کیا باوجودیکہ قرآن پاک میں صراحت تھی کہ یہ اتحاد ممکن نہیں اور اس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں تباہ کن ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ اے ایمان والو اپنے غیروں کو رازدار نہ بناؤ (کیا پاکیزہ اور کارآمد نصیحت تھی کاش ہم عمل کرتے) لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۔ وہ تمہاری نقصان رسانی میں درگزر نہ کریں گے (ملاحظہ فرمائیے ایسا ہی ہوا) وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ تمہاری ایذا رسانی اُن کی آرزو ہے۔ (اب تو تجربہ ہوا) قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۔ اُن کی دشمنی اُن کی باتوں سے ظاہر ہو چکی (یاد کرو گاندھی کا قول کہ ہندو بزدل نہیں، اور یہ قول کہ ہندوؤں کا غصہ انگریزوں کی تلوار کے نیچے دبا ہوا ہے ورنہ گائے بزور شمشیر چھڑائی جا سکتی ہے) وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۔ اور جو اُن کے سینے چھپا رہے ہیں وہ اور بڑا ہے (اب دیکھئے جو اس وقت سینوں میں چھپی ہوئی تھی وہ کیسی بڑی نکلی اب ہزارہا مسلمانوں کا خون کرا کر بھی سمجھ جاؤ تو غنیمت) قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ ہم نے تمہارے لئے نشانیاں واضح کر دیں اگر تم عقل رکھو (مگر اُس وقت آپ کچھ نہ سمجھے ہندوؤں کی محبت ہی کے گیت گاتے رہے کہئے آپ عاقلوں میں تھے یا نادانوں میں اب تو عاقل بنو) هٰاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ ۔ یہ تو تم ہو کہ اُن سے محبت کرتے ہو (اور اُن کی محبت میں اپنے حقیقی بھائی مسلمانوں کو چھوڑتے ہو اور دین اسلام کے شعائر ترک کرتے ہو اور اپنے کو لالہ اور پنڈت تک کہلواتے ہو) وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ ۔ اور وہ تم سے محبت

نہیں کرتے (اب دیکھ لیا کہ قرآن پاک کا ارشاد کہ وہ خون کے پیاسے اور جان کے دشمن نکلے) وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ "حالانکہ تم پوری کتاب پر ایمان رکھتے ہو" وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ "جب تم سے ملیں کہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب تنہائیوں میں جائیں تو تم پر غصہ سے پورے چبا دیں۔" (یہ چال اور باقی رہ گئی ہے کہ اپنے آپ کو مومن بتا کر پھر تمہیں دھوکا دیں اور سنتے ہیں کہ بعض کفار نے اسی زمانہ میں ایسا کیا بھی) قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ "کہہ دیجئے کہ تم اپنے غصہ میں مرو اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے" (کاش مسلمان اس تعلیم الٰہی پر یقین کرتے تو بے شک ہندوؤں کی مراد پوری نہ ہوتی اور آج انہیں اپنے غصہ میں جل مرنا ہی نصیب ہوا) اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ "اگر تمہیں بہتری پہنچ بھی جائے تو انہیں ناگوار ہو" (دیکھو غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی کامیابی پر کسی ہندو نے دو کوڑی کا چراغ نہ جلایا اور ظاہری ملمع کاری کے طور پر بھی اظہار سرور گوارا نہ کیا) وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ۔ "اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے اس سے خوش ہوں" (آج دیکھئے آپ کے پٹنے مارے جانے سزا پانے پر کس قدر خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ فرمایا گیا تھا ہو بہو ہو کر رہا) ایک آیت میں یہ ارشاد فرمایا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا "تمنا ہے کہ ان کی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ" (دیکھئے شدھی کی سرگرمیاں کہیں بھی کسی خبر کو واقعات سے کچھ بھی تفاوت ہوا اور کیوں کر ہو سکتا ہے اللہ علیم و خبیر ہے مگر افسوس مشرکین کو لوگ پیشوا بناتے رہے اور ان کی ہر بات کے سامنے سر نیاز جھکایا اور قرآن پاک کی آواز پر کان نہ رکھا ورنہ کیوں یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوتا قرآن پاک نے بتا دیا تھا کہ کفار سے اتحاد و وداد نا ممکن ہے اور ان پر اعتبار و اعتماد تباہی و بربادی کا سبب ہے تو اتحاد کی راہ میں یہ سخت غلطی تھی جس کی پاداش میں ان نتائج کا مرتب ہونا لازم تھا جو آج سامنے ہے۔ اب ثابت ہو گیا کہ اتحاد و اتفاق کی کوششوں میں کفار کے ملانے کا خیال ایسا ہی ہے جیسا روئی کے ساتھ آگ جمع کرنے کا ارادہ اس غلطی سے تو ہوشیار ہونا چاہئے اور عقل درست ہو تو تجربہ کے بعد اب کبھی ایسی خطا میں مبتلا نہ ہوں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ "مسلمان ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا" یعنی مومن کو ایک مرتبہ دھوکا کھانے کے بعد ایسی بیداری ہو جانی چاہئے کہ پھر وہ اس قسم کی غلطی میں مبتلا نہ ہو۔

مختلف مذاہب اور مدعی اسلام فرقوں کے ساتھ اتحاد

اب یہ مسئلہ اور غور طلب ہے کہ جو فرقے باطل اور اہل ہوا ہیں بعض ان میں سے گمراہ ہیں بعض مرتد جو کفر کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں ان فرقوں کے ساتھ اتحاد کیا جائے یا نہ کیا جائے لوگ کہتے ہیں کہ ضرورت کا وقت ہے کفار کا مقابلہ ہے آپس کی مخالفتوں پر نظر نہ کرنا چاہئے۔ سب مل کر کوشش کریں۔ درحقیقت یہ بہت بڑی غلطی ہے اور حامیان اتفاق ہمیشہ اس کے مرتکب رہے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں کبھی اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ شیعہ باہم متفق ہو جاتے ہیں اور ان کی آل انڈیا کانفرنسیں کام کرتی ہیں وہ اپنا شیرازہ درست کر لیتے ہیں اور اس وقت سنی یا کسی اور فرقہ کی طرف نظر بھی نہیں کرتے غیر مقلد متحد ہوتے ہیں ان کی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنسیں قائم ہوتی ہیں وہ آپس میں نظم و ارتباط کے رشتے مضبوط کرتے ہیں اور دوسرے کسی گروہ کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ دیوبندی وہابی اپنی جمعیتیں بنا کر اپنا کام کرتے ہیں۔ قادیانی باہم متحد ہو کر ایک مرکز پر مجتمع رہتے ہیں۔ یہ سب اپنے اپنے کام میں چست اور اپنے نظام کو استوار کرنے میں مصروف ہیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہیں کسی کا سہارا نہیں تکتے لیکن ہمارے سنی حضرات جو بفضلہ تعداد میں تمام فرقوں کے مجموعہ سے قریب

قریب آٹھ گنے زیادہ ہیں نہ ان میں نظم ہے نہ ارتباط نہ کبھی ان کی کوئی آل انڈیا کانفرنس قائم ہوئی نہ اپنی شیرازہ بندی کا خیال آیا انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہمت رہی نہیں اگر کبھی اپنی درستی کا خیال آیا تو اس سے پہلے اغیار پر نظر گئی اور یہ سمجھا کہ وہ شامل نہ ہوئے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے باوجودیکہ اگر صرف یہی باہم متحد ہو جائیں اور چھ کروڑ کی جماعت میں نظم قائم ہو تو انہیں اُن کی کچھ حاجت ہی نہیں بلکہ اُس وقت ان کی شوکت دوسرے فرقوں کو ان کی طرف مائل ہونے پر مجبور کرے گی اور یہ اختلافات کی مصیبت سے بچ کر اپنے اتحاد و انتظام میں کامیاب ہو سکیں گے۔ لیکن افسوس تمام چھوٹے چھوٹے قلیل التعداد فرقوں نے اپنے حدود محفوظ کر لئے اور اپنی شیرازہ بندی و اجتماع سے دنیا میں اپنی ہستی اور زندگی کا ثبوت دے دیا۔ غیر ممالک میں اُن کی آوازیں پہنچنے لگیں مگر ہمارے سنی حضرات کے دل میں جب کبھی اتفاق کی اُمنگیں پیدا ہوئیں تو انہیں اپنے سے پہلے مخالف یاد آئے جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لئے بے چین ہیں، اور سنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کرکے اپنی تعداد بڑھانے کے لئے مضطر اور مجبور ہیں۔ ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد و اتفاق کی تحریک کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا کیونکہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے مل سکیں تو علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر کرکے نیا فرقہ ہی کیوں بناتے اور مسلمانوں کے مخالف ایک جماعت کیوں بناتے وہ تو حقیقتاً مل ہی نہیں سکتے اور صورۃً مل بھی جائیں تو ملنا کسی مطلب کے لئے ہوتا ہے جس کے حصول کے لئے ہر دم نیش زنی جاری رہتی ہے۔ اور اس کا انجام جدال و فساد ہی نکلتا ہے۔ یہ تو تازہ تجربہ ہے کہ خلافت کمیٹی کے ساتھ ایک جماعت جمعیۃ العلماء کے نام سے شامل ہوئی جس میں تقریباً سب کے سب یا بہت سے زیادہ وہابی اور غیر مقلد ہیں نادر ہی کوئی دوسرا شخص ہو تو ہو اس جماعت نے خلافت کی تائید کو تو عنوان بنایا۔ عوام کے سامنے نمائش کے لئے تو یہ مقصد پیش کیا۔ مگر کام اہل سنت کے رد اور ان کی بیخ کنی

کا انجام دیا اپنے مذہب کی ترویج اس پر دو ... میرے پاس جناب مولانا مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے جو انہوں نے مدارس کا دورہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کرکے وصول کیا گیا تھا اب تک دو لاکھ تقویۃ الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ اب بتائیے کہ ان جماعتوں کا ملانا زہر دافع درد سر خریدنا ہوا یا نہیں اپنے ہی روپیہ سے اپنے ہی مذہب کا نقصان ہوا۔ الغرض دوسرے فرقے ہم سے کسی طرح نہیں مل سکتے ملیں تو دھوکا ہے جس سے ہمیں اور ہمارے مذہب کو سخت مضرت و نقصان پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتنا بڑا نقصان ہے کہ ان کی بدولت کروڑوں سنی چھوٹ جاتے ہیں جو ان کے شامل ہونے کی وجہ سے علیحدہ رہتے ہیں۔ مگر اب تک یہی رہا کہ سنیوں کی کثیر تعداد کو چھوڑا گیا اور ان مختلف فرقوں کے ملانے کی کوشش کی گئی جس میں مختلف قسم کے درندے ہیں کہ ان کے جمع کرنے سے بجز فتنہ اور فساد کے کچھ حاصل نہیں۔ اتفاق کی کوششوں میں ناکامی کا اصل راز یہی ہے اور اسی وجہ سے حامیان اتحاد سات کروڑ مسلمانوں کے اجتماع سے اب تک محروم رہے بشریعت طاہرہ نے ان گمراہ فرقوں کے ساتھ اتحاد کی اجازت نہیں دی بلکہ اُن سے جدا رہنے اور اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ جو بدعتی کی توقیر کرے وہ اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے لَا تُجَالِسُوْا هُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ۔ اُن کے ساتھ مجالست و ہم نشینی نہ کرو نہ اُن کے ساتھ مواکلت و مشاربت کھانا پینا کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے

مَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ۔ جس نے ان سے اپنے ہاتھ سے

جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے اُن پر اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے اُن پر اپنے دل سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور اس کے ماسوا رائی کے دانہ برابر ایمان نہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد فرمایا وَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھو تفسیر احمدی میں ہے اِنَّ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ يَعُمُّ الْمُبْتَدِعَ وَالْفَاسِقَ وَالْفَاجِرَ وَالْقُعُوْدُ مَعَ كُلِّهِمْ مُمْتَنِعٌ۔ کہ قوم ظالم بدعتی فاسق فاجر سب کو عام ہے اور سب کے ساتھ ہم نشینی ممنوع ہے۔

علاوہ بریں صدہا نصوص سے بصراحت ثابت ہے کہ فرق ضالہ اور مبتدعہ کے ساتھ اتفاق و ارتباط ممنوع و ناجائز ہے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کا وقت اسلام پر ایسا نازک وقت تھا کہ پھر ایسا نازک وقت قیامت تک کبھی نہ آئے گا۔ خود حضور اقدس کی مفارقت اتنا بڑا صدمہ تھا جس نے صحابہ میں تاب و تواں باقی نہ چھوڑی تھی شب و روز رونا اور بے قرار رہنا اُن کا معمول تھا استیلائے غم کی یہ کیفیت کہ رفقاء سامنے آئیں سلام کریں اور انہیں مطلق خبر نہ ہو ادھر دشمنان اسلام نے سمجھ لیا کہ اب وقت ہے وہ تیغ و سناں سنبھال کر تیار ہو گئے دنیا کے تمام کفار اسلام کے ساتھ عداوت کی موجیں مارنے والا دل سینوں میں رکھتے تھے غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہو گئے اس وقت ایک جماعت نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اسلام نو عمر ہے اُس کے مربی پیشوا نے ابھی پردہ فرمایا ہے۔ رفقاء غم سے بیتاب ہیں دشمن شمشیر بکف ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا نازک وقت ہو گا اُس وقت صدیق اکبر پالیسی پر عمل نہیں کرتے کہ سب کو ملا لیں یا غلط کاریوں پر صبر کر کے خاموش ہو جائیں اور دشمنوں کی قوت کے اندیشہ سے کسی سے کوئی باز پرس اور دار و گیر نہ کریں۔ بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا جانشین اُس حالت سے ذرا مرعوب نہیں ہوتا اور نہایت ہمت و استقلال اور جرأت و شجاعت کے ساتھ اس قوم کے خلاف جہاد و قتال کا اعلان فرما دیتا ہے جس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا اس کا

یہ اثر ہوتا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قوم پر غلبہ حاصل ہونے کے ساتھ کفار پر بھی اقتدار حاصل ہوتا ہے اور خلیفہ رسول کا یہ استقلال ان کی ہمتیں توڑ دیتا ہے۔ آخر کار صحابہ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور واقعات ثابت کرتے ہیں کہ خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فیصلہ میں حق پر ہیں تو آج مسلمان طاہرہ اور پیشوایان کا اتباع چھوڑ کر ان کے خلاف راہ چل کر کس طرح منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں جس چیز کو شریعت نے ناجائز کیا اس سے کوئی فائدہ کیونکر مقصود ہو سکتا ہے اور کوئی موافق مدعا نتیجہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اتفاق کی کوشش کے لئے ہمیں سب سے پہلے اس اصل اعظم کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ہمیں اہلسنت کے ساتھ اتفاق کرنا اور انہیں ایک رشتہ میں مربوط کر کے اُن کی منتشر قوت کو یکجا کر لینا ہے یہی ہمیں مفید ہے اور خدا میسر کرے اور ہم اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو آج سات کروڑ مسلمانوں کی کثیر تعداد ایک متحدہ قوت نظر آئے اور دوسرے چھوٹے چھوٹے فرقے اس کی شوکت و قوت دیکھ کر خود اُس میں ملنے کی کوشش کریں اور ہماری اکثریت انہیں مفسدانہ خیالات سے باز آنے پر مجبور کر دے۔ اور حقیقی اتحاد اور اُس کے نفیس برکات دنیا کی قوموں کو نظر آجائیں۔ اس لئے سب سے پہلے یہ اصل اعظم مد نظر ہونا چاہئے۔ اب میں اُن اختلافات پر بھی تھوڑی بحث کرنا چاہتا ہوں جن سے چشم پوشی کرنا اتفاق کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔

تفرقۂ اقوام

مختلف مذاہب ملا کر ہرگز ایک نہیں کئے جا سکتے مذہبی جذبات کو بالکل نہیں۔ کسی قوم کا اپنے مذہبی خصوصیات و امتیازات کو آپ کے اتفاق پر فدا کر دینا بالکل نامعقول۔ ایسی ناممکن بات کے لئے تو بارہا کوششیں کی گئیں وہ اختلاف جو مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرتا ہے اور جس کی بنیاد تکبر و غرور اور نفسانیت و خودنمائی کی زمین میں رکھی

گئی ہے اس کو دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی مسلمانوں کے درمیان شریعت طاہرہ نے عقائد و اعمال سے تو امتیاز قائم کیا ہے لیکن پیشہ اور حرفت و نسب کو ذریعہ جدال نہیں بنایا۔ آج ایک مسلمان جو بدمذہب بے دین کافر تک کے لئے آغوش محبت روا رکھتا ہے اپنے حقیقی بھائی سے ملنے کے لئے تیار نہیں اگر وہ سبزی بیچتا ہے یا کپڑا بنتا ہے تو مسلمانوں کو مختلف قوموں میں تقسیم کرنا اور انہیں حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھنا وہ سلام کریں تو تیوری میں بل ڈالنا اتفاق کے لئے سم قاتل ہے اور جب تک یہ خصلت موجود ہے اس وقت تک اتفاق کی طمع سعی لاحاصل ہے۔

اسلام کی قدر کرنیوالا کب پیشہ اور حرفہ اور شان و صورت اور نسب و نام پر نظر ڈالتا ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومی صہیب کو بلال حبشی کے قدموں پر نثار کر دیتے ہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں متکبر رسائی سے محروم رہتے ہیں جو غریبوں کے ساتھ بیٹھنے میں عار کرتے تھے۔ مگر مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر ہندوؤں کی خصلت اختیار کی جیسے ان میں قومی تفرقے تھے۔ اور وہ چھوٹی قوموں کو کتوں سے زیادہ ذلیل جانتے ہیں، کتا ان کے چوکے میں آجائے تو چوکا ناپاک نہ ہوگا مگر چھوٹی قوم کا آدمی چوکے میں آنا درکنار اس قابل بھی نہیں کہ صبح انہیں منہ دکھا سکے سفر کے وقت دھوبی کا سامنے آنا ان کے اعتقاد میں سفر کی ناکامی کی دلیل اور فال بد ہے اسی کی نقل مسلمان کر رہے ہیں کہ پابند شریعت راسخ العقیدہ مسلمان غربت و افلاس کی وجہ سے ذلیل و خوار سمجھے جاتے ہیں ان کا نام کمین رکھا جاتا ہے۔ ان کو مجلس بلکہ بعض انسانی حقوق تک سے محروم کیا جا رہا ہے۔

ان نخوت شعار کا عمل ان اسلامی بھائیوں کے دلوں پر نوک نشتر سے زیادہ المناک گھاؤ کرتا ہے ان کا دل اس برتاؤ سے پھٹ جاتا ہے انہیں حقیر و ذلیل دیکھتے ہیں وہ ان سے ٹوٹ جاتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے دلوں میں ان کی ہمدردی نہیں رہتی قرآن پاک میں ارشاد ہوا

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ تم میں زیادہ کرامت والا اللہ کے نزدیک

تمہارا بڑا پرہیزگار ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا اِنْ اَوْلِيَآئِیَ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرے اولیا میرے دوست صرف پرہیزگار ہی ہیں۔ قرآن پاک تو پرہیزگاروں کو اشرف اکرم خدا کا دوست اس کا ولی بتاتا ہے مگر آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ خدا کے پرہیزگار متقی نیک بندوں کو ان کے حرفہ اور پیشہ کی وجہ سے کمین اور ذلیل کہتے ہیں۔ اور فاسقوں فاجروں کو بدکاروں رشوت لینے اور سود کھانے والے ظالموں کو شریف مان لیتے ہیں اقوام کے یہ تفرقے اور اہل حرفت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد کے لئے زہر ہلاہل ہے اگر آپ اجتماعی قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جماعتی طاقت سے زبردست ہو کر دنیا کی قوموں میں عزت و وقار کی زندگی آپ کا مقصود ہے تو اپنے چھوٹوں کو بڑھایئے۔ چھوٹوں کو ملایئے گروں کو اٹھایئے، ہمارا ہر بھائی خواہ وہ کوئی پیشہ کرتا ہو ہماری نگاہ میں دنیا کے تاجروں سے زیادہ عزیز اور پیارا ہے اس کو دیکھتے ہی ہمارا چہرہ شگفتہ ہو جانا چاہئے۔ یہ کس قدر افسوسناک ہے کہ ایک مسلمان کے پاس دوسری قوم کا کوئی شخص آتا ہے تو وہ اس کا اکرام اور اکرام میں یہ مبالغہ کرتا ہے کہ اپنی جگہ اس کیلئے چھوڑ دیتا ہے لیکن اگر ایک غریب مسلمان اس کے پاس پہنچتا ہے تو اس کو ان کی مجلس میں باریابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اپنوں کو جو قوم اغیار سمجھتی ہو اور اغیار کے ساتھ یگانوں سے زیادہ سلوک کرتی ہو وہ کس طرح دنیا میں کامیاب زندگی بسر کر سکتی ہے۔ ہمیں تو یہ کرنا چاہئے اور اس منافرت کو جلد سے جلد دور کرنا چاہئے جو ہماری بربادی کا باعث ہے اگر آپ اپنے چھوٹوں کو سینہ سے لگائیں گے تو آپ کو سر اور آنکھوں پر بٹھائیں گے اگر آپ ان سے محبت کا برتاؤ کریں گے۔ تو وہ آپ پر دل و جان قربان کر دیں گے حرفے اور پیشہ کو ذلیل نہ سمجھو یہ تمہاری کامیابی کا راز ہے۔ اگر آج ہم میں یہ بات نہ ہوتی تو ہم میں صدہا گداگر اور چور اچکے بھی نہ ہوتے۔ پیشہ کرنا عیب قرار دیا جاتا ہے۔ اس سے شرم آتی ہے تو نوکری اور غلامی کی زندگی اختیار کرتے ہیں نوکری اور خدمت گاری میسر نہیں آتی تو چوری اور گداگری کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔

خدارا ہوش میں آؤ اور تباہ کر ڈالنے والے غرور ترک کرو۔

باہمی سلوک

اس کے علاوہ مسلمانوں کے باہمی سلوک اس قدر خراب ہیں جو اُن کا شیرازہ درست نہیں ہونے دیتے جو عنایتیں اور محبتیں اپنے بھائیوں کے ساتھ لازم تھیں وہ سب اغیار کے لئے بے منت حاضر ہیں دوسرے کی دعوت اور اپنے [illegible] درگزر ایک ایسی چیز ہے جو کریم النفس آدمی کی بہترین خصلت شمار کی جاتی ہے چھوٹی سی خطا دینے دوسرے کی غلطی یا زیادتی سے چشم پوشی کر کے اخوت و محبت کو محفوظ رکھنے اور غیظ و غضب کی آگ میں انس و محبت کا سرمایہ نہ پھونکنے پر نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں میں یہ صفت نہیں ہے عفو و درگزر و فروگذاشت کی خصلت ان سے کنارہ کر گئی ہے۔ ایسا نہیں یہ خصلتیں سب ہیں اور ضرور ہیں اور دنیا کی قوموں سے زائد ہیں لیکن بے محل صرف ہوتی ہیں عفو و درگزر ہندوؤں کے ساتھ صرف کی جاتی ہے یہاں تک کہ خون معاف کر دیئے جائیں لوٹ مار تاخت و تاراج سے چشم پوشی کر لی جاتی ہے اور حد سے گزر کر یہاں تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے کہ جوش محبت میں مذہبی حقوق سے دستبرداری کر لی جاتی ہے وہ ظلم کرتے ہیں اور یہ عاشق نازبردار کی طرح اُس کو خوش دلی سے برداشت کرتے ہیں اور اعلان کر دیتے ہیں کہ تم جتنے ظلم کرو ہم کبھی تم سے بچھڑنے والے نہیں اُن کے لئے ان کی آغوش محبت وا ہی رہتی ہے لیکن حقیقی بھائی سے تن جاتے ہیں تو ایک پرنالے پر چار انگشت زمین پر مقدمہ چل پڑتا ہے اور ہائی کورٹ سے ادھر ختم نہیں ہوتا کوئی پنچایت اس کو طے نہیں کر سکتی صدہا نظیریں ہیں کہ دو بھائی ایک درخت پر لڑے اور ریاست ہندوؤں کے پاس پہنچ گئی دونوں نادار ہو گئے مگر اب ریاست کی جگہ باہمی عداوت ہے دولت کھو چکے تو ہر ایک دوسرے کی آبرو کے درپے ہے خود کچھ نہیں کر سکتے

تو چاہتے ہیں کہ دوسروں ہی سے بھائی کو ذلیل کرا دیں۔ اب اُن اغیار کو جرأت ہوتی ہے، اور خود یہ بھائی صاحب بھی اغیار کی نظر میں وہی حیثیت رکھتے ہیں۔ مال بھی گیا دونوں کی آبرو بھی گئی اس طرح مسلمان اپنے سرمایہ اور اپنی آبرو کھو چکے ہیں۔ مگر افسوس کوئی تباہی موجب عبرت نہیں ہوتی۔ کوئی مصیبت بیدار نہیں کر سکتی اگر اتفاق کی خواہش ہے تو طبیعتوں کے طیش کم کیجئے غصہ پر اختیار پیدا کر کے آپس میں درگزر اور فروگذاشت کی عادت ڈالیے اور اگر آپ کو اپنی طبیعت پر قابو نہ ہو تو اپنے معاملات دیندار مسلمانوں اور دین کے عالموں کو تفویض کیجئے اور اُن کے فیصلہ پر کہ درحقیقت وہ شرع مطہر کا فیصلہ ہوگا رضامند ہو جائیے اور نزاع ختم کر ڈالیے۔ مسلمانوں کی منازعت میں دوسرے مسلمانوں کو مصالحت کی انتہائی کوشش لازم ہے اگر دو مسلمان آپس میں لڑیں تو چاہئے کہ اس درد سے محلہ کا محلہ بے چین ہو جائے اور جب تک ان میں صلح نہ کرا لے چین سے نہ بیٹھے۔

باہمی اصلاح کی تدبیر

نماز کی پابندی کرو جماعتوں میں حاضر ہو اس سے تمہیں اپنے بھائیوں کے ساتھ ملنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کا موقع ملے گا اور باہمی محبت زیادہ ہوگی اس پنجوقتہ اجتماع میں یہ لحاظ رکھو کہ اگر محلہ کے کسی مسلمان کو دوسرے سے ادنیٰ شکایت ہو تو دوسرے مسلمان درمیان میں پڑ کر اُس کو فوراً رفع کر دیں اور اُس کے لئے اپنے تمام اثر کام میں لائیں۔ ہر مسلمان دوسرے کا خیر خواہ مداح ثناگر بھی ہو اور محتسب بھی اپنے بھائی کی ہر طرح حفاظت کرے دوسروں کی نظر میں ذلیل نہ ہونے دے۔ کسی بدی میں مبتلا پائے تو پوری قوت سے بچائے اخلاقی دباؤ اور محبت کی تاثیر وہ کام کرتی ہے جو سخت ترین سزاؤں سے نہیں نکل سکتا۔ سمجھانے کے لئے محبت کے لہجے اور خوشگوار طرز گفتگو کو اختیار کرو وہ انداز کلام بالکل ترک کر دو جو دوسرے کو ناگوار ہو۔ تمہاری زبانیں شیریں ہوں۔ تمہاری باتیں پیاری ہوں تمہارا طرز عمل

محبت پیدا کرنے والا ہو یہ وہ تعلیم ہے جو اسلام دیتا ہے حدیث شریف میں وارد ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ حضور اقدس علیہ الصلاۃ و السلام فرماتے ہیں مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا قُلْتُ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ طِيْبُ الْكَلَامِ وَالْطِعَامِ حضور سے دریافت کیا گیا اسلام کی شان کیا ہے فرمایا خوش کلامی اور میزبانی ایک اور حدیث شریف میں ارشاد فرمایا اَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهُ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ یعنی فضائل ایمان میں سے ہے کہ تو اور لوگوں کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور دوسروں کے لئے گوارہ نہ کرے جو اپنے لئے گوارہ نہ ہو ایک اور حدیث میں وارد ہوا۔ اَنْ تَلْقَ اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ اپنے بھائی سے ملے تو کشادہ روئی کے ساتھ اسلامی اخلاق پیدا کیجئے۔ اس خوشبو میں بس جائیے تو آپ پھول کی طرح سر چڑھائے جائیں گے اور یوں اتفاق کے خالی لیکچر تھوڑی دیر کی واہ واہ اور زینت بزم کے سوا کچھ نفع نہیں رکھتے۔

مساجد کی انجمنیں

اب ضرورت ہے کہ ہم مساجد کی جماعت کو اپنی بہترین انجمن سمجھیں اور اس میں شریک ہو کر آپس کی محبت بڑھائیں۔ بس وہ اخلاق پسندیدہ خصائل پیدا کر کے عملاً اتحاد و اتفاق کو نشو و نما دیں۔ امام ہمارا صدر مجلس ہو تمام نمازی اراکین انجمن ہم تن واحد کے اعضاء کی طرح باہم مربوط اور ایک دوسرے کے ہمدرد و غمخوار اور معین و مددگار رہوں۔ اپنی درستی اور اپنے بھائیوں کی اعانت ہماری انجمن کا مقصد ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ اسلامی شوکت کا لطف آجائے۔ مسجدوں میں جماعتوں کے بعد اس پر غور کیا جائے کہ محلہ کا کون کون شخص نماز کے لئے حاضر نہیں ہوتا اس کو حاضر کرنے کی کوشش کی جائے اور محلہ کا ہر شخص

اس سے ملے اخلاق و محبت کے ساتھ مسجد میں حاضر نہ ہونے کا سبب دریافت کرے اور عدم حاضری اظہار افسوس کے ساتھ محبت آمیز لہجہ میں پابندی جماعت کی درخواست کرے اور یہ عمل جاری رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو پابندی کی توفیق دے مگر یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ اس ترغیب میں اپنی تعلی و تفوق اور اس کی حقارت کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ اماموں کی عظمت کی جائے۔ محلہ کے رہنے والے اپنی شادی و غمی کے کام باہمی مشورہ سے کریں۔ اور محلہ کا ہر شخص اخلاص کے ساتھ دوسرے کی شرکت و امداد کرے غیبت اور بدگوئی ترک کر دی جائے کہ یہ نفاق و عداوت کی بنیاد ہے۔ ہر مسلمان اپنے مذہبی فرائض ضروریات زندگی میں سب سے اہم و افضل سمجھے۔

اغیار کے ساتھ ہمارا برتاؤ

اس موقع پر میں یہ بھی صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ دیگر مذاہب مختلف فرقوں اور دوسرے دین والوں کے ساتھ ہمیں کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے۔ اس وقت ہمیں اپنی درستی اور اپنے تحفظ کی فکر دامن گیر ہے ہماری تمام کوششیں اسی امر پر مبذول ہیں کہ ہم اپنی بگڑی حالت کو بنا لیں اور اپنی روز افزوں فلاکت کے سیلاب کو کسی طرح روکیں۔ ہمیں جس طرح بھی ممکن ہو امن کی زندگی بسر کرنا چاہئے جھگڑے اور تنازع کا جس راہ میں خطرہ اور اندیشہ ہو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ مسلمان اس کے حامی ہیں۔ خدا کا شکر جہاں تک مجھے علم ہے کہ اب تک مسلمان ہند کے ہر مقام پر امن کے حامی رہے ہیں اور کہیں ان کی طرف سے فساد نہیں ہوا۔ واقعات پر بے رعایت رائے قائم کرنے والے ہندو بھی اس سے متفق ہیں۔ گو بعض ہندو پرست لیڈر جن کی زبانی ہندوؤں کا خریدا ہوا پریس ہے مسلمانوں کو بے وجہ مورد الزام قرار دے اور ان پر وہ غلط و بے بنیاد الزام لگائے جو ہندوؤں نے حربی حملوں کے ساتھ قلمی اور زبانی حملوں کے طور پر مسلمانوں پر کئے ہیں اور جو اگل

واقع کے خلاف اور محض بے اصل ہیں ہیں نے اپنے متعدد کارکن تحقیقات بھی کی اور فساد کے مقامات پر خود بھی اس غرض کے لئے گیا اور اپنے عزیز قائم مقاموں کو بھی بھیجا جہاں تک تفتیش و تحقیق کے ذرائع میسر آ سکے جستجو کی گئی۔ یہی ثابت ہوا کہ مسلمان جنگ کے لئے تیار نہیں تھے اور انہوں نے لڑائی نہیں لڑی۔ ہندوؤں نے پوری تیاری اور آمادگی کے ساتھ رائے اور مشورے کر کے ایک منظم مقابلہ کی تیاری کے بعد مسلمانوں پر حملہ کیا اور چونکہ وہ کام ایک مشورت کے ساتھ ہوتا تھا اُن کی مجلسیں اس کام کے لئے ایک وقت معین کر لیتی تھیں اُسی وقت تمام شہر میں مختلف مقامات پر ہندوؤں کے حملے شروع ہو جاتے تھے اور ہر مسلمان مباح الدم اور واجب القتل سمجھا جاتا تھا۔ مسافر، بچے، عورتیں، بوڑھے، کمزور، بہادری کی مشق کے لئے سورماؤں کے تیر ستم کا نشانہ ہیں۔ مسلمان ایسے اچانک حملوں کی مدافعت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ لامحالہ مسلمانوں کو جانی مالی ہر طرح کے نقصان اُٹھانا پڑتے ہیں۔ ہندو چونکہ پہلے سے تیار ہیں حملہ کرنے سے پہلے ہی قانونی کارروائی کرنے کے لئے ان کی ایک مستقل جماعت تیار رہتی ہے۔ وہ مارتے بھی ہیں اور مسلمانوں کو مقدمہ میں ماخوذ بھی کرا لیتے ہیں۔ طبقہ لیڈران تو اُن کا حق نمک ادا کرنا فرض ہی جانتا ہے اُس کے علاوہ سودی قرض دبا دیئے ہوئے ہیں وہ مسلمانوں کے خلاف جھوٹی شہادتیں دے کر مسلمانوں کو پھنسوایا کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے اخبار ستم ایجاد خونخوار اعدا کو مظلوم اور بے گناہ مظلوم مسلمانوں کو جفاکار ثابت کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور یہ اُن کا قلمی حملہ ہوتا ہے ہندوؤں کی ہر ایک جماعت مسلمانوں کو ختم کر ڈالنے کے خیال میں وقف ہو گئی ہے۔ جسے لٹھ چلانا آتا ہے وہ لٹھ سے جو آتشیں اسلحہ رکھتا ہے وہ اُن سے جو جھوٹی شہادت دے سکتا ہے وہ اپنی زبان سے جو حکام رس ہے وہ غلط بیانیوں اور جھوٹی شکایتوں سے قانون پیشہ صفت وکالت سے اہل قلم اور ایڈیٹر خلاف واقع خبروں اور شورش انگیز مضمونوں سے ہندوؤں کی چیرہ دستی اور ستمگاری انتہا تک پہنچا دینا چاہتے ہیں اور اس کو اپنے مذہب کی و اہل مذہب کی بہترین خدمت سمجھتے ہیں اُس مذہب کی جس

کی دوکان کا نمائشی سائن بورڈ اہنسا (بے آزاری) ہے۔ مسلمانوں کا حکام رس طبقے کچھ ہندوؤں کے میل جول رعایت مروت سے کچھ اُن کی اکثریت و قوت کے رعب سے کچھ اپنی مالی کمزوری سے ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کی تائید میں حکام تک سچے واقعات پہنچانے سے بالکل مجبور رہے۔ وہ عام مسلمانوں کے ساتھ اپنی بے تعلقی کا اظہار اور مصیبت زدہ ستم رسیدہ غریبوں کے درد دکھ کا بیان اپنے لئے خطرۂ آبرو سمجھتا ہے۔ مسلمان وکیل مفت تو کیا مقدمات کی پیروی کریں کافی محنتانہ لے کر بھی بے پروائی کر جاتے ہیں اور اپنی بد اخلاقیوں سے ستم کش تباہ شدہ مسلمانوں کو اور زیادہ پریشان کرتے ہیں بغرض کوئی صورت نہیں ہوتی کہ مسلمان قانون سے بھی فائدہ اُٹھا سکیں اور حکومت کی حمایت بھی کچھ ان کے کام آ سکے ایسی مجبور قوم کیا لڑائی کا ارادہ کرے گی۔ اور کیا اس میں جنگ کی اُمنگیں پیدا ہوں گی۔ اس کو ہندوستان کی رہنے والی تمام قومیں جانتی ہیں کہ فساد انگیزی میں مسلمانوں کا ذرا بھی حصہ نہیں گو کہ ملک کے لیڈر (جو ہندو یا ہندو پرست ہیں) مظلوم اور پامال ستم مسلمانوں کو مجرم قرار دیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ہر جگہ لڑائی کے موقعوں سے طرح دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کے تمام تیوہار نہایت اطمینان کے ساتھ ادا ہو جاتے ہیں کوئی مسلمان کہیں مزاحم نہیں ہوتا۔ لیکن جب مسلمانوں کی کوئی تقریب آتی ہے تو ہندو جھگڑے پیدا کرنے کے لئے خلاف معمول نئی نئی رسمیں نکالتے اور شورشیں پھیلاتے ہیں۔ ہندوؤں کے معابد کے سامنے مسلمان کہیں کوئی شور غوغا نہیں کرتے۔ ان کے کسی کام میں مخل نہیں ہوتے لیکن مسجد کے سامنے سنکھ اور باجے بجا کر فساد کی بنیادیں پیدا کی جاتی ہیں۔ ان تمام واقعات سے یہ حقیقت ناقابل انکار ہو جاتی ہے کہ ان خونریزیوں میں مسلمانوں کا قصد و ارادہ بالکل شامل نہیں ہے۔ یہ تنہا ہندوؤں کے جوش غضب کا نتیجہ ہے مگر اس کے باوجود میں پھر برادران اسلام سے یہی عرض کرتا ہوں کہ وہ امن پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور اپنے آپ کو جنگ سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔ اس وقت جنگ میں مصروف ہو جانا ہماری قومی اور مذہبی

زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہے ہمیں جہاں تک ممکن ہو اور جس طرح ممکن ہو لڑائی کے موقعوں سے طرح دینا چاہئے۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں اپنے جان و مال و دین و ملت کے تحفظ کے لئے ان کی چالوں سے ہوشیار و آگاہ بھی رہنا چاہئے اور یہ سمجھتے رہنا چاہئے کہ یہ دشمن موقع کی تاک میں ہے اور موقع مل جائے تو وہ ہمارے ساتھ کمی کرنے والا نہیں ہم اپنے آپ کو اس موقع سے بچاتے رہیں ایسا نہ ہو کہ پچھلے زمانہ کی طرح دشمنوں پر اعتماد کیا جائے اپنی باگ ان کے ہاتھ میں دے دی جائے، اپنی کشتی کا ناخدا ان کو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں ڈالا جائے آنکھیں بند کرکے ان کی تقلید کرنے لگیں جس راہ وہ ہمیں لے چلیں ہم وہ راہ چل کھڑے ہوں، ماضی قریب کی سیاسی جماعتوں اور کمیٹیوں کے اغوا سے مسلمان ان غلطیوں کا شکار ہو چکے ہیں جن کے نتائج آج یہ رونما ہو رہے ہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے استیصال پر کمر باندھی ہے کہیں مرتد کرنے کی کوششیں ہیں کہیں تیغ و تفنگ سے حملے ہیں کہیں قانونی شکنجوں میں کسا جاتا ہے یہ سب اسی ہندو پرستی کا صدقہ جو پچھلے چار پانچ سال مسلمان کر چکے ہیں اب بہت احتیاط کرنا چاہئے کہ کبھی غلطی اس غلطی میں مبتلا نہ ہوں، کبھی اپنے امور ان کے اختیار میں نہ دیں جس طرح وہ مقابل ہو کر ہماری جان و مال عزت و آبرو دین و مذہب کو برباد کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ اعتماد حاصل کرکے دوستی کے پیرایہ میں ہمارے ہاتھوں سے ہم کو نقصان پہنچا دیتے ہیں پچھلے دور میں جب مسلمان ہندوؤں پر اعتماد رکھتے تھے انہوں نے طرح طرح کے نقصان پہنچا کر ہماری قوتوں کو پامال کر دیا۔ اب ہمیں پھر اس داؤں میں نہ آنا چاہئے اس زیادہ نقصان ہمیں ان مسلم نما ملت فروشوں سے پہنچا جو بندۂ طمع ہندوؤں کے کارندے اور کارکن اور ان کی آواز ان کے ارگن تھے اور کٹھ پتلی کی طرح ان کے اشاروں پر ناچا کرتے تھے، ان کے جوش غضب و مسلم آزاری کے لئے یہ مسلمانوں پر چل جانیوالے ہتھیار تھے جنہوں نے ہندوؤں کی کٹھیاں کاندھوں پر اٹھائیں پیشانیوں پر قشقے لگائے سیوا سمتی کے پرتلے گلوں میں ڈالے اپنے ناموں کے ساتھ

پنڈت لالہ لکھوایا، بے پکاریں ہندوؤں میں مٹ گئے یا یوں کہئے کہ ہندوان میں حلول کر گئے مجمعوں میں اپنے مسلمان ہونے کا انکار کیا طرح طرح کی خرافات کی لیکن ہندوؤں سے ناجائز منفعت کی توقع میں اور ناپاک مال کے لالچ میں مسلم کشی پر کمر باندھی، اسلامی خصوصیات و امتیازات کو مٹایا۔ اسلامی شعائر بند کرنے کی کوششیں کیں بڑھ بڑھ کر جیسے دشمن اسلام کو دلی کی جامع مسجد میں منبر پر بٹھایا۔ وہاں اس کی تصویریں کھنچوائیں، گنگا جمنا کی سرزمین کو مقدس بتلایا اور مسلمانوں کو طرح طرح کے نقصان پہنچائے۔ مسلمان انہیں مسلمان سمجھتے تھے یقیناً اگر ہندو ان کا واسطہ اختیار نہ کرتے تو مسلمان ان کے جال میں نہ پھنستے۔ ان پر اعتماد تھا بھروسہ تھا ترکی کی حمایت اور حرمین طیبین کی اعانت کے نمائشی مرثیے پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو اپنی طرف سے خیر خواہی اسلام اور درد ملت کا یقین دلاتے اور ان کی نوا میں اعتبار حاصل کرکے ہندوؤں کی خواہشیں پوری کرتے رہے ایسے لوگ انگریزی دان طبقے کے بھی تھے علماء کی وضع بھی تعداد میں کثیر نظر آتی تھی کہاں تک مسلمان نہ بہکتے اور فریب میں نہ آتے مگر بارے الحمد اللہ وہ طلسم ٹوٹا اور اس مکر و خدع کے راز فاش ہونے مسلمانوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ خیر خواہی کے مدعی دشمن دوست نما تھے۔ اب مسلمانوں کے لئے اپنے آپ کو ایسے خود غرض ملت فروش مسلم کش دشمنوں سے بچانا نہایت اہم اور بہت ضروری ہے۔ برادران ملت بہت حزم و احتیاط نہایت دانائی اور بیدار دماغی کا وقت ہے۔ اگر آپ نے غفلت کی سہل انگاری سے کام لیا ان دوست نما دشمنوں کو پھر ایک مرتبہ موقع دیا اور ان کے ذریعے ہندو سودھاؤں کو پھر تم پر تسلط پانے کا موقع مل گیا تو آئندہ پھر آپ کی حالت ہرگز اس قابل نہ رہے گی کہ اپنے آپ کو سنبھال سکو اور کسی قسم کی تدبیر و تنظیم تمہیں فائدہ پہنچا سکے اس لئے اس مصیبت عظمیٰ سے پہلے ہوشیار ہو دوست دشمن میں امتیاز کرو اب موقع ہے کہ میں اشارہ اور کنایہ پر اکتفا نہ کروں اور صاف کہہ دوں کہ تمہاری دشمن اور ہندوؤں کی کارکن جماعتیں خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء ہیں مجھے ان کے کارناموں

کی تفاصیل پر ایک حد تک عبور ہے۔ لیکن میں وہ تمام لکھوں تو طوالت ہو اور اخبار بین اصحاب اس سے خوب واقف بھی ہیں اس لئے اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں کہ تم ہرگز کبھی ایسی جماعت پر اعتبار و اعتماد کرو جو تمہارے اسلام کی کوئی خصوصیت کوئی امتیاز کوئی ادنیٰ رسم یا تمہارا کوئی جائز شرعی عرفی یا قانونی حق چھوڑنے کیلئے اشارہ بھی کرے الحذر الحذر ؎

در بہائے بوسہ جانے طلب   میکنند ایں دلستانان الغیاث

اے اہل اسلام ہندو اور ہندو پرستوں سے پرہیز کریں اپنے امور ان کے ہاتھ میں مت دیں اپنے آپ کو ان کی رائے کی سپرد نہ کریں رہزنوں کو رہنما نہ بنائیں ان کی مجالس میں شرکت نہ کریں ان کی چکنی چپڑی باتوں اور دردِ اسلام کے دعاوی سے دھوکہ نہ کھائیں حریفان چابک فن سے بچیں ؎

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی   بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

ہندوؤں کے میلوں میں مذہبی رسموں میں کھیلوں تماشوں سانگوں میں جانے سے احتراز اور پرہیز لازم سمجھیں اسی طرح ان کے جلسوں میں شرکت سے اجتناب کریں۔ ہندوؤں کے ٹریکٹ اور اخبار جو مسلمانوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں اور اسلامی بادشاہوں کی ہجو سے پر ہوتے ہیں ہرگز نہ دیکھیں کہ اس کے دیکھنے سے رنج اور صدمہ اور طبیعت میں اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ اور کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا باقی معاملات میں جہاں تک وہ اختلاف سے برتاؤ کریں ان کے ساتھ اخلاق برتا جائے مگر جہاں سے مذہب کی سرحد شروع ہو اس میں ہر غیر مذہب والے سے کنارہ کیا جائے۔

ہندو حملہ آور ہوں تو کیا کرنا چاہئے

اسی سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں ہندوؤں میں حملے کی تیاریاں

پائی جائیں وہاں فوراً حکام کو مطلع کر کے فساد روکنے اور امن قائم رکھنے اور اپنی جان و مال کی حفاظت کی استدعا کی جائے۔

نیز یہ کوشش کی جائے کہ بازاروں اور سڑکوں میں گانے اور باجے کے ساتھ ہر جلوس ممنوع قرار دیا جائے خواہ وہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا۔ اگرچہ مسلمانوں کا کوئی جلوس دل آزار نظموں اور توہین آمیز گیتوں پر مشتمل نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ ہندوؤں کے جلوس جو آئے دن نکلتے رہتے ہیں ان میں ایسی اشتعال انگیزیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ فتنہ کی بنیاد ہی قطع کی جائے۔ گو اس میں ہم پر بھی ایک پابندی عائد ہو۔

ہندو سنگھٹن

ہندو سنگھٹن اور مہا سبھا اور سیوا سمتی کی جماعتیں جنہوں نے ملک کی فضا میں شر افشاں کر کے جنگ و جدل کی آگ بھڑکا دی ہے اور ان کی وجہ سے ہم جانی اور مالی بہت سے نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اور ہماری امن خطرہ میں پڑ گئی ہے ان کی کارگزاریوں کو غور کی نظر سے دیکھ کر حسب موقع گورنمنٹ کو ان کے طرز عمل سے آگاہ کرتے رہنا چاہئے۔ اور کافی ثبوت بہم پہنچا کر گورنمنٹ سے چارہ جوئی کرنا۔ ہندو کثیر التعداد، کثیر المال حکومت کے ایوان و دفاتر میں دخیل و باریاب ہر جگہ انہیں کی کثرت وہی صاحب اسلحہ باوجود اس کے وہ رات دن جن سرگرمیوں اور تیاریوں میں مصروف ہیں وہ ہمارے لئے سخت خطرہ ہیں اور جب سے یہ تیاریاں شروع ہوئی ہیں ملک کا امن کس خدشہ کی حالت میں ہے گورنمنٹ کو اس پر توجہ دلائی جائے۔ غرض واقعات پیش آنے سے پہلے مسلمان حکومت کو حالات سے باخبر کریں اور اپنی حفاظت کی تدبیر دریافت کریں۔ اگر کہیں حفظ ماتقدم کی تدابیر کام نہ دیں اور دشمن حملہ آور ہو جائے تو اہم کوشش اور کامل جدوجہد اور اتفاق کے ساتھ قانونی چارہ جوئی کر کے ظالم کو سزا دلانا چاہئے۔ ایسی حالت میں ہندو اور ہندوؤں کے زیر اثر حکام سے کام نہ چل جائے

اور حکام کو واقعات کی اطلاع دینے میں پوری کوشش کی جائے۔ چھپتے ہوئے مسلمان گھروں میں چھپ کر نہ بیٹھیں دادخواہی کے لئے حکومت کے دروازہ پر پہنچیں۔

حکومت کا محکمہ تفتیش

حکومت کا محکمہ تفتیش بیشتر ہندو اور مسلمان افراد ہی پر مشتمل ہے اور ہندوؤں کی تعداد ہر صیغہ میں زیادہ ہے اور وہ خواہ کسی صیغہ میں ہوں مذہبی اور قومی جذبات میں دوسرے ہندوؤں سے کچھ کم نہیں۔ ایسی حالت میں جب تفتیش اُن کے ہاتھ میں ہو تو انہیں ہمارے نقصان رسانی کے بہت سے موقعہ مل سکتے ہیں۔ اس کے لئے مسلمانوں کو ہر مقام پر خواہ وہاں ہندوؤں سے جنگ کا خطرہ ہو یا نہ ہو ایسے افراد کی ایک جماعت بنا لینا چاہئے جس کا چال چلن قابل اعتراض نہ ہو ذی وجاہت ہوں ہمدرد اسلام ہوں ہندوؤں کے قرض وغیرہ کا دباؤ ان پر نہ ہو جماعت تفتیش کنندہ کے نام سے موسوم ہو اس جماعت کا یہ فرض ہو کہ ہندو و مسلمانوں کے ہر معاملہ میں فوراً پہنچے اور تفتیش کے وقت پولیس کے ساتھ رہ کر نگرانی کرے اور اپنے مقدور تک واقعات کی اصل حقیقت دریافت کرنے میں پولیس کو مدد دے اور بہت دانائی کے ساتھ تفتیش کنندوں کے کام پر غور کرے اور انہیں غلطی میں مبتلا ہونے سے بچائے اور مظلوم مسلمانوں کو جو عادتاً گھروں میں چھپ بیٹھا کرتے ہیں اور اس خوف سے کہ جانی اور مالی نقصان اُٹھانے کے بعد ہندوؤں کی چالاکیوں سے ہمیں قانون کا شکار بھی ہونا پڑے گا وہ چھپتے اور بچتے پھرا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو تسلی دے کر سامنے لائے اور اُن سے اُن کی حالتوں کا اظہار کرائے اور مقدمات میں نہایت خوبی کے ساتھ پیروی کرے۔ یہ انتظام ناگزیر ہے اگر یہ انتظام کر لیا گیا تو ممکن ہے کہ مسلمان ایک حد تک حریفوں کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔ مسلمانو بیدار ہو اپنے کام خود سنبھالو اپنے آپ کو ہمسایہ قوم کی بیرحمی کے حوالہ نہ کرو خود اپنی حفاظت کی تیاری کرو۔ آخر خواب غفلت تابکے۔

سوراج

آج کل سوراج کی تجویز درپیش ہے اور جس سبز باغ کی طمع میں مسلمانوں نے بہت نقصان اُٹھائے ہیں وہ درحقیقت ہندو راج ہے خدانخواستہ اگر اس تمنا میں ہندو کامیاب ہو گئے تو یہ اسباب ظاہر یہ مسلمانوں کے استیصال کی بنیاد ہے ابھی سوراج نہیں ملا ہے تو ہندوؤں کے ظلم و ستم کا یہ حال ہے کہ ہمیں جان و مال اور سب سے زیادہ عزیز اور پیارے مذہب کے لالے پڑ رہے ہیں خدانہ کرے سوراج مل گیا تو پھر ہندو مسلمانوں کو لقمہ ہی کر جائیں گے۔ واقعات نے پردہ کھول دیا ہے اس لئے میں اس ضمنی بحث کو صرف یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ ہم سوراج کو مسلمانوں کے حق میں ایک تباہ کن مصیبت سمجھتے ہیں۔ اب میں مسلمانوں کی معاشرت کے متعلق اجمالی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

معاشرت

ہماری معاشرت اس وقت جیسی خراب ہے اور ہم جس نازک حالت کو پہنچ گئے ہیں وہ ظاہر ہے ہمارے پاس زمینیں نہیں رہی ہیں۔ بود و باش کیلئے مجبوراً پڑے تک بھی نہیں ہیں۔ مسلمان قصبوں اور ضلعوں میں اکثر کرایہ کے مکانوں میں رہتے ہیں اور جو کسی مکان کو اپنا مکان بناتے ہیں وہ مجازاً بناتے ہیں حقیقتاً وہ مکان کسی ہندو کا ہوتا ہے جو ابھی تک ان کے نام سے تو موسوم ہے لیکن قرضہ میں مکفول ہے اور ان کی استطاعت سے باہر ہے کہ اُسے واگذاشت کرا سکیں بہت نادر لوگ ہوں گے جو اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوں۔ ملک میں ہماری ایک مسافر کرایہ دار کی سی حیثیت رہ گئی ہے۔ یہاں کی زمینوں سے ہماری ملک اُٹھ چکی اسی وجہ سے اب ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ ان خانہ بدوشوں

کو ملک سے بدر کر دینا چاہیے جو نہ کسی حصۂ زمین کے مالک ہیں۔ نہ معاش کا کوئی ذریعہ رکھتے ہیں اور بظاہر جو حصہ ہائے آبادی ان کے قبضہ میں ہیں قریب قریب اُن کے برابر ہندوؤں کے سودی قرضے بھی ہیں تو اب ملک خالص ہندوؤں کا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان خانہ بدوشوں کو اس ملک میں رہنے دیا جائے ہمارا ذریعۂ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو تو اب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں اُن کا حصول طول امل ہے اگر رات دن کی تگ و دو اور اَن تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش بھی پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آتی ہے، برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اس وقت تک قرض کا اتنا بار ہو جاتا ہے جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے پھر ہندوؤں کی اکثریت کے باعث آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں اور اُن کے ساتھ گذارا کرنے کے لئے بمجبوری اُن کی خوشامد اور مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہل معاملہ مسلمان اہلکاروں کے عموماً شاکی ملتے ہیں۔ ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے۔ ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنا چاہئیں اور حرفتوں کے عیب ہونے کا خیال جو درحقیقت ہندوؤں کی صحبت کا اثر ہے اپنے دماغوں سے نکال ڈالنا چاہیے۔ اعلیٰ اہل کار ادنیٰ فروگذاشت پر برخواست ہو کر نان شبینہ کا محتاج ہو جاتا ہے اور اس کی متوسط حیثیت افسر کی ایک گردش چشم سے خاک میں مل جاتی ہے پھر وہ عمر بھر شکستہ حالی در بدر پھرا کرتا ہے۔ جو لوگ کل تک اس کی عزت بلکہ خوشامد کرتے تھے وہی بے حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ اب اُس کی تمام قابلیتیں ہیچ ہیں، سندیں بیکار ہیں۔ زندگی وبال ہے، اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیونکر ہو سکے۔ خود تباہ اور نسل برباد لیکن اگر وہ پیشہ ور ہوتا ہاتھ میں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا۔ نوکری گئی بلا سے

اس کا ذریعہ معاش اُسکے ساتھ ہوتا۔ ہمیں نوکری کا تو خیال ہی چھوڑ دینا چاہیے نوکری کسی قوم کو معراج ترقی تک نہیں پہنچا سکتی دستکاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے: یہ وہ دولت ہے جو نہ دشمن چھین سکتا ہے نہ کہیں رہن یا مکفول ہو سکتی ہے بے منت روزی کا ذریعہ ہے، جن قوموں کے ہاتھ میں کوئی حرفت یا پیشہ ہے وہ ان نوکری کرنے والوں سے بدرجہا بہتر زندگی بسر کرتے ہیں۔

دوسرا کام تجارت ہے جس کو ایک نامعلوم مدت سے مسلمانوں نے عیب قرار دے رکھا ہے حریف قوم تجارت ہی کی بدولت صاحب ثروت ہو گئی۔ آج ہماری زندگی کے ضروریات انہیں قوموں کے ہاتھ میں ہیں جنہوں نے ہمیں اعلان جنگ دے دیا ہے۔ ہر قسم کی تجارت میں وہ دخیل ہیں اور مسلمانوں کی دولتیں روز بروز اُن کے قبضے میں آتی چلی جاتی ہیں، ہر بڑی سے بڑی چیز ابتدا میں بہت چھوٹی ہوتی ہے اور وہ بتدریج بڑھتی ہے مسلمان یہ خیال چھوڑ دیں کہ جب تک ہزارہا روپیہ کا سرمایہ نہ ہو تجارت نہ کریں گے تھوڑے سرمایہ سے کام شروع کریں اور مستعدی و نیک نیتی سے کرتے رہیں انشاءاللہ تعالیٰ کچھ عرصہ میں یہ چھوٹا کام ہی بڑھ کر بڑا ہو جائے گا۔ میں اکثر اپنی تحریروں میں تجارت پر زور دیتا ہوں کئی صاحبوں نے میری تحریک سے تجارت شروع کی اُن کا سرمایہ نہایت قلیل تھا مگر اب تھوڑے ہی دنوں میں انہوں نے اپنا کام بہت بڑھا لیا، روزانہ کے خرچ اُسی دوکان سے نکالتے ہیں اور دوکان میں بھی زیادہ کرتے جاتے ہیں، کچھ پس انداز بھی کر لیتے ہیں۔ جس قدر روپیہ لگایا تھا اُس سے زیادہ مال اس وقت دوکان میں موجود ہے اتنا ہی دوسروں پر قرض ہے اور جو کھایا خرچ کیا وہ اور نقد اس کے علاوہ ہے درحقیقت یہ خیال کہ اگر بڑا سرمایہ نہ ہوگا تو ہمارا کام چل ہی نہ سکے گا تجارت کے اصول سے ناواقفی ہے۔ ہمسایہ قوم کو دیکھئے جو تجارت میں بہت ماہر ہے اور جس کا تجارت پیشہ ہو گیا ہے۔ ان میں اگر لاکھوں اور کروڑوں کے سرمایہ دار بھی ہیں تو ان میں وہ بھی ہیں جو زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے کے چنے یا سگریٹ

اور پان لے کر بیچتے پھرتے ہیں اور اس سے بھی کم حیثیت وہ ہیں جو آلو کی چاٹ کے خوانچے لگاتے ہیں۔ ان کے سرمایہ پر نظر کیجئے اور پھر یہ دیکھئے کہ چاٹ بیچکر یہ اپنے تمام کنبے کی پرورش کرتے ہیں، مکان بناتے ہیں، شادی بیاہ کرتے ہیں بیماری اور موت کے خرچ اُٹھاتے ہیں۔ قومی اور مذہبی کاموں میں دیتے ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد معقول رقم پیدا کرکے دوکان لے بیٹھتے ہیں۔ ہم کیوں خواب غفلت میں ہیں۔ ہم پر کیا وبا ہے۔ نوکری کی تلاش میں پریشان حال مارے پھریں، عمر گذر جائے مگر تجارت نہ کریں۔ اگر سبزی یا میوے بھی بیچتے تو بسر اوقات کی شکل نکل آتی۔ پان چھالیہ سگریٹ، دیا سلائی لے کر ہی بیٹھ جاتے تو کچھ نہ کچھ ہاتھ آتا اور ذلت کے ساتھ دھکے کھانے سے بچتے۔

برادران اسلام تمہارے بزرگ تجارت کرتے تھے۔ تجارت عیب نہ سمجھی جاتی تھی تم تجارت کرو اور ضروریات زندگی کی تجارت کرو کھانے پینے پہننے اور اور ضرورت کی چیزیں کبھی نہیں رکتیں سرمایہ کم ہو تو خوف نہ کرو۔ اللہ پر بھروسہ کرکے کام شروع کردو اور دوسرے مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی تجارت کو ترقی دینے میں مدد کریں۔ اُن کی ہمت افزائی کا خیال رکھیں اُن کی تجارت کو فروغ دینے کی کوشش کریں۔ سرمایہ دار اصحاب کسی اطمینان کے بعد معمولی نفع تجارتی پرائس کو روپیہ دیں اگر وہ ضرورت سمجھتا ہو اور تجارت کو روپے کی ضرورت ہو۔ بہتر ہو کہ ہر مسلمان چند مسلمانوں کے مشورہ کے بعد اپنا کام شروع کرے اور مشیر اپنی بہتر رائے سے اُس کی مدد کریں۔ بیکار لوگوں کو چھوٹی چھوٹی تجارتیں شروع کرائی جائیں اور اُن کی حوصلہ افزائی کے لئے مسلمان اُن سے خریداری کریں۔ سائل جو مختلف صورتوں میں شب و روز آتے رہتے ہیں انہیں کو نرمی و محبت کے ساتھ تجارت یا حرفت پر آمادہ کیا جائے اور وہ تیار ہو جائیں تو ان کو سوال سے روکا جائے اور مسلمان خود ان کے لئے ایک معمولی چندہ کریں جو ایسی ادنیٰ رقموں سے جمع کیا جائے جو معمولاً سائلوں اور دریوزہ گروں کو دی جاتی ہیں پھر انہیں اپنی نگرانی میں کوئی کام کرا دیا جائے اور نگرانی رکھی جائے اس میں ہر طرح کی صورتیں پیش آئیں گی اور ہر قسم کے

آدمیوں سے واسطہ پڑے گا مگر تحمل و برداشت سے کام کئے جائیں انشاء اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی۔

نکمے اور بیکار لوگوں کے لئے بھی شغل سوچے جائیں اور اُن کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا کام تلاش کرنا چاہیے جو اُن کی معاش کا ذریعہ ہو سکے خواہ وہ مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانہ یا قبرستان کی خدمت یا نگرانی ہی ہو۔ ہر شخص کو یہ لازم کر لینا چاہیے کہ وہ اپنے کسب سے کچھ نہ کچھ زمین خریدے اور اپنے مسکن حاصل کرنے کے لئے شاق محنت اُٹھائے۔ بلکہ اگر نامناسب نہ ہو تو بجائے دولت و مال، تعلیم مند کے شادی کے وقت یہ دریافت کیا جائے کہ لڑکے نے اپنے کسب و محنت سے کتنی زمین خریدی ہے۔ خواہ باپ نے کیسی کثیر جائیداد چھوڑی ہو مگر لڑکے کو اس وقت تک لائق نہ سمجھنا چاہیے جب تک وہ اپنے زور بازو سے کچھ پیدا نہ کرے ماں باپ خواہ کیسے ہی غنی و دولت مند جاگیردار یا تاجر ہوں مگر یہ ضروری سمجھیں کہ پندرہ سال کے بعد لڑکے کو کوئی نہ کوئی معاش کا کام شروع کرا دیں۔ اگر وہ تعلیم پاتا ہے تب بھی اس کے لئے ایسا کام ٹھیکہ یا تجارت تجویز کریں جس میں وقت کم صرف ہو مگر آمدنی پیدا ہو سکے تاکہ بچے اس عمر سے تجارت یا حرفت اور کسب مال کے خوگر و عادی ہو جائیں۔ ہر بچے کے لئے روز پیدائش سے ایک پیسہ یومیہ جمع کیا جائے تو سالانہ [illegible] کے حساب سے پندرہ سال میں پچاسی روپے چھ آنے ہو سکتے ہیں۔ ابتدائی کام شروع کرنے کے لئے یہ رقم کچھ تھوڑی نہیں ہے۔ بہت سی تجارتیں ایسی ہیں جنہیں آدمی تعلیم کے ساتھ جاری رکھ سکتا ہے۔ اُن میں وقت بہت کم صرف ہوتا ہے بچوں کی تجارتوں کی نگرانی والدین رکھیں اور انہیں والدین مدد دیں۔ مسلمانوں کی تجارت مسنون و موجب برکت ہے مگر خدا جانے کیا مصیبت ہے کہ اس زمانہ میں مسلمان تجارت سے بالکل بیگانہ ہیں اس کے علاوہ ترقی کا دارومدار تجارت پر ہے یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ تجارت ہماری بقا کے لئے بھی ضروری ہے۔ ہماری زندگی کی ضروریات اغیار کے ہاتھ میں ہیں اس وجہ سے ہر وقت ان سے دبنا اور اُن کی ناجائز خوشامد کرنی پڑتی ہے اور

اندیشہ رہتا ہے کہ اگر وہ ہم سے خفا ہو گئے تو ہمارا کھانا پینا بند کر دیں گے چنانچہ کئی جگہ ایسا بھی ہو چکا ہے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں سے لین دین ترک کر دیا۔ غلہ ان کے ہاتھ میں تھا اب بجز بھوک کے مرنے کے اور کیا صورت تھی۔ اگر ہمارا بھی اس تجارت میں دخل ہوتا تو وہ ہمیں اس طرح مجبور نہ کر سکتے۔

حیرت ہے کہ زمانہ کے انقلاب مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت نہیں ثابت ہوتے اور کسی مصیبت سے ان کی آنکھ نہیں کھلتی۔

برادران ملت نوکری اور ملازمت کے خیال چھوڑ کر تجارت پر ٹوٹ پڑو۔ تو دیکھو تھوڑے عرصہ میں تم کیا سے کیا ہوئے جاتے ہو۔

مصارف

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے مصارف کم کرنے کی شب و روز فکر کرنی چاہئے اس سے یہ مدعا تو نہیں ہے کہ امور خیر بند کئے جائیں۔ اس کا تو وہی مشورہ دے گا جسے خیر سے ضد ہو۔ مگر مقصد یہ ہے کہ فضول خرچ سے جو مسلمانوں کی امتیازی خصلت بن گیا ہے۔ بچو۔ اور جہاں تک ممکن ہو کم سے کم خرچ میں کام چلاؤ۔ بے اندازہ خرچ کے سامنے سلطنت بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ خرچ کم کرنے کے لئے جماعتی اثر سے بھی کام لو۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی شخص نے اپنے اولاد کی شادی کے لئے سودی قرض لے کر دعوت کی ہے اس کے یہاں شرکت کرو۔ دعوت نہ کھاؤ۔ تاکہ آئندہ پھر دوسرے کو اس کی جرأت نہ ہو۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ شادی اور بیاہ کے موقع پر برادری کے منتخب اشخاص یا اعزہ و اہل محلہ سے مشورہ کیا جائے کہ شادی کرنا ہے اس میں کتنا خرچ کیا جائے وہ اس شخص کی حیثیت اور اولاد اور خرچ کا حال معلوم کر کے اس کو اتنے خرچ کی اجازت دیں جس کا برداشت کرنا اس کی موجودہ حالت سے دشوار نہ ہو اگر اس سے زیادہ خرچ کرے تو شرکت نہ کریں۔

روز مرہ کے خرچ فکر کر کے گھٹائے جائیں اس میں زیادہ نفع ہے گو بالفعل بہت تھوڑی نظر آئے۔ کھیل تماشے دیکھنا بالکل موقوف کرو۔ ناٹک اور تھیٹر وغیرہ میں جہاں تک معلوم ہو سکا ہے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے زیادہ ہوتی ہے باوجودیکہ ملک میں ہندو مسلمانوں سے سہ چند زیادہ ہیں۔ یہ خصلتیں ہمیں برباد کر رہی ہیں انہیں چھوڑ دو اور غور کر کے ہر فضول اور بے فائدہ کام میں مال ضائع کرنے سے بچو۔ اسراف کی حالت میں آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی تو قرض لینا پڑتا ہے یوں قرض نہیں ملتا تو سود کی مصیبت اختیار کی جاتی ہے۔

سودی قرض

سودی قرض وہ بلا ہے جو لیتے وقت تو مال مفت معلوم ہوتا ہے اور اس روپیہ کو آدمی بڑی بیدردی سے خرچ کرتا ہے۔ لیکن وہ بہت جلد گھر بار نیلام کر کے محتاج بنا دیتا ہے۔ اس کی صدہا نہیں بلکہ کروڑوں نظیریں موجود ہیں۔

مسلمانوں میں فیصد پانچ آدمی مشکل سے ایسے نکلیں گے جنہیں قرض لینے سے احتیاط ہو امیر سے لے کر غریب تک ہر ایک اسی مصیبت میں گرفتار ہے روزانہ کچہریوں میں سود کی ڈگریاں اور قرقیاں نکلتی رہتی ہیں اور مسلمانوں کے مال دشمنوں کے قبضے میں پہنچ کر اسلام کی مخالفت اور بیخ کنی میں صرف ہوتے ہیں۔ ہندو ہمارے خون چوس گئے اور ہم سوتے ہی رہے ہر شخص قرض لیتے وقت یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ یہ قرض بہت جلد باسانی اپنی موجودہ آمدنی سے ادا کر دے گا، یا یہ وہم بندھ جاتا ہے کہ کوئی غیر معمولی آمدنی عنقریب ہو جائے گی۔ بس فوراً یہ روپیہ ادا کر دیا جائے گا۔ بہت سے لوگ دست غیب کے عمل اور کیمیا کے بھروسے جائیداد کھو بیٹھتے ہیں اور روزانہ کے بے شمار تجربوں سے یہ سبق حاصل نہیں کرتے کہ سودی قرض میں یہ نحوست ہے کہ ادا ہی نہیں ہوتا۔ آمدنی کم ہو جاتی ہے اور پھر اور کھاتا

خرچ پورا کرنے کے لئے سودی قرض لینے پر مجبور ہو جاتا ہے، جو آمدنی پہلے ہی کافی نہ تھی قرض کے بعد کس طرح کافی ہو سکتی ہے۔ آہ ہماری عقل کیا ہوئی جو ہمیں یہ بتاتی کہ جو مصارف آج پورے نہیں ہوتے جن کی وجہ سے قرض لیا جاتا ہے جائیداد نیلام ہونے کے بعد کہاں سے پورے ہوا کریں گے اس وقت جو تدبیر کی جائے گی وہ آج کر لی جائے تو جائیداد بچ رہے اور ہم کل بھیک مانگنے سے تو محفوظ رہیں۔ افسوس ہماری حمیت کہاں جاتی رہی جو قرض خواہوں کے رسوا کن تقاضوں اور ڈگریوں اور گرفتاریوں اور نیلاموں کی ذلتوں سے ہمیں بچاتی۔

سود خوار ہر خونی سفاک قاتل سے زیادہ ظالم و بیرحم ہوتا ہے ہندوؤں نے بھی عجیب مزاج پایا جانوروں پر تو بڑا رحم ہے ان کے نزدیک معزز انسانوں کے خون گوارا ہیں چونٹیوں کے بلوں میں شکر ڈالتے پھرتے ہیں مگر انسانوں کو سود کی کند چھری سے نہایت سخت دلی کے ساتھ ذبح کرتے ہیں کہتے تو یہ ہیں کہ یہ سب آہنسا ہے۔ ہمیں کسی کا ستانا گوارا نہیں مگر ان کی بے رحمی کے مقابل قتل کا ظلم کچھ وزن نہیں رکھتا۔ ایک قاتل ایک وار میں اپنے دشمن کو مار دیتا ہے وہ چند منٹ تکلیف اٹھا کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے چند روز اس کے اعزہ غم اور سوگ کر کے خاموش ہو جاتے ہیں۔ قاتل کا غصہ بھی قتل کر کے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور پھر اپنے دل میں انصاف کر کے نادم ہوتا ہے اپنے ظلم کے تصور سے خود بیقرار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور ڈھونڈتا ہے کہ کسی طرح اپنے ظلم کی تلافی کرتا مگر کوئی صورت ایسی اس کے اختیار میں نہیں ہوتی تو اپنی زندگی کے دن اسی رنج و تعب میں نہایت بدمزہ گزارتا ہے اور بعض تو اس تلخ زندگی کو نہ برداشت کر کے خودکشی کر لیتے ہیں۔ بعض خود حاضر ہو کر حکومت کے سامنے اپنے جرم کا اقبال کرتے ہیں۔ لیکن بے رحم سود خوار کسی کے آرام و راحت کو نہیں دیکھ سکتا، ہر دولت مند کی دولت کو تاکتا رہتا ہے اور جب تک اس کا خاتمہ نہیں کر دیتا اسے چین نہیں آتا ہے اس کی تباہی و بربادی اس کے خاندان اور کنبے کی بدحالی ان کی نسلوں

کی ذلت و خواری اس کی عین تمنا ہوتی ہے کل تک جو عزت و ثروت کی زندگی بسر کرتے تھے صاحب خدم و حشم تھے انہیں آج بدن چھپانے کو کپڑا میسر نہیں ان کے مرادوں مانگے ناز پروردہ نور نظر بھوک سے بیدم ہیں جن کے غلام بھی پیادہ نہ چلتے تھے ان کو آج جھونپڑا بھی میسر نہیں۔ مگر سود خوار حریص اس طرح کنبے کے کنبے تباہ کر کے گھرانے کے گھرانے برباد کرتا ہے اور کبھی اس کو ان کی مصیبت پر رحم نہیں آتا۔ اسلام نے یہ بے رحمانہ خصلت گوارا نہ فرمائی۔ اور سود خواری حرام کر دی جس کی بدولت آدمی حرص میں اندھا ہو کر اپنے معزز و موقر بنی نوع کی ذلت و رسوائی اور دائمی تکلیف و مصیبت کا آرزو مند ہو جاتا ہے۔

غرض سود ایک عام مصیبت ہے جس نے ہمیں برباد کر دیا۔ اب ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ اس طوفان سے نجات حاصل کرنے کی کیا تدبیر ہے۔ بہت سے لیڈروں نے لیکچر دیئے چندے لئے مگر کبھی یہ فکر نہ کی کہ مسلمانوں کو سود کی بلا سے بچانے کی کوئی سبیل نکالی جائے۔ اب جلد سے جلد ہمیں اس طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔

سود سے کس طرح نجات حاصل کی جائے

(۱) شریعت طاہرہ کے دامنوں میں پناہ لو۔ اس کے احکام کی تعمیل کرو جس میں سود کھانا ظلم بے رحمی اور خونِ ناحق سے زیادہ سنگدلی ہے۔ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے اسی طرح سود دینا بھی اپنے نفس اور اپنے خاندان پر ظلم اور خودکشی کا مترادف ہے اس کو بھی ایسا ہی حرام فرمایا ہے۔ اب تک اگر مسلمان اس حکم کی تعمیل نہ کر کے برباد ہوئے تو اب تو ہوش میں آئیں اور پہلی بربادیوں کا علاج یہ ہے کہ سود دینے اور سودی قرض لینے سے بچیں اور سچی توبہ کریں کہ آئندہ خواہ کچھ بھی حال ہو مگر سودی قرض نہ لیں گے، ہر مصیبت برداشت کریں گے مگر سود کی مصیبت سے بچیں گے۔ تمام مسلمان چھوٹے بڑے امیر غریب سب اس کا عہد کریں اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے اور سودی قرض لے اس سے لین دین میل جول ترک

کردیں۔ اس پر عمل کیا جائے تو تباہی کا سلسلہ تو ابھی منقطع ہو جائے اور آئندہ کے لئے تو اس مصیبت سے تو اطمینان ہو البتہ کچھ دشوار نہیں ہے کیونکہ سودی قرض اُسی کو ملتا ہے جو اس سے زیادہ کی جائیداد مکفول کر جاتا ہے۔ یا زیور برتن وغیرہ رہن رکھتا ہے تو جو اتنا اثاثہ رکھتا ہو وہ سودی قرض نہ لے گا چیز فروخت کر ڈالے اگر ضرورت کے وقت ارزاں بھی فروخت کی تو وہ نقصان جب بھی نہ ہوگا۔ جو سودی طوفان سے ہوتا ہے۔ اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ نام و نمود اور شان و شوکت عیش و عشرت کے لئے جو قرض لیتے ہیں انہیں تو اس سے باز رہنا آسان ہے لیکن جو آسمانی بلاؤں اور ناگہانی آفتادوں سے مجبور ہو کر لیتے ہیں گو وہ بہت کم اس وجہ۔ کیا کریں جائیداد فوراً فروخت نہیں ہو سکتی اور مصیبت فرصت نہیں دیتی، مجبوری قرض لینا پڑتا ہے۔ اس کا ایک جواب تو میں عرض کر چکا ہوں کہ زیور و جائیداد نکل جانے کے بعد جو کچھ وہ جب کرتے ہیں آج کریں۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے قرض حسن لیں اور اپنا کام چلائیں، حاجت پوری ہونے کے بعد بتدریج یا جس طرح سہل ہو اُس قرض کو ادا کر دیں اُن کے احباب آڑے وقت یاران کی مصیبت رفع کرنے میں کافی امداد دیں اور ایک دوسرے کی دستگیری اپنے ذاتی نفع کے لئے اپنا مقصود سمجھیں۔ خود غرضی سے بچیں یہ نہایت بُری خصلت ہے۔

ذخیرہ قرضِ حسن (یا) اسلامی بیت المال

اب ہم اپنی اصلاح کے لئے مجبور ہیں کہ وقتی اور فوری ضرورت کے لئے کوئی ایسا ذخیرہ تیار رکھیں جو مصیبت کے وقت ہمارے کام آئے اور بقدر ضرورت قرض حسن دے سکے تاکہ ہمیں پھر کسی کافر کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اٹھانی نہ پڑے۔ اس کی چند تدبیریں ہیں۔ ایک یہ کہ ہم ذخیرہ قرض حسن جمع کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے۔

(۱) ہر باکار اور خوش حال شخص جو کسی طرح اپنی بسر اوقات کر لیتا ہے اگر وہ صاحب اولاد ہے تو اپنی اولاد سے ایک لڑکا زیادہ فرض کرے اور اگر صاحب اولاد نہیں ہے تو فرض کرے کہ اس کے ایک فرزند ہے اور روزانہ وہ اپنے اس فرضی فرزند کے نام سے حسب حیثیت دو آنے چار آنے پیسہ دو پیسہ جیسی گنجائش ہو ایک مقفل صندوقچہ میں ڈال دیا کرے۔ چاہے مقدار کم ہو مگر ترک نہ ہو ناغہ نہ ہو یہ عمل روزمرہ جاری رہے مگر صاحبِ اولاد جس قدر اپنی اولاد کا دیتا ہے اُس سے کم اس صندوقچہ میں نہ ڈالے اس طرح اگر ایک قصبہ میں بیس ہزار مسلمان ہیں اور اُن میں بوڑھے بچے بیکار نادار چھوڑ کر کم سے کم چھ ہزار مان لئے جائیں اور فرض کیا جائے کہ ادنیٰ درجہ ایک پیسہ یومیہ اس ذخیرہ کے لئے جمع کرتے ہیں تو قریب چورانوے روپے یومیہ جمع ہونے لگیں اور ایک ماہ میں دو ہزار آٹھ سو بیس اور چھ مہینے میں سولہ ہزار نو سو بیس روپے ایک معمولی قصبہ میں جمع ہو جائیں اور نہ کچھ دشواری ہو نہ بار یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ صرف ایک پیسہ یومیہ فرض کیا جائے اور حسب حیثیت جمع کیا گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ہوگا اور یہ مقدار بھی اس قابل ہے کہ فوری اور وقتی مجبوریوں کے لئے مسلمان سودی قرض سے بچ سکیں اگر اس تدبیر پر عمل کیجئے تو آپ چھ مہینے میں اس قابل ہو سکتے ہیں کہ آپ کا کوئی بھائی مہاجن کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے لئے مجبور نہ ہو۔

(۲) شادی بیاہ، تقریبات، مہمانوں کے ورود، عیدین، شب برات، محرم اعراس۔ وغیرہ کے موقعوں پر جہاں آپ کو اپنی اولاد یا اعزہ اور مہمانوں کے لئے وسیع خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ حسب حیثیت اس ذخیرہ کو بھی ایک لڑکے یا مہمان کی برابر حصہ دیجئے اور اسی صندوق میں جمع رکھیے۔

(۳) سوداگر اپنی تجارتوں میں، مزدور اپنی مزدوریوں میں، اجیر اپنے کرایہ میں ایک پیسہ روپیہ کے اوسط سے قومی ذخیرہ کے لئے وضع کریں اور امانت داری سے اُس کو ذخیرہ میں جمع کر دیں اور لیتے وقت ہی اُس کو اپنے مال کی قیمت یا مزدوری اور کرایہ کے دا

سے علیحدہ رکھیں اور اس کو اپنے تصرف میں لانا سخت خیانت سمجھیں اس طریقہ سے بھی بہت کافی رقم جمع ہوگی۔ جن لوگوں کو یہ روپیہ قرض دیا جائے پہلے تحقیق کر لیا جائے کہ انہیں مجبور کرنے والی ضرورت درپیش ہے ادعائی کی اور کوئی سبیل اُن کے پاس نہیں، پھر یہ روپیہ ایک پرامیسری رقعہ یا کوئی اور ایسی قانونی تحریر لکھا کر دے دیا جائے جس کی رجسٹری بھی ضروری نہ ہو اور وہ بے سود جائز بھی ٹھہرے۔ اس روپے کی ادا کے لئے وہ طریقہ تجویز کیا جائے جس سے مستقرض بآسانی وہ رقم ادا کر سکے خواہ زیادہ مدت میں وعدہ کے مطابق رقم کی وصولی کی کوشش کی جائے لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ شخص فی الحال اس رقم کی ادا کے قابل نہیں ہے یا ادا سے سخت دشواری میں پڑ جائے گا تو اس کو مزید مہلت دی جائے کیونکہ درحقیقت یہ رقم اپنے بھائیوں کی اعانت ہی کیلئے ہے ہرگز نہ

اور ہر محلہ میں وہاں کے باشندوں کی ایک مجلس بنائی جائے جس کا نام انجمن قرض حسن ہو اس مجلس کے اراکین ایک معتمد شخص کو انتخاب کر کے امین قرار دیں وہ اس روپے کو اپنے پاس جمع رکھے اور اس کا مکمل حساب اُس کے پاس ہو اور ہر ہفتہ آمد و خرچ سنایا کرے اس کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا جائے تو بہت بہتر۔ جب رقم دو سو روپیہ تک پہنچ جائے تو اس کو کسی اطمینان کی جائے جمع کر دیا جائے اور اگر اہل محلہ کی یہی رائے ہو تو ابتدا ہی سے رقم کسی اطمینان کی جگہ خواہ بنک میں امانت رکھدی جائے مگر اس طریق پر کہ اس کا وصول کرنا ہر وقت ممکن ہو۔

انجمن قرض حسن کے ممبران کا فرض ہے کہ وہ اس رقم کے جمع کرنے کی کوشش کریں اور ہر شخص سے روزانہ لیا کریں۔ خواہ وصول کا کام مسجد کے مؤذن یا امام صاحب کے سپرد کیا جائے یہ قرض کا سیلاب روکنے کی تدبیریں تھیں کہ جو شخص قرض سے توبہ کریں اور مصارف کم اور ضروریات محدود کر کے بھی وہ کس وجہ سے قرض لینے کے لئے مضطر ہوں اُن کا کام نکال دیا جائے تاکہ آئندہ کے لئے سودی قرض کا سلسلہ بند ہو۔ لیکن جو لوگ

مقروض ہیں اور رات دن سود کا بار اُن پر بڑھتا چلا جاتا ہے وہ کیا کریں۔

ادائے قرض کی تدابیر

(۱) قرض معمولاً دیا ہی جب جاتا ہے جب اس سے کئی گنی زیادہ قیمت کی جائیداد مکفول کر لی جاتی ہے یا زیور گروی کیا جاتا ہے یا اور کسی چیز سے اطمینان کر لیا جاتا ہے۔ اب ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہم فوراً اُس چیز کو فروخت کر کے قرض کی یہ نحوست رفع ہے کہ وہ جب تک کل جائیداد وفنا نہ ہو جائے ادا کرنا نہیں چاہتا اور باطل امیدوں کے بھروسہ پر قرض کا بار بڑھتا رہتا ہے اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم باہمی تعلقات کے دباؤ سے اپنے بھائیوں پر اثر ڈالیں اور انہیں فوراً قرض ادا کر دینے پر مجبور کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہم انہیں چھوڑ دیں اور اُن کے کسی حال میں اُن کے ساتھ شرکت نہ کریں، یہاں تک کہ وہ سودی قرض سے سبکدوشی حاصل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس طرح بہت سے قرضوں سے نجات ہو جائے گی۔

(۲) گورنمنٹ سے استدعا کرنا چاہیے اور جو ہمارے نمائندے گورنمنٹ کے ایوان میں رہیں وہ سوال اُٹھائیں کہ کیا سبب ہے جو سود کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی جس کے بعد وہ کبھی نہ بڑھے اور دائرہ کو اس حد سے آگے ڈگری نہ دی جائے۔ ایک رقم کا سود اُس سے کئی ہزار گنا ہو سکتا ہے اور اس کو قانون نہیں روکتا۔ اسی وجہ سے ہزارہا رئیس اپنی ریاستیں کھو کر ناداری کی ذلت میں گرفتار ہو رہے ہیں اور اُن کی دردناک حالتیں دیکھی نہیں جاتیں، شریف اور معزز انسانوں کی یہ تباہی قابل رحم ہے اس لئے گورنمنٹ کو یہ طے کر دینا چاہیے کہ کسی حال میں سود کی ڈگری پچیس فیصدی سے زیادہ نہ دی جائے گی اور جس جائیداد پر قرض کی مقدار اس حد تک پہنچ جائے گی اس کے بعد وہ جائیداد اُس قرض میں نیلام کر دی جائے گی یا صاحب جائداد کہیں سے روپیہ ادا کرے خواہ اُس کو یا دوسری کوئی

درچیز فروخت کرنا پڑے مگر اُس کو پھر دوبارہ سال کے اندر اپنی جائداد کو دوبارہ مکفول کرنے کی اجازت نہ ہوگی کیا غضب ہے بڑی بڑی شرح سے سود لیا جا رہا ہے اور دلالی، رشوتیں اور مقدمات و رجسٹری کے مصارف اس کے علاوہ یہ تو ابتدائی منزل ہوتی ہے اور جب چھ ماہ کے بعد سود اصل میں شامل کر کے اس پر از سرِ نو سود چلایا جاتا ہے۔ اس کی رفتار کا کیا ٹھکانا ہے، سو روپے تین روپیہ سیکڑہ کے شرح سے دس سال میں ہزار ہا ہو جاتے ہیں اگر ایک شخص ہزاروں روپے کی جائداد رکھتا ہو اور کسی ضرورت سے فقط سو روپے تین روپے کی شرح سے لے کر دس سال خاموش ہو جائے تو یہ سو روپے اس کی کل جائیداد کو ختم کر دیں گے۔ کیا ستم ہے کیوں اس کے لئے قانون بنانے کی استدعا نہ کی جائے۔

(۳) ایک بیت المال بنایا جائے۔ جس سے مقروض مسلمانوں کا قرض ادا کر کے اُن کی جائداد مکفول کر لی جائے اور اُس جائداد سے ایک ایسی قسط مقرر کر کے وہ قرض وصول کر لیا جائے جس کی ادا ناقابلِ برداشت نہ ہو جو مقروض بیت المال سے روپیہ لیں بیت المال کی جماعت اُن کے مصارف معین کر دے اور جو تخفیف خرچ میں با آسانی نکل سکتی ہو نکالی جائے۔

بیت المال

بیت المال نہایت ضروری ہے اس بیت المال کے سرمایہ بہم پہنچانے کی چند صورتیں یہ ہیں۔

(۱) ہر مسلمان اپنی سالانہ آمدنی کا اوسط لگا کر سال بھر میں ایک دن کی آمدنی بیت المال کو دیا کرے۔

(۲) ہر صاحب زکوٰۃ کو کم از کم اپنی زکوٰۃ کا آٹھواں حصہ ضرور بیت المال کو دے اور یہ روپیہ علیحدہ رکھا جائے اور علماء سے اس کے مسائل دریافت کر کے شرعی طور پر صرف کیا جائے۔

(۳) باہمت مسلمانوں سے بیت المال کے لئے چندہ کیا جائے۔

(۴) جن اوقاف کی آمدنی مصارف سے زیادہ ہے یا جہاں ہزار ہا روپیہ پس انداز ہو کر جمع رہتا یا بے محل خرچ کیا جاتا ہے اُن سے وہ روپیہ قرض لے لیا جائے۔ لیکن اوقاف کی حالتیں اور اُن کے احکام مختلف ہیں اس لئے مسئلہ ایک تفصیل چاہتا ہے جو یہ تجاویز منظور ہونے اور اُن کے عمل میں آنے کی امید ہو جانے پر انشاء اللہ تعالیٰ شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا جا سکتا ہے جو اوقاف گورنمنٹ کے انتظام میں ہیں اُن کی آمدنی گورنمنٹ سے اس مقصد کے لئے حاصل کی جائے۔

(۵) والیان ریاست سے اس بیت المال کے لئے گرانقدر رقمیں مانگی جائیں۔

اللہ تعالیٰ میسر کرے اور ایک ایسا بیت المال بن جائے تو اُس سے مقروض مسلمانوں کے قرض ادا کرنے کے علاوہ نادار غریب مسلمانوں کو زراعتی یا تجارتی ضرورت کے لئے روپیہ قرض بھی دیا جا سکتا ہے تاکہ وہ ساہوکاروں کے دام حرص سے محفوظ رہیں۔

خطبۂ صدارت

امیرِ ملّت سیّد جماعت علی، محدث علی پوری قدس سرہٗ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مُرادآباد

۲۰ — ۲۲ / شعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۶ — ۱۹ / مارچ ۱۹۲۵ء

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مرادآباد کے جلسہ تاسیس کے موقع پر اس فی البدیہہ خطبہ میں جو امور بیان کا محور رہے وہ یہ ہیں:

(۱) مذہب اسلام کی حقانیت کے دلائل۔

(۲) خادم الحرمین سلطنت عثمانیہ کی شکست اور خلافت ترکیہ کا عروج و زوال

(۳) سرزمین حجاز میں فتنہ وہابیت کے مظالم اور بے گناہ مسلمانوں کا قتلِ عام

(۴) نام نہاد اتفاق کی حقیقت اور اتحاد بین المسلمین کی ضرورت۔

(۵) فرقہ ہائے مختلفہ کا ظہور اور اتحاد کے بہروپ میں ان کی فساد انگیزی۔

(۶) اشاعت و تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اہل سنت و جماعت کے اکابر کی خدمات

(۷) مسلمانوں کی نکبت و ذلت کے فوری اسباب —— اعتقاد میں کمزوری، اعمالِ حسنہ سے بیگانگی اور شعائرِ اسلام کی خلاف ورزی۔

(۸) رسومات بد کی اصلاح کا طریق کار

(۹) معاشرتی ترقی کے اطوار —— علما کی عزت، دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم، دیگر اقوام کے روش بروش چلنے کے لئے ملازمت و تجارت۔

اس خطبہ کی سادگی اور تاثیر فی النفوس کی کیفیت، مسلمانوں کو مدتوں یاد رہے گی۔ آئندہ صفحات پر خطبہ[1] کا عکس دیا جا رہا ہے، جو کتاب سیرت امیر ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء مرتبہ پروفیسر طاہر فاروقی و سید اختر حسین کے صفحات ۶۰۰ تا ۶۳۲ کی زینت بنا ہے۔

---

[1] مذکورہ خطبہ "ملفوظات امیر ملت" از سید نور حسین شاہ (صفحات ۱۹۱ تا ۲۰۳) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

خطبۂ صدارت سنّی کانفرنس مراد آباد

کل ہند سنّی کانفرنس (جمعیۃ العلماء ہند) کا اجلاس حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی صدارت میں ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (یوپی) میں منعقد ہوا تھا۔ حضور نے فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جسے بعد میں طبع کیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ● اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ فَمَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ●

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ● سب تعریفیں اللہ کے لئے ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور برے اعمال سے۔ پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے لئے وہ گمراہی پیدا کرے اس کے لئے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں ●

امّا بعد خالق ارض و سما مالک ہر دوسرا بے شمار حمد و ثنا کے لائق ہے کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے انسان کو بحکم آیت شریفہ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ خلعت اشرف المخلوقات سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفت اسرار و حقائق کی مقدس امانت اس کے سینے میں ودیعت کر کے اس کو اپنا خلیفہ زمین میں مقرر فرما کر تمام مخلوق کو اس کا تابع فرمان بنایا۔

اور لاتعداد درود وسلام بروح پرفتوح طاہر مطہر منور مقدس سرور کائنات مفخر موجودات

شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم دائما ابداً

کثیراً کثیرا جس آفتاب ہدایت کے صدقے تمام اہل ایمان کو نور ایمان نصیب ہوا۔

انسان پر خداوند عمیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ ان کا شکر بجالانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کرسکتا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ترجمہ۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کرسکتے) نص صریح اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔

فضل خدائے اکہ تواند شمار کرد یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر بے مثال و بے نظیر ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے تمغۂ ملوق سے ہمیں مزین و ممیز فرماکر یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نور ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان عاجز انسان مولیٰ کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب رب العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر سرمو زبان بن کر اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے تو بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام ہیچ اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام و صوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشان عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کردی اور اس خدمت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ اور جو کام کیا خالصاً لوجہ اللہ کرتا رہا۔ مخلوق خدا کی خدمت ان کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوند عالم کی خوشنودی کے لئے کی کیونکہ

طریقت بجز خدمت خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

اس مالک خلق ہر دو سرا کا بے حد شکر ہے کہ اس نے فقیر کو اپنے کمال لطف و عنایت سے علمائے کرام، وارثان حضرت سرکار کائنات کی مقدس مجلس میں اس خدمت جلیلہ کے لئے

سرفراز فرمایا۔ یہ عزت جو خداوند کریم نے اس فقیر کو عطا کی، اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا؛ اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

شکر نعمت ہائے تو چند انکہ نعمت ہائے تو

اراکین آل انڈیا سنی کانفرنس کا بھی فقیر تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انھوں نے اس فقیر کو اس منصب جلیلہ کے لئے منتخب فرمایا۔ کیونکہ بحکم مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزت افزائی کی اور جو اہم خدمت اس فقیر کے سپرد کی، اس عزت افزائی کے لئے فقیر آپ سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور اور مرہون منت ہے۔

مذہب اسلام

حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوند دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے جس پر اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (ترجمہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمان عالی شان وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (ترجمہ۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہے۔) سے ظاہر ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (ترجمہ۔ اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔) آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یہ وہ طیب مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوند عالم خود ذمہ دار ہے۔ آیۂ شریفہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (ترجمہ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔) اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ آیت مبارکہ ہے، قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ترجمہ۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ

بخش دیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔) سبحان اللہ! کیا کیا برکتیں صاحبِ دل اہلِ بصیرت احباب کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں۔

اربابِ علم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا اور اس کی اشاعت میں مخالفت کی، یا اس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انہی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا۔ یہی وہ الٰہی مذہب ہے جس کے لیے قرآن پاک میں حکم ہے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔ (ترجمہ: ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کافر برا مانیں۔) ۵

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

حضرات! آج سے پیشتر کئی دفعہ مخالفین و معاندینِ اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ بادشاہیوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلایا۔ مگر خداوندِ عالم کے محبوب کا مقبول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور تا قیامت قائم رہے گا۔ زمانہ گذشتہ میں بے شمار مصائب اہلِ اسلام پر آئے، مگر جو خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور اہلِ اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیئے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آموجود ہوتی ہے۔ ایک بلا ابھی سر سے ٹلی نہیں ہوتی کہ دوسری آدباتی ہے۔ الغرض مسلمان فی زمانہ بنا ہر طرح سے ہدفِ ناوکِ مصائبِ آلام اور نشانۂ تیرِ رنج و بلا بنے ہوئے ہیں۔

حضرات! حالاتِ زمانۂ حاضرہ کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں۔ ان تمام واقعات کو آپ کے روبرو مفصل بیان کرنا سوائے تضیعِ اوقات کے اور کچھ نہ ہوگا۔ مگر فقیر مجملاً چند ایک واقعات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا جن سے ہماری جماعت کی بہتری اور تنظیم ہو سکتی ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل آپ حضرات کے سامنے پیش کرے

حقانیتِ اسلام

حضرات! دنیا میں جو سب سے سچا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔ فقیر اس لئے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت الامر بات یہی ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا تصور کرتا ہے، اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال یوں سمجھئے کہ

ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ سوائے ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے، باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیال خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہب باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہلِ مذاہب سے اگر در پردہ دریافت کیا جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو اہلِ اسلام کا ہے۔ کیونکہ جو جو خوبیاں اور جو برکتیں مذہبِ اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) فقیر کو اس پر ایک پرانا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہالرائڈ صاحب لاہور میں ڈائرکٹر تعلیمات پنجاب تھے۔ انہوں نے اپنے ایک سررشتہ دار شیخ عزیز الدین سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا پھر بھی جو دلائل وہ پیش کر سکتا تھا اس نے پیش کئے۔ مگر ہالرائڈ صاحب نے کہا "آؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سو ممبران ہیں۔ جو سب کے سب بڑے لائق و فائق، مدبر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہوتے ہیں۔ یہ صدہا ممبرانِ پارلیمنٹ کامل غور و خوض اور بڑے تفکر و تدبر کے بعد مدتوں میں اپنے ملک کے لئے ایک قانون بناتے ہیں۔ مگر اس قانون کو جاری ہوئے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا

کو اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں جس کے باعث پارلیمنٹ کو بار بار یا تو اس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اس کو منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے دانشمند آدمیوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا۔ مگر تمہارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امی محض تھے۔ ریگستان میں بیٹھ کر ایک قانون بنایا جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گزر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی۔ بلکہ وہ ہر زمانے کے لئے بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ قانون خدائی قانون ہے اور وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

(۲) بنگلور میں ایک سائن کاؤنٹیس بیسٹری ایسکیپ فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے دنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے تو مسلمانوں کا ہے۔" فقیر نے کہا کہ "تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان تو ہو گئیں۔" اس نے دریافت کیا کہ "شاہ صاحب وہ کس طرح؟" فقیر نے جواب دیا "اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اول دل سے یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو دل سے نصف مسلمان ہو گئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کر دو تو پوری مسلمان ہو جاؤ گی۔" میم صاحبہ نے کہا کہ "اگر میں مسلمان ہو تو میرا صاحب کیا کرے گا؟" فقیر نے کہا کہ "صاحب مرے گا تو اپنی قبر میں جائے گا۔ تم مرو گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی۔" نیز فقیر نے کہا کہ "تم پھر کسی وقت غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آنا تو فقیر تمہیں کچھ بتائے گا۔" اس نے کہا "میں اب بھی غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوں۔" فقیر نے اسی وقت اس کو کلمہ شریف کی تلقین کر کے داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اسی وقت سے ایسی پکی مسلمان ہو گئی کہ اسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور تمام ارکان اسلام کی پابند اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اس کی برکت سے اس کے شوہر نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو دو سال تک آریہ لوگ ورغلاتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ تبلیغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو لکھو کھا روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس بنگلور ہی سے لے کر آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی، اور وہی الفاظ کہے جو میم صاحبہ نے کہے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اس کو بھی کلمہ شریف پڑھا کر حلقۂ ذکر میں

بٹھایا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا مجذوب ہو گیا کہ کئی گھنٹے تک بیہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان بہادر سیٹھ حاجی محمد اسماعیل صاحب ایک بابا کو ہمراہ لے کر آئے۔ اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا کر کہنے لگے "اگر تم اس کو اس وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمہیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں۔" بھلا وہ کیسے اس وقت اس کو ہوش میں لا سکتا تھا۔ ع

"یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے" سیٹھ صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ "نہایت افسوس کی بات ہے کہ تم پھونک، دھونرہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو۔ مگر خدا کے نام میں تاثیر کو نہیں مانتے۔" وہ سخت شرمندہ ہوا۔

(۳) شام کے وقت اور بالعموم نماز مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجدوں کے دروازے پر جا کر دیکھو جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہل ہنود کی بیسیوں عورتیں اپنے بیمار بچوں کو گود میں لئے دم کرانے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عورتیں جاتے وقت مسلمانوں کے جوتے اتارنے کی جگہ کی خاک لے کر اپنے خوبصورت ننھے بچوں کے منہ پر ملتی ہیں اور یہ یقین رکھتی ہیں کہ مسلمانوں کے جوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا نہ سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

(۴) اور سنئے۔ انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔ اور بمبئی میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیے۔ ایک مولوی صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ تو کیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اس نے کہا ولایت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن شریف ہندوستان میں ہوں سب حاصل کر کے انہیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا "تو دیوانہ ہے۔ ہمارا قرآن شریف ان کاغذوں پر نہیں ہے۔ ہمارے دلوں پر لکھا ہوا ہے۔ ہمارے دس دس سال کے بچوں کے سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ تم اگر لکھو کھا قرآن شریف سمندر میں غرق کر دو، تو بھی ہمارے قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایک دن میں لکھو کھا قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں۔"

کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے، جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اول سے آخر تک کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بار بار اس کی صداقت

کا تجربہ کر چکا ہے۔ نماز تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے جھونک آ گئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم ہوش کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔

قرآن شریف کے حروف پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو۔ رکوع پانچ سو چالیس ہو۔ ایک سو چودہ۔ آیات چھ ہزار چھ سو چھ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا یہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب کے اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی مذہب والا اپنی کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سنا سکتا ہے؟ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔

(۵) جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی جو انجیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھا لیا، بلکہ ان کی زبانوں کو بھی اٹھا لیا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔ اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

(۶) جب دنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان خصوصاً بھارت ورش میں سنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھر بھی نہیں ہے، جہاں شاستری زبان بولی جاتی ہو۔ بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی نظر آئیں گے۔ اگر کوئی کتاب تمام دنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی۔

(۷) کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہل ہنود کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں، کب کس جگہ اور کس پر نازل ہوئیں۔ اس وقت کون قومیں آباد تھیں۔ اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

(۸) قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔

گزشتہ نمونہ از خروارے، فقیر دو تین آپ کے روبرو بیان کرتا ہے۔

(الف) تیز سے تیز تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دم کر دے گا، اور وہ ایسی کند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔

(ب) کسی شخص کو اگر باؤلے کتے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گیلی مٹی پر دم کر کے اس شخص کے بدن پر ملے گا، تو اس مٹی میں سے جس رنگ کا کتا تھا، اسی رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤلے کتے کا زہر باہر نکلے گا۔ اور سگ گزیدہ فضل الٰہی سے بالکل تندرست ہو جائے گا۔

(ج) تین ماہ کا عرصہ ہوا فقیر ریاست رام پور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آ کر کہا کہ "میری عورت کو سات دن سے درد زہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دائیاں عاجز آ گئے ہیں۔ نہ وہ مرتی ہے نہ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب نے مایوس ہو کر اسے لاعلاج بتا دیا ہے۔" فقیر نے اپنے پاس سے تین کھجوریں لے کر، ان پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر، دم کر کے اس کو دیں۔ اس کی فقیر کو اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارکباد دی کہ خدا کے فضل سے بچہ ہو گیا۔ محض کلام الٰہی کی برکت سے ایسا ہوا۔

(د) کسی شخص کا لڑکا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورۃ پڑھ کر دم کر دے گا۔ وہ مفقود الخبر بچہ اگر خدائے تعالیٰ کو منظور ہوا تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آ جائے گا۔ صدہا مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

حالاتِ حاضرہ

ابھی کل کی بات ہے کہ جب یورپ کی آتش نے سلطنت عثمانیہ کو جو اس وقت حرمین الشریفین کے خادم اور خلافت کے متحمل تھے آخیر ایک سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان المعظم خلیفۂ اسلام یورپی دُول کے ماتحت ایک کٹھ پتلی سا ہو گیا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً کشمیر سے راس کماری تک، اور پشاور سے کلکتہ تک، ایک شور برپا ہو گیا کہ دُول یورپ نے اسلام اور خلافتِ اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ چونکہ خلافت اہل اسلام

ایک مقدس مسئلہ ہے، اس لئے خلافت کے برقرار رکھنے کے لئے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے۔

چنانچہ لکھوکھا روپیہ اس مقصد کے لئے فراہم کیا گیا۔ سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں۔ لکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ وزاری، الحاح و تضرع سے بارگاہ رب العزت میں التجائیں اور دعائیں کی گئیں۔ غیرت الٰہی کو جوش میں آئی اور مصطفیٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دُوَل یورپ کے پنجوں سے پہلے تو خلیفۂ اسلام اور مقام خلافت کے رہا کرانے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالم اسلام میں خلیفہ کے تقرر اور خود مختاری کے لئے شور برپا تھا اور دوسری طرف ترکان احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفۂ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

ارباب علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انھی ترکوں کے آباؤ اجداد نے جب خلافت عباسیہ کو بغداد سے مٹایا تو وہ بت پرست تھے۔ نوشت وخواند سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق وآداب سے بالکل معرا تھے۔ اول درجہ کے ظالم اور سفاک تھے۔ انھوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو چن چن کر قتل کرایا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرت جوش میں آئی تو کیا ہوا؟ ترک دو صوفیائے کرام خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرکے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے دربار میں لائے۔ ان کو سخت عذاب دیا گیا۔ مگر یہ مقبولان بارگاہ ایزدی رحمۃ للعالمین کی شان میں جلوہ گر تھے، اس لئے ان کے نور باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکوموں کے سچے مذہب نے بت پرست حاکموں کو ایسا مسحور و مسخر کیا کہ ان کو سوائے مذہب اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا۔ سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے۔ کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نور خداوندی کو بجھانے کے لئے جا رہے

تھے، مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضور کی ایک نظر سے شہید تیغ تسلیم ہو گئے۔ اور اسلام کی وہ وہ خدمات کیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور رہیں۔

اسی طرح انھی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حصہ فتح کر لیا۔ اور قسطنطنیہ کو فتح کرکے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیش گوئی پوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادم خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل و کرم سے فقیر کو اب بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہل اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دور کرے گا۔

شہر خالی ست ز عشاق مگر از طرفے — مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

فتنۂ ارتداد

ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہل ہنود کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگھٹن کی بنیاد رکھی جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ پرستاران توحید اور غلامان اسلام کو جادۂ حق سے منحرف کرکے ان کو شدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشان اسلام کا نام تمام ہندوستان سے مٹایا جائے۔

ہر بلائے کز آسمان آید — خانۂ انوری ہمی جوید

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ لالہ منشی رام صاحب سابق مینجر گوروکل کانگڑی نے جو بڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، آگرہ میں ایک مرکز قائم کیا۔ اور مسلمان ملکانوں کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنے کے لئے بہت سے پرچارک مقرر کئے۔ روپیہ کا لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کئے۔ ملکانوں کو ہندو بنانے کے لئے لکھوکھا روپے جمع کئے گئے جس میں اہل ہنود کے تمام طبقوں نے، راجہ سے لیکر دہقان گنوار تک نے، حصہ لیا۔

جو دکھ غریب مسلمان ملکانوں کو دیا گیا وہ ناقابل بیان ہے۔ کسی کو طمع زر سے منحرف کرنے کی کوشش کی گئی کسی پر ناجائز دباؤ اور رعب ڈالا گیا۔ کسی کو قرقی، نیلامی اور قید کی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو بچوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہل درد اہل اسلام

نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد کئی انجمنوں نے فتنۂ ارتداد کے سد باب کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور سرگرمی سے شدھی اور سنگھٹن کے خلاف کام شروع کر دیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکانوں کو غیر مذہب والوں کی چالاکی اور عیاری سے مطلع کیا گیا۔ ان کو اسلام کے اصولوں کی حقانیت اور تقدیس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلغ مقرر کر کے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرس مقرر کیے گئے۔ مساجد اور چاہات کی تعمیر کی گئی۔ شفا خانے بنائے گئے۔ اور مسلمان بچوں کو ضروری ارکان اسلام کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمد للہ کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس قدر کامیابی ہوئی کہ اس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصہ لیا۔ اور جو کام کر دکھایا۔ وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور صفحۂ روزگار پر تا ابد درخشاں رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دو عدد مدارس علاقہ کشمیر میں، دو عدد علاقہ جموں میں، دو عدد علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۴۴ مدارس علاقہ آگرہ، متھرا، دہلی، ایٹہ، بلند شہر، گڑگانواں، علی گڑھ، فرخ آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو ان کے اس کام میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور سال گزشتہ تو وہ بالکل مایوس و ناکام ہو کر واپس چلے گئے تھے اور اپنی غلطی پر نادم تھے۔ مگر حضرات! اہل اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائید خداوندی اور فضل الٰہی پر منحصر تھی۔ ان کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لئے یاد رہے کہ ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی پر جو بحکم قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (ترجمہ۔ فرمائیے کہ حق آیا اور باطل ختم ہو گیا۔) ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے، پھول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے متھرا

میں دیانند کی، جو آریہ مت کا بانی تھا، صد سالہ یاد میں ایک جلسہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہل ہنود کے لیڈر وہاں جمع ہوئے تھے۔ جہاں اہل اسلام اور اسلام کو مٹانے، اور مسلمانوں کو ان کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہ کرنے کے لئے کئی پوشیدہ اور ظاہر کمیٹیاں کی گئیں۔ اسی مطلب کے لئے لکھوکھا روپیہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ حلفیہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے جادۂ مستقیم سے پھسلا کر اسلام سے خارج کرے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روٹی کا لالچ، لڑکیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لئے ہر مسلمان کو آئندہ کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اپنے مذہبی اصولوں سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اپنے بچوں کو اصول اسلام اور حقانیت اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہیئے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین و معاندین اسلام کی مدافعت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار "تنظیم امرتسر" اور اخبار "زمیندار" میں اور ان سے قبل اخبار "ملاپ" میں ایک طویل مضمون لالہ ہردیال ایم اے کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہردیال نے اسلام اور اشاعت اسلام پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم مضمون اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل ناواقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پٹی نے اسے اندھا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ:۔

"اہل ہنود کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر اہل ہنود کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو۔ اور اس طرح سوراجیہ حاصل کر لو۔ اور بھارت ورش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شدھ کر لو۔ یعنی تمام غیر مذاہب کو نیست و نابود کر دو۔ اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پہلے سوراجیہ حاصل کر لو۔ یہ سوراجیہ ریاست بہاولپور یا نظام حیدر آباد کا سا نہ ہو بلکہ کامل آزاد اور بااختیار رہو۔ اور ہندو ریاست قائم کر کے ہر سلطنت کے رعب، جاہ و حشم کی تخویف، اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو"

یا للعجب! بڑی دور کی سوجھی حقیقت یہ ہے کہ ہر ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلاوطن ہو، اس کے دل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو اور ان کے مقدس مذہب اسلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا ان کو گمراہ کر کے ہندو بنا لیا جائے۔ ادھر ناعاقبت اندیش مسلمان گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ اپنے مآل و انجام سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جا رہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی تگ و دو میں وہ کس قدر پیچھے ہیں۔ نہ زمانہ ماضی سے پشیمان نہ حال کی پروا، نہ فردا کی فکر۔ بس یہ بے بسی کی حالت میں خدا ہی مقلب القلوب ہے کہ ان کے دلوں میں محبت اسلام بھر دے۔ ان کو فکر فردا میں لگا دے۔ ان کو دینی و دنیاوی ضرورتوں سے آگاہ کر دے۔ اور پکا مسلمان بنا دے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر بمبئی سے واپس آ رہا تھا تو حکیم اجمل خان صاحب تخلیہ کرتے تو فقیر نے ان سے کہا کہ "لاہور میں جمعیۃ العلماء نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بے چارے بے گناہ مولویوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنا پر ہندوؤں کو بجبر مسلمان بنانے کا الزام لگا کر یہ تجویز پاس کی کہ مسلمان ہند کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ان سے ہمدردی ہے۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو زبردستی غریب مسلمانوں کو راہ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈر ان ہندوؤں کے خلاف کیوں ریزولیوشن پاس نہیں کرتے ؟"

اہل ہنود کا اتفاق اور یگانگت اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں کہ وہ ایک کام کرنے کے لئے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعات ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمانوں پہ پہلے دست ظلم و تعدی دراز کرتے ہیں۔ ان کو تلوار بندوق کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور چونکہ ان کا نظام و اتحاد نہایت مستحکم ہے، اس لئے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، چور وغیرہ بنا کر ان کا چالان کرا کے سزائیں دلواتے ہیں۔ اہل ہنود صاحب زر ہیں۔ ان کے حکام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں ان کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اپنے زر، زور، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنا کے انصاف پوری نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ اُلٹا غریب اور بیکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سعی سے مجرم بنانے اور سزائیں دلوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سال گزشتہ کے واقعات سہارنپور، آگرہ، ملتان، دہلی، اجمیر وغیرہ کے اس امر کی کافی شہادت ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انھوں نے اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہل ہنود کی نعشوں کو کاندھا دیا۔ ان کی دلجوئی کی خاطر چند نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی شعار ذبیحہ گاؤ کو ناجائز تک کہنا شروع کر دیا۔ بلکہ تمام مسلمانان ہند نے بعض اہل ہنود کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گائے قربان نہیں کی۔ ادھر ہندو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان کو راہ توحید سے منحرف کر کے مشرک اور کافر بنانے کے لئے سرتاپا کوشش کر رہے ہیں۔

اول تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹتے اور مقتول ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈران قوم ان سے مصالحت و مفاہمت کے لئے کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھئے کہ کنکھل وغیرہ میں اہل ہنود نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے۔ حد یہ کہ بچوں کو زندہ جلا دیا۔ ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہل ہنود کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر ہیں کہ مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیئے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ہماری مروت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور، بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سرے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لئے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہب اسلام چراغ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بجھانا آسان نہیں۔ یہ تا قیامت روشن رہے گا۔ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد   کسے کو تف زند ریشش بسوزد

اب اہل اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گذشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل

کریں۔ مومن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دوبار ڈنک کھائے، مجیش زنی کرائے۔

ہر چہ آزمودم از وے نبود سودم   مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَة

(ترجمہ۔ جس نے تجربہ کردہ کام کی آزمائش کی وہ پشیمانی میں پڑا)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو برداشت ہمارے مذہب میں ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم کسی شعارِ اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق وہ صلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائی ہوئی ہے۔ ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لاحاصل ہے۔

بمصداق

"با بداں بد باش و با نیکاں نکو   جائے گل گل باش و جائے خار خار

اور

نکوئی با بداں کردن چنانست   کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

ہمارا اولین فرض ہونا چاہیئے کہ ہر جائز طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس! کہ مومن، بھولا بھالا مومن ان عیاریوں اور چالاکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاریخ داں اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کن پاک نفوس کی بدولت ہوئی۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ان سے پیشتر ان کے پیر بھائی حضرت سید حسین زنجانیؒ لاہور میں رونق افروز تھے۔ ان کا بھی اہلِ ہنود نے سخت مقابلہ کیا۔ ان کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کی گئیں مگر حضرت داتا صاحبؒ کے باطن میں نورِ نبوت سے نورِ ولایت موجود تھا۔ اس نور کے سامنے کوئی استدراج کہاں کامیاب ہو سکتا تھا۔ خدائی نور نے تمام دنیاوی ساحرانہ چراغوں کو بجھا دیا۔ اور حق باطل پر غالب آ گیا۔ ازاں بعد حضرت خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ تشریف لائے۔ اور پرتھی راج سے مقابلہ ہوا۔ حضورؒ کے الفاظ مبارک کی خداوندِ عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ آپ نے پرتھی راج کو کہا کہ "ما ترا زندہ بہ مسلماناں سپردیم"۔ خدا کی شان اسی سال تراوڑی کے مقام پر پرتھی راج زندہ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور قتل ہوا۔

خدا کے پاک اور مقبول بندے اہلِ اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا کر کسی کام کے لئے کہہ دیں گے تو ان شاء اللہ العزیز خداوندِ کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر   تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ سال ہا سال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا برا سلوک ہو رہا ہے، اور مختلف قسم کے مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور بدانتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے؟

برادرانِ اسلام! ادھر تو مسلمانانِ ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے میں فتنۂ ارتداد کا سدِّباب کرنے میں مصروف تھے، ادھر ناگاہ ان کے زخمی اور مجروح دلوں پر ایک اور کاری زخم لگا۔ یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرم شریف میں جہاں ہر قسم کا جدال و قتال شرعاً منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لئے امن کی ضمانت خداوند کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (ترجمہ۔ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہوا) ہزاروں بے گناہ بندگانِ خدا اور غلامانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تہ تیغ کیا گیا۔ مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، نجدیوں نے معصوم بچوں، بوڑھوں، اور بے کس عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو بفرضِ محال یہ قصور سمجھا جا سکتا ہے کہ انھوں نے حکومت کے خلاف کوئی کام کیا ہو اور لڑائی کی ہو۔ مگر بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا کیا گناہ تھا؟

کسے بود مرد ستمگارہ را   چہ تاواں زن و طفل بے چارہ را!

خدا کی شان! وہ سرزمین مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور

جوں تک مارنا منع ہو، وہاں جو لوگ بے گناہ غلامان سرکار دو عالم کو ذبح کریں۔ ان کے اس فعل شنیع و نامشروع کو کچھ لوگ تحسان کی نظر سے دیکھیں۔ اور مبارکباد کے تار دیں۔ گویا حرم شریف کی بے حرمتی اور شعار اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے۔ افسوس صد افسوس!! مگر خداوند عالم پر پورا بھروسا رکھنا چاہیئے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اس کا اپنا گھر ہے۔ اس کے فضل و کرم سے یقین رکھنا چاہیئے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا!!!

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند ۔ چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

اتفاق واتحاد

تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہنے والو!

سر کشم نالہ اگر تاب شنیدن داری ۔ سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری

برادران ملت! آج کل تمام ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے اتفاق باہمی اتحاد کی آواز آتی ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تواریخ عالم شاہد ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کس دریا دلی اور عالی حوصلگی سے مخالفین و معاندین اسلام کے ساتھ سلوک کیا۔ کس عالی ہمتی سے ان کو مراعات دیں۔ کیوں نہ کرتے؟ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے ان کو اسلام میں لانے کا حکم نہ تھا۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ ترجمہ: کوئی زبردستی نہیں دین میں۔ اور لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ ترجمہ: تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔ آیات پاک اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلایا گیا۔ یہ بالکل غلط، بہتان اور افترا ہے۔

حضرات! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول و عرض میں آباد ہے، اس کے ساتھ اتفاق و اتحاد کا جو نتیجہ تجربہ مسلمانان ہند کو ہوا وہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ ان سے بہتری کی امید رکھنی یا دوستی و اتفاق کی امید رکھنی صریحاً ارشاد باری کے خلاف ہے۔ اب ان مدعیان و حامیان اسلام کا حال سنیئے، جو در اصل خود تو ارکان اسلام اور سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہ راست سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کو جو جادۂ مستقیم اور دین قیم اور سنت مصطفوی پر قائم ہیں، ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا شور برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیئے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکان اسلام سے ناواقف اور ناآشنا

ہیں۔ نہ تو وہ محمود صحیح معنوں میں غلام سرکار مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے لیے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب فَاتَّبِعُوْنِيْ کی صفت سے بالکل مبرا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نااتفاقی کا الزام لگاتے ہیں جو بالکل خلاف واقعہ ہے۔ ہم اہل سنت و الجماعت کی آبادی تمام ممالک اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہو گی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہوں گے۔ جن میں بمشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہل سنت و الجماعت ہیں۔ جو بالضرور اتفاق اتحاد پر قائم ہیں۔

اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈونگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد کئی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کیے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، مہدی، نبی، کل نبیوں کا نچوڑ، معاذ اللہ خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

برادران! آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے۔ مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کیے دیتا ہوں۔ (اول) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اس کی تعلیم و علم بلا واسطہ خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ (دوم) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ اور اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعووں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (سوم) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

(چہارم) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ سچا نبی کسی اولاد کو محروم الارث نہیں کرتا۔ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کے مرتا ہے۔ اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لیے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل سنت والجماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے!! نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعت ناجیہ کو خود انھوں نے چھوڑا۔ بموجب فتوائے اہل سنت والجماعت وہ خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہ ضلالت میں جا گرے ہیں۔ بے وفائی تو انھوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انھوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٹی ہماری!!

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا — کیا طریقہ ہے آشنائی کا

دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے۔ جو اپنے آپ کو اہل حدیث پکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہل ایمان اور اہل اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبدالوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناروا کلمات کہے جو ناقابل بیان ہیں۔ وہابیان ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج نبوت اور مقامات رسالت محمدی کے منکر ہیں۔ اور حضور کی شان مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جس کو حضور سے

محبت نہیں، جسے حضور کی غلامی کا فخر نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضور کی ہوگی اتنا ہی زیادہ ایمان ہوگا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا، بے ادبی اور گستاخی کرے گا، وہ ایمان سے دور ہوگا۔

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ہم تو ان بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر راستے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملانے کے لئے، ان سے اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے، تیار ہیں بشرطیکہ وہ راہ راست پر واپس آجائیں۔ قصور وار خطاکار تو وہ خود ہیں۔ طوق غلامی محبوب کبریا کو انھوں نے گلے سے اُتارا ہے۔ ارباب محبت اور صاحب دلوں کی صحبت کو انھوں نے ترک کیا ہے۔ حبیب رب العالمین کی محبت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو پھر ان سے کسی مومن، صاحب ایمان، غلام سرور دو جہاں کا کوئی تعلق ہو تو کس طرح سے۔

ان کو ارباب محبت میں کروں میں کیا شمار — آپ کی زلفوں سے جن کا سلسلہ ملتا نہیں

نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ حضور سرور کائنات مفخر موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں، اور بزرگان دین کو گالیاں دیں، ہم ان کی یاوہ گوئی بھی سنیں اور پھر ان سے سلوک محبت و اخوت کا سلسلہ قائم رکھیں۔ تو پھر ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے۔!! لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا غَیْرَۃَ لَہٗ۔
(ترجمہ: جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔)

ایمان والوں کے لئے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھیں۔ آیت شریفہ: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔) اور حدیث: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَ وَالِدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (ترجمہ: تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کی اولاد اور والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔) جب اصول ایمان یہ ٹھہرا تو جو بے دین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کریں، بزرگان

دین، مشائخ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے، اس سے ہمارا کیا تعلق !!

مرزائی ہوں یا وہابی، چکڑالوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ الزام الٹا ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم ان سے اتفاق کیوں نہیں کرتے ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو، جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگوئی کرنے والا ہو، اس سے علیحدگی اختیار کرو ؟۔ کیا یہ قرآن پاک کا حکم نہیں ہے کہ جب تم کسی سے ملو، جو ہماری آیات کی نسبت بیہودہ گفتگو کر رہا ہو تو اس کی صحبت سے پرہیز کرو۔؟ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (ترجمہ) یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔") انھی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد ہے "قرآن مجید ان کی گردنوں سے یعنی حلق سے نیچے نہیں ہو گا۔"

ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں، اور ہر وقت کہتے ہیں، کہ ہم کو کسی سے کوئی پرخاش نہیں۔ کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے، ہم سے جدا ہو کر چاہِ ضلالت میں جا گرنے والے، گمراہی کے بادیہ کے سرگرداں، آج پھر واپس آجائیں تو ہم ان کو گلے لگانے کے لئے تیار اور ان کی خدمت کے لئے کمربستہ ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض ان سے نہیں ہو گا۔

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم   کہ در طریقت ما کافری ست رنجیدن

اتفاق و اتحاد کا راگ گانے والوں سے کہہ دینا چاہیئے کہ کیا ان کو یاد نہیں ہے کہ حضرت سرورِ کون و مکان محبوبِ انس و جان روحی فداہٗ نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت کا اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہو گا۔" (حدیث شریف) لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔" (ترجمہ: میری اُمّت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی) وہ ذرا چشمِ بصیرت سے بنظرِ غور دیکھیں اور سوچیں کہ اُمّت کے سوادِ اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سوادِ اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخلِ دوزخ ہو گا۔ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔ (ترجمہ) تم بڑی جماعت کی

تابعداری کرو، پس جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا ہوا۔)

حضرات! فقیر نے اوپر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں۔ فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں وہابی۔ مرزائی۔ چکڑالوی۔ بابی۔ بہائی وغیرہ پیدا ہوئے۔ چکڑالویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ ان کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔ چکڑالوی کسی سنّت و حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک کے معنے اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اتفاق کا ڈنکا پیٹنے والے بتائیں کہ ان سے اتفاق و اتحاد عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرورِ دو عالم کے غلام ہیں۔ نہ ان سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں۔ اور نہ ان کے اعمال و افعال مطابقِ سنّت ہیں۔

ان کے علاوہ دو گروہ اور قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی اصحابِ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور تبرّا کرنا اپنا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔ خارجی اہلِ بیت کو تبرّا کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔ کوئی ذی عقل و ہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے جس میں گالیاں دینا اور دوسروں کو برا بھلا کہنا جائز اور جزوِ ایمان خیال کیا جائے ؟ اور اس پر طرّہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان سے سلوک کرو۔ سلوک کن سے کرو؟ ظالموں سے، دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جدا ہو جانیوالوں سے۔ سبحان اللہ! ان سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی ان سے مل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیویں۔ معاذ اللہ۔ خداوندِ کریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نورِ بصیرت، عقلِ سلیم، ایمانِ کامل عطا کرے۔ تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔ کس سے اتحاد و اتفاق عمل ہو سکتا ہے۔ کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔ کیسا اتفاق و اتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا۔ اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہو گا۔

صحبت ناجنس گر جاں بخشدت خوش دل مباش

آب را دیدی کہ ماہی را بدام افگند و رفت

وصلے کہ درد و ملال باشد — ہجراں بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستر سال پہلے دنیا میں ایک فرد بھی وہابی نہ تھا۔ اور تمام ملکوں میں مسلمان اہل سنت والجماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا۔ سب اہل سنت والجماعت تھے۔ آج سے بیس سال پیشتر تمام دنیا میں کوئی چکڑالوی نہ تھا۔ یہ تمام مذہب فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، ان کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہزنی اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ نااتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہل سنت والجماعت ہیں۔ یا وہ جنہوں نے نئے نئے مذہب اختیار کئے۔ اور جادۂ مستقیم اور سنت نبوی سے پھسل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نااتفاقی پیدا کرتے ہیں محض تہمت اور بہتان عظیم ہے۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں۔ اور غلامی سرکار دو عالم حاصل کر کے ہر دو جہان میں سرخروئی حاصل کریں۔ تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے۔!!

آریہ سماجی اخبار ملاپ لاہور نے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ "اس کی سعی سے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا"۔ گو یہ تعداد غلط تھی مگر فقیر خداوند کریم مجیب الدعوات کی بارگاہ قدس میں دعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں!! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بخدا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بابی، مہدوی وغیرہ اپنے عقاید باطلہ سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقاید کی جانب رجوع کریں۔ اور اہل سنت والجماعت کا سواد اعظم بن جائیں۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (ترجمہ۔ اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تمام کو سب مل کر اور باہمی تفرق نہ کرو۔) ہم ان کو دل و جان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار

ہیں۔ چشم ما روشن دل ما شاد!

کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہل سنت والجماعت میں سے کسی شخص نے بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم میں سے نکل جائے۔ اس کے برعکس ان سب کو واپس لانے اور اپنے میں ضم کرنے کے لئے یہ آل انڈیا سنی کانفرنس قایم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقاید باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ مل جائیں۔

آپ نے غالباً رسالہ تشحیذ الاذہان جس کو اہل اسلام تخریب الایمان کہتے ہیں، دیکھا ہوگا۔ یہ رسالہ مرزا محمود قادیان سے نکالتے تھے۔ غالباً اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود نے لکھا تھا کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اس طرح اس نے اپنے خیال کے بموجب تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ اس لئے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو اہل سنت والجماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ ان کے لئے تو واقعی وہی سزا صحیح ہے جو کابل میں مرزائیوں کو ملی۔ جو شریعت حقہ کے مطابق ہے جمعیۃ العلمائے ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخ عالم اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہل سنت والجماعت کے پاک اور مقبول بندگان خدا نے کیا ہے۔ جو کچھ ہوا ان کی سعی اور انہی کے یمن و برکت سے ہوا۔ جس طرف ان غلامان سرکار مدنی نے رخ کیا فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے۔ اور کیوں ایسا نہ ہوتا؟ وہ اپنی خواہشات کو اتباع سنت اور محبت رسول میں فنا کر چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے خالصتاً لوجہ اللہ کرتے تھے۔ نمود و نمائش، ریا و آلائش کا شائبہ تک ان کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ ان کو خداوند کریم کی طرف سے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس! کہ آج ان کا ایمان، ان کی سعی و ہمت، ان کا استقلال و ارادہ، ان کا عزم و حزم ہم میں باقی نہ رہا۔

سبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں، کسی سے نہیں ڈرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا

تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (ترجمہ۔ اور سستی نہ کرو اور غم کھاؤ اور تم غالب ہو اگر تم ایمان والے ہوئے) خداوند کریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (ترجمہ۔ تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے۔) جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلےٰ ہے کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ ہماری موجودہ پست حالت کا سبب کیا ہے۔ غور کیجیے تو نظر آئے گا کہ

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ماست ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

سوچیے کہ ایسے پاک اور مقدس مواعید کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و نکبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مفلوک الحالی بے توقیری مصائب و آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی حضور کے بعد اصحاب کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انھوں نے جدھر کا رخ کیا تمام عالم کو مسخر کر لیا۔ مملکتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بڑے بڑے گردن کشوں کو مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔ بڑے بڑے باجبروت بادشاہ مسلمانوں کے نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل التعداد غلاموں اور متبعان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، تہور و مردانگی، عالی ہمتی، دریا دلی، فیاضی، حریت، مساوات کا تمام عالم میں سکہ بٹھا دیا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں، مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلت و نکبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کر دیں۔ ان کے اموال و املاک کو تاراج کیا۔ ان کے علم کی دولت ان سے چھین لی گئی۔ ان کی عزت جاتی رہی۔ تجارت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ اقوام عالم میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

ان تمام خرابیوں، بے عزتیوں، ذلت و ادبار کی کچھ وجوہ ضرور ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اس پر کاربند ہونے والے آج بھی ویسے ہی پرجوش صاحب ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا نور ایمان و ایقان ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم میں وہ محبت رسول اور اتباع سنت، جو ہمیں فَاتَّبِعُوْنِیْ کے درجہ میں لا کر شان محبوبیت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے؟

حضرات! خداوند کریم جو دونوں جہان کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لیے آؤ! اسی صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبت اور نور ایمان کو پرکھیں۔ اگر ہم میں وہی محبت ہو جو صحابہ کرام رضہ، تابعین رحمہ، تبع تابعین رحمہ یا مشائخ عظام اور صوفیائے کرام میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیت اور مومن کی شان، جو تمام عالم سے اعلےٰ اور ارفع ہے نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں نہ محبت رسول ہو، نہ اتباع سنت ہو، نہ ایمان صحیح ہوں، نہ اعمال صالح ہوں، نہ نسبت مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ بلکہ ہم صرف "بدنام کنندۂ نکو نامے چند" کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں اور ہم ارکان اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکر خدا کے نور سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے، نماز جو معراج مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعائر اسلام کی پروا نہیں کرتے، تو پھر

جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب! کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

یاد رکھو خداوند کریم کے وعدے کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی ان وعدوں کے اہل نہیں ہیں۔

عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

دیکھو تو خداوند کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى

(ترجمہ۔ اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہیگا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اُٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا فرمائیگا یوں ہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انھیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔)

عزیزان و برادران! قرآن پاک وہ کتاب ہے، جس کا ہر حکم اہل ایمان کے لئے موجب ازدیاد ایمان ہے جس کے ایک حرف کا بھی انکار مسلم کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ خداوند تبارک تعالیٰ کو جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے، اور جس نے حکم فرمایا ہے کہ بدون اسلامی طریقہ کے اور کوئی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی، مسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعائر اسلام کی خلاف ورزی کی، ان کے اعتقادات صحیح نہ رہے، ان کے اعمال و افعال غلط ہیں، اور ان کے اعتقادات کے ہمراہ نورِ یقین کی تائید نہیں رہی، نیز بزرگانِ دین اور مشائخ عظام سے، جو نورِ ایمان اور نورِ یقین کا سرچشمہ ہیں، انھوں نے منہ پھیر لیا، اور یادِ خداوندی کا رشتہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی غلامی ان سے چھوٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھیرے۔ خداوند کریم کے ذکر اور احکام سے منہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پر دُنیا تنگ کر دی گئی، معیشت زندگی تنگ کر دی گئی، سلطنت چھین لی گئی۔ عزت و آبرو، دولت و جاہ و حشمت جاتی رہی۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت کے روز ان کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ دیدار الٰہی سے محروم رہیں۔

ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت او | غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار

ارشاد ہوگا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں والا ہو کر اندھوں کی طرح ہماری آیات کو نہ دیکھا اور ان کو بھلا دیا۔ تو آج وہ دن ہے کہ ہم تم کو بھلا دیں۔ خدا پناہ میں رکھے اس سزا سے! دنیا میں بھی ذلت اور آخرت میں بھی رسوائی۔ "از ایں سو راندہ و زاں سو ورماندہ"۔

ایں جا ہم فضیحت آنجا سزائے عصیاں | آسائش دو گیتی بر ما حرام کردند

آؤ! باز آؤ! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خداوندی بارگاہ عالی ہر وقت تمھاری دعاؤں کو، بشرطیکہ اضطرار و تضرع سے کی جائیں، قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ ندامت کے آنسو بہاؤ۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو۔

باز آ۔ باز آ۔ ہر آنچہ ہستی باز آ | گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست | صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اصلاح

دیکھو! کون سی بدعادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسومات بد جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بُری رسموں نے ہم کو جادۂ مستقیم سے کوسوں دُور لے جا کے ڈال دیا ہے۔

بُرے اخلاق اور بُری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے بھی بہت ہیں جو ان بُرائیوں پر ساتھ ہی فخر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! ۔ چوری، رہزنی، ڈاکہ، بداخلاقی اور دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حقہ نوشی، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعال بد فخر سے کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پروائی۔ ارکانِ مذہب سے بالکل ناواقف۔ دنیاوی تعلیم میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے۔ تجارت میں کوئی حصہ ہی نہیں۔ ملکی ملازمتوں میں بھی صفر۔ جائداد و املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلت کی کوئی حد نہیں۔

ہماری بے کسی اور بے بسی کی بُری حالت ہے نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے نہ کوئی تنظیم۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ یعنی اوّل اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اوّل اپنی دینی حالت کو درست کرے۔ یعنی اپنے دل میں اسلام کی صحیح محبت پیدا کرے۔ اسلامی اصول و ارکان کا پابند بنے، شعائرِ اسلام کی دل سے عزت کرے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام بن جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے

کر اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہو کر حضور کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرے۔ اور اس نورِ یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں کو منور کیا تھا۔ اور جو نورِ باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتاب درخشندہ کی طرح موجود ہے۔

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دعا سے سارے ترک مسلمان ہو گئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نور، وہی دعا، اب بھی اہل دل ارباب بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زبوں حال مسلمان اپنے اعمال سیئہ سے تائب ہو کر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، ان سے نورِ ایمان و ایقان حاصل کریں، اور عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قرون اولیٰ میں تھے۔

غور کرو کہ وہ نورِ ایمان و ایقان و محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ عطار کے پاس جاؤ گے تو عطر کی خوشبو پاؤ گے۔ آہن گر کے پاس جا کے بیٹھو گے تو نہ صرف کپڑے جلاؤ گے بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ منہ بھی کالا ہو جائے گا۔ نورِ ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقان و متبعان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ محبت رسول اور معرفت خدا کے عطا کرنے والے یہی پاک وجود ہیں۔ وہ لوگ جو محبت سے ناآشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خلق محمدیؐ سے ناواقف ہیں، ان کے پاس بیٹھنے سے وہی آہن گر کی صحبت کا سا حال ہوگا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح مظہر کمالات محمدیؐ ہیں۔ وہی فدائیان سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا باطن نورِ محمدیؐ سے منور ہوتا ہے۔ اسی نورِ باطن سے وہ تمام عالم کو منور کرتے ہیں۔ مگر جو خود ہی نور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ان عاشقان محبوب رب العالمین کی غلامی اختیار کریں۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر محبت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نورِ ایمان کے حصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں، تو پھر ان کے لئے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔

شو ہمدم پرواز تا سوختن آموزی باسوختگاں بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی

خود ارکان دین اور علم دین سے واقفیت حاصل کرو۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاؤ۔ ان کو اصول و ارکان اسلام حفظ کراؤ۔ ان کی پابندی کی ان میں پکی عادت ڈالو۔ ان کو بدکاروں، بروں اور غیروں کی صحبت سے بچاؤ۔ اپنے علمائے کرام کی عزت کرو۔

دنیا میں سوائے ہندوستان کے اور کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اپنے بزرگان دین کی توہین کی جاتی ہو۔ جو اپنے بزرگوں کی عزت نہیں کرتا زمانہ اس کی عزت نہیں کرتا۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی، جو تمہاری دینی اور دنیاوی بہتری کا راستہ بتاتے ہیں، اور جو پیغمبر علیہ السلام کے وارث ہیں، ان کی عزت و تکریم کیا کرو۔ ان کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ خوب یاد رہے کہ تمہاری قومیت کی عزت انہی کی عزت و تعظیم پر منحصر ہے۔ اس لئے علمائے دین کی تعظیم و تکریم تمہارا اولین فریضہ ہے۔

دنیاوی تعلیم

"علم مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے" جہاں سے ملے اس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ اس لئے دنیوی تعلیم حاصل کرنا جو فی زمانہ مروج ہے، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اہل اسلام غیر اقوام کے دوش بدوش شاہراہ ترقی پر چل سکیں۔ کوئی قوم جب تک وہ زمانے کے علوم سے واقف نہ ہو دوسری قوم کے مقابلے میں ترقی نہیں کر سکتی۔ نیز حکومت وقت کے ماتحت ملازمت حاصل کرنے کے لئے بھی موجودہ علوم میں مہارت اور تعلیم حاصل کرنی ضروری ہے۔ بدون تعلیم کے حصول ملازمت ممکن نہیں۔ اور ملازمتوں میں بھی اہل اسلام کا دوسری قوموں کے مقابلے میں تناسب حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

رسوم بد

مسلمانوں کا ان تمام بری رسموں سے، جو اسلام کے مقدس اصول و ارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بری رسموں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ تمام رسوم بد سے توبہ کرنی چاہیئے۔ تمام عادات بد سے صحیح توبہ کرکے صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ فضول خرچی اور اسراف کے لئے قرآن پاک کا حکم ہے کہ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (ترجمہ: بے شک حد سے بڑھنے والے

اُسے پسند نہیں ۔) نیز ارشاد ہے کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (ترجمہ ۔ اور فضول نہ اُڑاؤ بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں)

اُخوّت و یگانگت

اپنے غریب اور نادار اہلِ سنّت مسلمان بھائی کو اپنا بھائی سمجھو۔ اس کے ہمراہ اُخوّت و محبّت قائم کرو ۔ اس کی عزّت تمھاری عزّت ہے ۔ اگر تم اس کی عزّت نہیں کرو گے ، تو اس کو کون اپنا بھائی اور محب سمجھے گا ۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے تمھارے پاس دنیا کا زر و مال اس سے زیادہ ہو، مگر خدا ہی جانتا ہے ممکن ہے کہ اس کے دل میں نورِ ایمان اور محبّت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت زیادہ ہو ۔ اس صورت میں اس کا درجہ تم سے بہت بلند ہوا ۔ یاد رہے خداوند کریم کی بارگاہ عالی میں زیادتی زر و مال تعظیم و تکریم کا معیار نہیں ہے ۔ وہاں تو حکم خداوندی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (ترجمہ ۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) کے بموجب متقی اور پرہیزگار کا درجہ بلند ہے ۔ تو شاید خدا اور اس کے رسول پاکؐ کے نزدیک وہ غریب مسلمان تم سے زیادہ عزّت و تکریم کا مستحق ہو ۔ برادران! جس طرح تم سرکار مدینہؐ کے غلام ہو، اسی طرح وہ بھی سرکار دو عالمؐ کا غلام ہے ۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم　　بندۂ بارگاہِ سلطانیم

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔ رب العزّت کا فرمان ہے ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (ترجمہ ۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں ۔) جہاں مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا مژدہ سنایا گیا ، وہاں زر و دولت کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی ۔ یاد رہے کہ اگر ایک مومن کو دیکھ کر دوسرا اس سے محبّت سے پیش نہیں آتا ، یا اس کے دل میں اس مومن کو غم و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رنج و غم پیدا نہیں ہوتا ، تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے ایمان میں کمی ہے ۔ مومن کو مومن سے محبّت اور اخوّت لازمی ہے ۔

تمام اہلِ سنّت و الجماعت سے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سنّی کانفرنس قائم کی گئی ہے ۔ تاکہ اہلِ اسلام کے دلوں میں صحیح اسلامی تصوّرات پیدا ہوں ۔ پہلے خدا اور پھر اپنے رسول خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو صحیح معنوں

میں غلام بنایا جائے ۔ تاکہ قرآن پاک کی مقدس تعلیم پر ان کو ائمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے ۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل ، جو نور الیقان کی تائید بغیر ناممکن ہے حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں داخل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ صدقِ دل اور خلوصِ ارادت کے ساتھ ان مقبولانِ بارگاہ صمدیت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہوں ۔ اور محبوبیت سرکار دو عالمؐ کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بدوں ان کی مہربانی اور عنایت کے حصولِ ایمان مشکل ہے ۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ باشد ورق

ہمارا ہی لقب ہے دو جہاں میں اہلِ سُنّت کا

ذیل میں وہ نظم درج کی جا رہی ہے جو حضرت حکیم سید نذر اشرف اشرفی صاحب فاضل کچھوچھوی نے آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ ۱۶، مارچ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء میں پڑھی۔ جس سے سامعین میں ایک جوش و ولولہ پیدا ہو گیا۔

یہ مجمع اہل سنت کا یہ منظر شان و شوکت کا
ذرا دیکھے کوئی اس وقت چہرہ میری حسرت کا

یہ جوش دین حق ہے یا کرشمہ حق کے رحمت کا
یہ یادا سبق ہے یا تماشا اُس کی قدرت کا

سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں اک جذبہ دل کو
یہ خوش وقتی کی حالت ہے یہ عالم ہے مسرت کا

لگائے جلد لے تائید غیبی اپنے سینے سے
کہ ہر سنی ترا بچھڑا ہوا بندہ ہے مدت کا

بڑھا دے سطوت جمہوریت کو اے میرے خالق
دکھا دے صورت مفقود صدقہ اپنی وحدت کا

الٰہی اتحاد باہمی کی دھاک ہو قائم
ہو شہرہ چار سو آل انڈیا سنی جماعت کا

الٰہی جوش یہ بجھنے نہ پائے جوش سودا کا
یہ دل کا ولولہ ہونے نہ پائے آڑ شہرت کا

الٰہی پاک ہو یہ انجمن اغراض ذاتی سے
چراغ بزم قومی داغ ہو سچی محبت کا

ہمیں نے راست بازی رحمت عالم سے سیکھی ہے
ہمارا ہی لقب ہے دو جہاں میں اہل سنت کا

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر سے سبق پایا
صداقت کا عدالت کا مروت کا سخاوت کا

درخشاں ہو گیا ہر سو فروغ ملت بیضا
ہوا پیش نظر نقشہ یہ کس کے فیض صحبت کا

نگاہوں میں ہوئی پیدا چمک برق تجلی کی
تصور آگیا یارب یہ کس نوری کے صورت کا

حقیقت کے رخ زیبا سے پردہ اٹھ گیا سارا
مزہ ملنے لگا دل کو شریعت سے طریقت کا

اُٹھے مینا چلے ساغر مے وحدت پلا ساقی
کرم کی ہے گھٹا چھائی اٹھا ہے ابر رحمت کا

درِ پاک نبی پر آج جانبازوں کا مجمع ہے
دلوں میں موج زن ہے شوق روحانی شہادت کا

جھکا ہے سر ہمارا نام لکھ لے سرفروشوں میں
الٰہی اب اوٹھے خامہ تری دست عنایت کا

خداوندا تری درگاہ میں اسلام آیا ہے
سنا ہے تیرے در پر فیصلہ ہے آج قسمت کا

لٹے دولت مگر قائم رہے اسلام کی سطوت
مٹے دنیا مگر زندہ رہے اعزاز ملت کا

ہمارا حسن خدمت دیکھ کر یارب کہے دنیا
کہ یہ اک ناز پروردہ ہے آغوش کرامت کا

ہمارا شور ہو کونین کی عزت کا سرمایہ
ہمارا درد ہو یارب خزانہ مال و دولت کا

کہاں ہیں عالم و فاضل کہاں ہیں مرشد کامل
علاج آکر کریں اسلام کے درد مصیبت کا

جو مثل گرد اٹھتا ہے تو اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے
سناؤں حال کیا میں دین کی ضعف نقاہت کا

عدو نے خانماں لوٹا ہوا رسوا وطن چھوٹا
دقیقہ کوئی باقی ہے نہ ذلت کا نہ غربت کا

ضرورت کے موافق دین کی کرتا ہے جو خدمت
وہی عالم ہے شیدا دل سے تبلیغ و ہدایت کا

بتایا ہے ہمیں انداز اصحاب پیمبر نے
سلوکِ معرفت ہے نام مذہب کی حمایت کا

کدھر ہیں مال و زر والے کدھر ہیں بال و پر والے
ذرا افلاس دیکھیں آ کے اپنے ملک و ملت کا

کوئی عریاں کوئی گریاں کوئی افتاں کوئی خیزاں
عجب عالم ہے غربت کا عجب نقشہ ہے عسرت کا

معاذ اللہ یہ ذلت یہ رسوائی کہ دنیا میں
گدائی آج پیشہ ہے حبیب حق کی امت کا

خیانت کے لئے دنیا میں مسلم ڈھونڈے جاتے ہیں
یہ اک ادنیٰ سا قصہ ہے مسلمانوں کی شامت کا

جہالت کی یہ حالت ہے کہ لاکھوں ایسے مسلم ہیں
جو پڑھ سکتے نہیں پوری طرح کلمہ شہادت کا

بنا دے قوم کو یارب ہمارا حسن بیداری
اٹھا دے اُنکے چہرے سے الٰہی پردہ غفلت کا

خدا کے واسطے بیدار ہو جاؤ مسلمانو
کہ ہے یہ وقت غیرت کا زمانہ ہے حمیت کا

کہیں ایسا نہ ہو کل گور کے تاریک گوشے میں
ملے موقع جناب شاہ مرسل کو شکایت کا

یہ کیا بندہ نوازی ہے خداوندا ترے صدقے
کہ تو یہ ایک تحفہ ہے تری درگاہ عظمت کا

الٰہی یہ کرم تیرا کہ جو شرمندہ ہوتا ہے
تری دلداریاں منہ چوم لیتی ہیں ندامت کا

بہت بیتاب ہیں تو میں بہت اسلام مضطر ہے
الٰہی جلد دکھلا دے زمانہ خیر و برکت کا

اٹھے بادل بہار آئی چلیں شاخیں چمن پھولے
غزل پر بلبلیں گائیں سماں رقصاں ہو نکہت کا

ستارہ قوم کا چمکے بڑھے اجماع کی سطوت
لٹے دولت بٹے باڑہ بجے نقارہ نوبت کا

رہے یہ جوش مذہب یا الٰہی حشر تک قائم
یہی دو حرف مطلب ہے خلاصہ عرض حاجت کا

مجھے کہتے ہیں سب فاضل میں ایسا مدا فاضل ہوں
مگر دل سے دعا گو ہوں میں اپنے ملک و ملت کا[1]

---

[1] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد) اپریل ۱۹۲۵ء، ص ۱۴ — ۱۶

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز

تقسیم ہند

اور

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

دسمبر ۱۹۳۰ء کا حضرت علامہ اقبال کا تاریخی خطبۂ الٰہ آباد جو بعد میں قیام پاکستان کی اساس بنا — اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والے ہندوؤں اور ان کے ہم نوا کانگرسی علماء کے لئے پیغام مرگ سے کسی طور کم نہ تھا۔ چنانچہ ہندوستان بھر میں کانگرسی اخبارات نے علامہ کی اس تجویز کے خلاف پروپگنڈے کی ایک منظم مہم شروع کردی۔ مخالفت کا یہ طوفان اتنا پُر زور تھا کہ ہمالہ سے راس کماری تک علامہ اقبال کے افکار کی تائید میں کوئی موثر آواز سننے میں نہ آتی تھی۔

بقول چوہدری خلیق الزمان "خود الٰہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رنگی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی"[1] — لیکن چونکہ علامہ مرحوم کی یہ تجویز علماء اہل سُنّت کے دل کی آواز اور ان کے اپنے افکار کی ترجمان تھی۔ لہٰذا انہوں نے نہ صرف یہ کہ علامہ کی تجویز کی بھرپور اور واضح تائید کی بلکہ کانگرسی ذرائع ابلاغ کے گمراہ کن پراپگنڈہ کے توڑ کے اقدامات بھی کئے۔ اس سلسلہ میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے خصوصی ترجمان

---

[1] ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی اگست ۱۹۷۱ء، ص ۴۴

"السواد الاعظم" مراد آباد کا کردار قابل صد ستائش ہے، جس نے صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (ناظم اعلیٰ، آل انڈیا سنی کانفرنس) کی زیر سرپرستی اس تجویز کی تشہیر کے لئے گرانقدر کام کیا۔

السواد الاعظم ماہ شعبان ۱۳۴۹ھ / جنوری ۱۹۳۱ء کے شمارہ میں شائع شدہ مضمون کا ایک عکس ہدیۂ ناظرین ہے۔



گول میز کانفرنس اور ہندوستان کا مستقبل

مدتوں سے گول میز کانفرنس کی طرف دُنیا کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں بہت سے لوگوں کی توقعات اس کے ساتھ وابستہ تھیں اور وہ انتظار کر رہے تھے کہ انکی قسمت اس موقع پر کیا فیصلہ کرے۔ بہت سے لوگ خائف تھے اور اسکے ساتھ بدظنی رکھتے تھے انکو ابھی کانفرنس کے قائم ہونیکا رنج تھا انہوں نے اسکی راہ میں بہت رکاوٹیں ڈالیں اور جب آخرکار کانفرنس ہوکر رہ سکی اور اسکا افتتاح ہوا تو اس کے ساتھ اظہار ناراضگی کے لیے بازار بند کیے گئے۔ یہ لوگ سمجھے تھے کہ گول میز کانفرنس انکے لیے مضر اور نقصان دہ ثابت ہوگی غرض دنیا کے خیال اسکی طرف مختلف تھے لیکن ہر ایک گروہ اور جماعت اسکی کارروائی دیکھنے کے منتظر تھے۔ یہ کانفرنس ہوئی اسکی مجلسیں منعقد ہوئیں ہند کے مسائل زیر بحث آئے اور ایک حد پر وہ ختم بھی ہوگئی مسلمانوں نے اس کانفرنس کے ساتھ ابتدا ہی سے نہایت معتدل روش اختیار کی نہ انہوں نے مخالفتوں میں سرگرمیاں دکھا

نہ بدگمانیوں کے طومار باندھے اور نہ اس کے مدح سرا بنے بلکہ ایک ملکی نظام ترتیب دینے والی مجلس میں انہوں نے اپنے استحفاظ حقوق کے لیے نمائندے بھیجے۔ نمائندے ہنود کے بھی گئے۔ جو جماعت گول میز کانفرنس کی مخالفت کر رہی تھی اور جس نے اس کی نسبت اظہار بے اعتنائی کیا تھا افتتاح کے وقت بازار بند کیے تھے افراد اسکے بھی گول میز کانفرنس کی شرکت کے لیے پہنچے ہندوؤں کی سیاست میں یہ طرز عمل غور کرنے اور یاد رکھنے کی قابل ہے کہ ایک طرف تو وہ گول میز کانفرنس کے مخالف بنے مخالفت میں خوب سرگرمیاں کیں اور دوسری طرف اس میں جاکر شامل ہو گئے مگر مسلمانوں نے اس پر نظر نہ ڈالی کہ ہندو کیا تماشا کر رہے ہیں اور انکا کیا طرز عمل ہے بلکہ انہوں نے صرف یہ دیکھا کہ ولایت میں گول میز کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں ہندوستان کے لیے کوئی نظام تجویز کیا گیا تو ہمیں اپنے حفظ حقوق کے لیے وہاں موجود رہنا ضروری ہے۔

کانفرنس کے دوران میں ہندو مندوبین نے مسلم نمائندوں کے ساتھ کیا طرز عمل رکھا اس کی بحث چنداں ضروری نہیں ہے لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ مسلم نمائندوں نے کسی نہ کسی حد تک مسلم حقوق کی حفاظت کی سعی کی اور جس قوم کے وہ نمائندے تھے اس کے مفاد کا خیال انکے دماغوں میں رہا ابھی یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے نتیجہ کیا ہوا لیکن ہندوؤں کی دنیا کا رنگ پلٹ گیا ہے اور اب وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہندوستان انکو مل گیا اور انکی مراد پوری ہوگئی۔ اب پھر ہندوؤں کا جوش ہمارے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوگا۔ مسلمانوں کے لیے یہ وقت بڑے تدبر اور دانائی سے گزارنا ہے انکو اپنے مطالبات و حقوق کے لیے بھی مستعد رہنا ہے اور اپنے مستقبل کے لیے پیش آنے والے خطرات سے بچنے کی تدابیر بھی کرنی ہیں اور آئندہ ملکی نظام کے متعلق جو مجلسیں ہوں انہیں اپنے استحفاظ کا مسئلہ بغیر کسی سستی و تقاعد کے پیش کرتے رہنا بھی لازم ہے اور عیاران خودکام کی حریفانہ چالوں سے اپنی جماعت کو محفوظ رکھنا بھی اپنے ہر طرح کے ضعف و کمزوری کا علاج بھی ہندوؤں نے کسی منزل میں بھی مسلمانوں کے حقوق تسلیم کرنے کی ہمت نہ کی جب آج مسلمانوں کے حق کا زبان پر لانا ایک قوم کو گوارا نہیں ہے تو اس سے یہ امید کر لینا کہ برسر اقتدار ہو کر وہ ہمیں ملک و مال میں برابر کا شریک کرے گی انتہا درجہ کی خام خیالی ہی نہیں جنون ہے۔ اب تو وہ ہندو پرست اصحاب بھی جو آنکھ میچ کر تقلید کے عادی ہیں شاید تسلیم کریں گے کہ ہندوؤں کی خود غرضی میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ گیا، دوران میں بہت سے واقعات نے یہ بات ظاہر تر کر دی کہ ہندو ہرگز خیال مسلمانوں کی بقا ہو

مخالف ہے اور کسی صریح منصفانہ بات کو جس سے مسلمانوں کو بھی کچھ نفع پہنچ جاتا ہو منظور کرنے کے لیے تیار نہیں ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع ملتا تھا کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انھیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انھیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا اسکو تو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ظہور کریگا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا لیکن ہندو اس وقت ایسی خالی بات بھی نوک زبان پر لانے کے لیے تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو اس حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی پھرا اور ملت بیضا اسلام کی پرانی فرسودہ فکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس۔ کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور دو کام کرنے والوں کو کام کر لینے دیں مسلمانوں کی طرف سے ایک مطالبہ ہو اور ایک آواز ہو مگر یہ اندیشہ ہے کہ بعض صاحبوں کی لیڈری اور پیشوائی کا علم بلند ہونے سے رہ جائیگا مگر وہ اپنی اس خواہش کو کسی دوسرے موقع کے لیے اٹھا رکھیں البتہ جو جماعتیں مذہبی یا کسی دوسری حیثیت سے مسلمانوں کے تحفظ حقوق کے لیے کوئی تدبیر سوچیں اس سے کام کرنے والی جماعت کو مطلع کر دیں اور اس کو توجہ دلائیں کہ وہ ان امور کو ملحوظ رکھے کام نظم سے ہونا چاہیے انتشار کو چھوڑا جائے اس میں اگر تھوڑا نقصان بھی ہو تو گوارا کیا جائے کہ متحدہ آواز کی قوت اس سے بدرجہا زیادہ مفید ہوگی۔

؁ ماہنامہ السواد الاعظم ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء میں مرادآباد سے جاری کیا گیا، یہ ماہنامہ دو قومی نظریہ کی بھرپور حمایت کرتا اور ہندوؤں کی عیاریوں کی خوب قلعی کھولتا تھا۔ تفصیل کے لئے کتاب "تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم" از پروفیسر محمد مسعود احمد مطالعہ کریں۔

مرتب

خطبۂ صدارت

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

منعقدہ بدایوں

۱۳۵۴ھ، ۱۹۳۵ء

حضرت امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی محدّث علی پوری علیہ الرحمۃ

امیر ملت علیہ الرحمہ نے اپنے صدارتی خطبہ میں ملکی و عالمی مسائل کا تجزیہ جس انداز میں فرمایا، اس سے آپ کی قومی ہمدردی اور سیاسی بصیرت کا پہلو نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں جو کچھ فرمایا اس کا ملخص یہ ہے۔

(۱) کفرزارِ ہند میں ہمہ جہت تبلیغ کی ضرورت ـــــ شہاب الدین غوری جیسے مجاہدین اور خواجہ غریب نواز اجمیری جیسے صوفیا کے نقوش قدم پر چل کر۔

(۲) علماء و روحانی زعماء میں اتحاد کی ضرورت اور ان کی ذمہ داریاں ـــــ فکر و تدبر، قربانی و ایثار، خشیت الٰہی۔

(۳) غیر اللہ سے ڈرنے والا عالم، علم و انسانیت سے عاری ہے۔

(۴) مسجد شہید گنج کی تحریک میں علماء کی ذمہ داریاں۔

(۵) برصغیر میں مسلمانوں کے مسائل اور ان کی ضروریات۔ شرعی قوانین ـــــ نکاح،

طلاق، خلع، ارتداد، وراثت، ہبہ کا نفاذ ـــــ اوقاف اور مساجد و مقابر کی حفاظت، وصیات

(۶) عالمِ اسلام کی حالتِ زار پر شدید صدمہ کا اظہار ـــــ نجد میں ابن سعود اور جنشہ میں اطالویوں کے مظالم۔

(۷) مقاماتِ مقدسہ کے احترام و تحفظ کا مطالبہ وہابیت و حنفیت کا مسئلہ نہیں۔

(۸) مسلمانوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لئے بیت المال کا قیام

(۹) مسلمانوں کی باوقار زندگی کے لئے سیاسی محرکات اور ضروریات۔ اتحاد بین المسلمین، معاشی خوشحالی، تجارت کی اہمیت اور طریق کار اسراف و تبذیر سے احتراز۔

خطبہ صدارت کا عکس "سیرت امیر ملت" سے حاصل کر کے درج کتاب کیا جا رہا ہے۔

خطبۂ صدارت

آل انڈیا سُنّی کانفرنس بدایون (یوپی)

منعقدہ ۱۹۳۵ء / ۱۳۵۴ھ

امیرِ ملت سید جماعت علی محدث علی پوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ● اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَیَانَ - وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا بِاَنْوَاعِ النِّعَمِ وَلَطَائِفِ الْاِحْسَانِ - وَ فَضَّلَنَا عَلٰی سَائِرِ خَلْقِهٖ بِتَعْلِیْمِ الْقُرْاٰنِ - وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الرَّحْمٰنِ، سَیِّدِنَا وَغَوْثِنَا وَغِیَاثِنَا وَکَرِیْمِنَا وَرَحِیْمِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِ الْمَبْعُوْثِ بِخَیْرِ الْمِلَلِ وَالْاَدْیَانِ - وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بُدُوْرِ الْاِیْمَانِ - وَ الْاَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِیْنَ وَالْاَوْلِیَاءِ الْکَامِلِیْنَ نُجُوْمِ الْاِیْقَانِ وَ الْعِرْفَانِ - وَتَابِعِیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ بِالْاِحْسَانِ۔

اَمَّا بَعْدُ - اَیُّهَا الْعُلَمَاءُ الْعِظَامُ وَ الْحُضَّارُ الْعِظَامُ!

(ترجمہ) تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کی تعلیم فرمائی اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود و سلام [illegible] جو ہمارے سردار اور مددکنے

والے اور ہمارے کریم اور ہم پر رحم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد جو کہ بہتر مذہب اور دینوں کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود اور سلام اور اصحاب پر جو کہ ایمان کے چاند ہیں اور اجتہاد کرنے والے اماموں پر اور اولیاء کاملین پر جو کہ یقین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور ان پر جو احسان کے ساتھ ان کے تابعدار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے لئے

علمائے کرام اور حاضرین عظام۔

السلام علیکم! فقیر رب العزت کی حمد بجا لاتا ہے کہ اس نے مجھے یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ میں اُمت محمدیہ علی صاحبہا الف الف السلام والتحیۃ کی مقدور بھر خدمت کرکے اپنی عاقبت سنواروں۔ کروڑوں درود اس پیکر جود اور اس ذرِ مسعود پر جس کا اسوۂ حسنہ ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہم کسی حال میں بھی مفاد ملت کو فراموش نہ کریں۔

محترم بھائیو! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے ایک بوریا نشین و حجرہ گزین کو اپنی محفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے۔ آپ علماء ہیں۔ آپ کی راہ میں فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی آبرو رکھ لے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہ علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے۔ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ (ترجمہ)
(اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے)۔

عزیزو! اس وقت جبکہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی واگذاری کے لئے اپنی ناچیز خدمات قوم کے سامنے پیش کی ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں بدایوں پہنچ کر کچھ عرض کرتا لیکن اس کا کیا علاج کہ یاران طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ ارباب شریعت نے مجھے بدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہ نگاہ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں، ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں بھی خاص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشات فروعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لئے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف: آن میں حاضری اس لئے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا

مزار پر انوار ہے۔ اس خاک پاک کا ایک ایک ذرہ یہ سبق دیتا ہے کہ مصلے پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو غازی شہاب الدین غوری صاحب سیف کا تھا۔ کاش اگر سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جائیں۔ صوفی خواجہ غریب نواز کا رنگ اختیار کریں۔ اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس کفرزار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحات اس کار خیر کے لئے وقف کر دوں۔

ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے چاہے یہی — درد مندان محبت کا تقاضا ہے یہی

علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے لیکن ہر منصب کی چند ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہو سکتا ہے مگر ملائکہ کی فہرست سے اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ سنیئے رب العزت فرماتا ہے قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (ترجمہ) آپ فرمایئے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو صاحب علم ہیں اور جو علم والے نہیں) کس قدر مؤکد پیرایہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کو خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بڑھ کر قربانی و ایثار اور فکر و تدبر سے کام لے۔ اگر وہ اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اس کا جبہ و عمامہ اس کے لئے روز قیامت پھانسی کا رسہ ثابت ہوگا۔

عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (ترجمہ) (اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں)۔ یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے خشیت الٰہی اس کا حسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کہ رمز مصطفیٰ فہمیدہ است — شرک را در خوف مضمر دیدہ است

اگر عالم انگریز کے رعب و جلال سے ڈر کر، اس کے سامان حرب و ضرب سے گھبرا کر، حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اس کا وجود علم اور انسانیت کے لئے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو اس لئے بیان نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے سے سکھ ناراض ہو جائیں گے

یا ہنڈولوں میں اس کا وقار کم ہو جائے گا، یا اس کے مقتدی روٹھ جائیں گے، تو اسے کہہ دو کہ وُہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے۔ وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کر۔

کیا علماء کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرا دی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا، تو تمہیں اپنی ان مساجد کی بھی فکر کرنی چاہیئے جن کے منبروں پر بیٹھ کر تم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے کہ ایک ایسا اعلان شائع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرف از روئے اسلام جائز نہیں۔ جمعیت العلماء اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے جو عالم اس پر دستخط نہ کرے، اعلان کر دو کہ اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں۔ مقتدیوں اور متولیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے ننگ اسلام عالم کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کر دیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کونپل ہے اس بیت اللہ کی کہ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (ترجمہ: جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں) کی مصداق ہے۔

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا　　خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل سے مشیت نے تھا جس کو تاکا　　کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدیٰ کا

بیت اللہ عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضور سرورِ کائنات علیہ الف الف سلام و تحیات کا ارشادِ فیض بنیاد یہ ہے کہ أَخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ مِنْ جَزِيرَةِ [illegible]ب یعنی جزیرۂ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو۔

اے عالمانِ دین! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطان نجد ابن سعود نے ایک انگریز کمپنی کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے چشمے معلوم کرنے کے لئے ٹھیکہ دیا ہے؟ دین کی حمایت کرنے والو! عرب سے کچھ فاصلے پر حبشہ کا مُلک ہے، وہاں حکومت اطالیہ کیوں ظلم ڈھا رہی ہے؟ اس لئے کہ وہاں تیل ہے۔ اور اٹلی کو اپنی بلند پروازیوں یا اپنے ہوائی جہازوں کے لئے تیل درکار ہے۔ کیا دُنیا کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے، تو مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ

ابن سعود کی [illegible]س روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کی جاتی؟ یہ وہابیت اور سنیت کا سوال نہیں۔ یہ اماکن مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے۔ اگر کسی کو ابن سعود کا وظیفہ اظہار حق سے روک رہا ہے، تو اسے چاہیئے کہ اللہ کے اس فرمان پر توجہ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا (ترجمہ: اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو) اور ثمن قلیل کی پروا نہ کرتے ہوئے نعرۂ حق بلند کرو۔ تاکہ ربّ جلیل کی بارگاہ سے اجر جزیل حاصل ہو جائے۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو حاجیوں سے پوچھ لو۔ کہ جیرانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے۔ حکام نجد کے دستر خوان پر تو طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں، لیکن تمہیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے مظلوم قدوسی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ترس رہے ہیں۔ کیا رعایا کی پرورش راعی کا فرض نہیں؟ کیا شریعت کی رُو سے جو سلطان رعایا کے خورد و نوش کا انتظام نہ کرے، اسے تابع سنت سلطان کہا جا سکتا ہے؟ بزرگ عالمو! خلفائے راشدینؓ کی پوری سوانح عمریاں تمہیں ازبر ہیں۔ کیوں تمہاری زبانیں جیرانِ رسولؐ کی حمایت و اعانت کے لئے نہیں کھلتیں؟

سنو! ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے ربّ کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں [illegible] نہ بنائیں۔) کیا اس پاک فرمان کی رُو سے آپ پر یہ شرعی فرض عاید نہیں ہوتا کہ آپ "قاضی ایکٹ" بنوائیں؟ عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج طلاق۔ خلع۔ ارتداد۔ وراثت۔ نکاح۔ ہبہ وغیرہ" امور شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تذلیل نہیں ہو رہی؟ اس تذلیل کا انسداد علماء سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے؟ صحیح ہے کہ اس غرض کو بروئے کار لانے کے لئے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔ کیا اس کے لئے بیت المال کا قیام شرعی تجویز نہیں؟ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؟ میں ہر عالم سے عرض کرتا ہوں کہ ع: وقت آں نیست کہ در حجرہ نشینی بے کار۔ جیسے حکومت بغیر ٹیکس کے نہیں چل سکتی، ایسے ہی بیت المال کے بغیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لئے آپ ملک کی مجالس آئین و قوانین سے بھی استفادہ کریں۔ جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو ٹھوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو اس کے لئے "جداگانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا مہلک ہے۔ کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منواؤ۔ مذشرع قوانین منظور کراؤ۔ اوقاف کی حفاظت کرو۔ مقابر و مساجد کو اغیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دار و گیر میں آپ کی عزت جبھی ہے کہ آپ منظم ہو جائیں۔ آپ میں ایکا ہو۔ آپس میں پھوٹ نہ ہو۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت شاندار ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی پجاری ہے۔ ہم مفلس ہیں، مقروض ہیں۔ افلاس دولت کمانے اور دولت بچانے سے دور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ "تجارت" ہے۔ تجارت میں فروغ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں۔ آپ کی قوم کاشتکار ہے۔ آپ کی قوم کاریگر ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے لیکن اس کی زراعت، اس کی صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں۔ یعنی اپنا مال خود بیچیں۔ آڑھت کی دکانیں خود کریں۔ کاریگر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے لئے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رو سے مُبَذِّرِیْن اور مُسْرِفِیْن شیطان کے بھائی ہیں۔

یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ●

●

خُطبۂ صدارت

سید مصباح الحسن مودودی سجادہ نشین پھپھوند صدر مجلس استقبالیہ قدس سرہٗ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، پھپھوند ضلع اٹاوہ

۸ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ / ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء

صدارت: حضرت ابو المحامد سید محمد محدث کچھوچھوی

دیگر مقررین؛ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی، مولانا محمد عبد الحامد بدایونی

انتخابات ۱۹۴۶ء کی نزاکت و اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آل انڈیا سنی کانفرنس من حیث الجماعت کے نصب العین اور طرز عمل کی وضاحت کرتے ہوئے قیام پاکستان کی ضرورت اور کانگریس کی مخالفت از روئے شریعت ثابت کرتے ہوئے مولانا سید مصباح الحسن نے جو کچھ فرمایا اس کا ملخص یہ ہے:

(۱) بلاد ہند میں بے دینی و لامذہبیت کے خلاف علمائے اہل سنت کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ۔

(۲) الحاد و ارتداد کے فتنوں کی داستان۔

(۳) دین کا لبادہ اوڑھ کر "متحدہ قومیت" کا دیو مسلمانوں پر مسلط کرنے والوں کا کردار

ؔ تقاریر کے لیے صفحہ نمبر ۳۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) باہمی افتراق و انشقاق پیدا کرنے والوں کے متعلق سنی کانفرنس کا طرز عمل ــــــــ خاموشی ــــــــ تاکہ وہ کانفرنس کے مقاصد حسنہ سے متفق ہو جاتے ہیں۔

(۵) سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کا خلاصہ ــــــــ علماء و مشایخ کا ارتباط، خانقاہی نظام کی اصلاح، مدارس و مساجد کی تنظیم، تبلیغ و اشاعت دین، مسلمانوں کی اقتصادی اور تجارتی ترقی کی تدابیر، احکام اسلامیہ کی روشنی میں مسلمانوں کے لئے ــــــــ موجودہ حالات میں ــــــــ نظام عمل۔

(۶) سیاسیات ہند اور مسئلۂ پاکستان کے سلسلہ میں سنی اکابر کی صف اول کی مجاہدانہ کوششیں اور انتخابات کے موقع پر ان کی نمایاں خدمات کا جائزہ۔

(۷) ہماری کانفرنس پر مکمل اعتماد اور اس کی نوعیت و اہمیت کے اعتبار سے ملکی سیاسیات میں اس کا مقام؟

تحریک پاکستان کے اس نازک دور میں یہ خطبہ عام مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں اہل سنت برقی پریس [2] میں چھپوا کر مراد آباد سے شائع[1] کیا گیا تھا، آئندہ صفحات پر اس اہم اور تاریخی خطبۂ صدارت[2] کے سرورق کا عکس بھی پیش خدمت ہے۔

---

[1] بعد ازاں اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نے اپنے شمارہ ۱۵، جلد ۸۴ مطبوعہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء میں مذکورہ خطبہ من و عن نقل کیا تھا۔

[2] اصل نسخہ کا فوٹو سٹیٹ پروفیسر محمد ایوب قادری نے برائے اشاعت مرحمت فرمایا، ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ (مرتب)

۷۸۶

خطبۂ صدارت

جو

حضرت مولانا مولوی سید شاہ مصباح الحسن صاحب

مودودی مدظلہٗ صدر جماعت استقبالیہ اٰل انڈیا سُنی کانفرنس پھپھوند

ضلع اٹاوہ

نے

۸ ربیع الاول شریف ۱۳۶۵ھ کے اجلاس سُنی کانفرنس پھپھوند

میں پڑھ کر سُنایا

(مولانا حکیم ظفر الدین احمد صاحب نے اپنے)

اہل سُنت برقی پریس شیش محل بازار دیوان مُراد آباد میں

چھاپا

خُطبۂ استقبالیہ

سُنّی کانفرنس پھپھوند منعقدہ ۷/۸ ربیع الاوّل شریف ۱۳۶۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ و اصحابہ و اولیاء امتہ و علمائے ملتہ اجمعین۔

حضرات علمائے کرام ومشائخین عظام!۔

میرے اور مسلمانان ضلع اٹاوہ کے لئے آپ حضرات کا پھپھوند جیسے خطہ میں تشریف لاکر اپنے افکار عالیات و حیات مذہبی کی دعوت کی خاطر درازی سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود تشریف لانا باعث ہزاراں برکات ہے۔ میں صمیم قلب کے ساتھ آپ سب لوگوں کی خدمات میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں اور مجلس استقبالیہ کی طرف سے اُن فروگذاشتوں پر معافی خواہ ہوں جو اقامت کے اوقات میں پیش آئی رہیں، آج آپ حضرات کی آمد اور ورود مسعود کے مناظر میں ایک ایسے وجود باجود کی تشریف آوری کی جھلک پا رہا ہوں جنہوں نے حضرت اقدس مولانا تاج الفحول قدس سرہٗ سے انوار و تجلیات اور آستانۂ عالیہ قادریہ بدایوں کے فیض علمی سے مالامال ہوکر بارگاہ حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادِ روحانی کو پاکر ضلع اٹاوہ کے خطہ میں تشریف لاکر الحاد و بے دینی ضلالت و غفلت، تاریکی و جہالت کو دور کر کے مشعل ہدایت روشن

فرمادی اور اس چھوٹے سے قصبہ کو علم و عرفان کا مخزن بنادیا، اور آج آل انڈیا سُنّی کانفرنس جس پیام و دعوت کے لئے سرگرم عمل ہے اُس کا اولین نقش قائم فرماکر ہزاروں گم کردہ راہانِ منزل کو راہ ہدایت پر لگادیا، میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کی آمد سے جو مسرت ہمیں ہے اُس سے کہیں زائد خوشی اپنی قبر منوّد میں جلوہ افروز ہونے والے شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ سیّد عبدالصمد صاحب موودودی کو یقیناً ہوگی کیونکہ جس دور میں حضرت اقدس نے سرزمین پھپھوند کو نوازا، یہ وہ دَور تھا جبکہ بے دینی و لامذہبی ابتدائی زندگی کے ساتھ سامنے آرہی تھی، مگر آج کا حال اُس ماضی کے مقابلہ میں اپنے گندے ماحول کے ساتھ پوری ملت اسلامیہ کے لئے تباہ کُن ہے اُس وقت کفر و زندقہ اپنی محدود طاقتوں سے آراستہ ہوکر نور اسلام کو زائل کرنا چاہتا تھا لیکن اس وقت کی حالت یہ ہے کہ کفر، شرک الحاد اور ارتداد کے بادل سروں پر محیط ہیں۔ اس دَور میں نہ ایسے بُرقعہ پوش تھے جو اپنے مُنہ پر معاذاللہ دین اسلام کی چادر ڈال کر دعوت اسلام کی بجائے شرک و کفر میں ادغام و متحدہ قومیت کا دلیہ مسلمانوں کے دماغوں پر مسلّط کرتے، ہاں کہ اس وقت بھی شرذمۂ قلیلہ کی طرح معدودہ چند عناصر و افراد بد اعتقادی و بیدینی کی تعمیر کا آغاز کرنا چاہتے تھے لیکن سوادِ اعظم اور جمہور اہل سُنّت کے عزائم نے ان فتنوں کا استیصال فرمادیا، آج کا دور اپنی ہلاکت آفرینیوں کے ساتھ جس ہمت شکن مرقعہ کو پیش کر رہا ہے اُس سے سطحی افراد مضطرب الحال نظر آتے ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ قوموں کی بقائے حیات کے لئے تاریخ نے ہر زمانہ میں ایسے حوادث پیش کئے ہیں اور ایسے مواقع پر حضرات علمائے حقانیین نے کمربستہ ہوکر باطل کا مقابلہ کیا ہے اور اعلائے کلمۃ الحق فرمایا، پس موجودہ دور فتن بھی ہمیں ماضی کے آئینہ میں سبق دے رہا ہے کہ ہمارے اعضاء و اجزاء اہلسنّت ایک مرکز پہ مجتمع ہوکر بارگاہ رسالت اطہر سے استعانت حاصل فرماکر میدان عمل میں نکل آئیں اور ملت اسلامیہ کو وہی پیام دیں جو اُن کے اسلاف نے دنیا کو پہنچایا۔ علمائے

کرام و مشائخین عظام نے جس طرح ہر سختی و صعوبت کا مقابلہ کرکے اپنے فریضۂ ہدایت کو پورا کیا، اُن کے خلاف بھی اُن ہی مضبوط ارادوں سے اٹھیں اور طبقۂ اہل سُنت کو گرداب بلا سے نکال بچانے کی کامیاب سعی شروع فرمادیں۔

مقام مسرت ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے عالی قدر ناظم حضرت صدرالافاضل مولانا حافظ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی مدظلہٗ اور کانفرنس کے دوسرے اکابرو کارکنان نے تین سال سے حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد سُنی کانفرنس کی تشکیل کا مبارک کام آغاز فرمادیا۔ اور آج الحمدللہ اس ادارہ کی ہر صوبہ کے اندر شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور سُنی کانفرنس کی اہمیت و ضرورت کا احساس طبقۂ اہل سُنت میں پیدا ہوتا جارہا ہے۔

لیکن اس خصوص میں بعض وہ عناصر جو طبقۂ اہل سنت کو ایک شیرازہ میں منسلک ہوتے دیکھنا پسند نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ باہمی افتراق و انشقاق قائم رہے اور ہماری جماعت کا اپنا کوئی متحدہ نظام نہ ہو وہ مختلف النوع حیثیتوں سے لب کشائی فرمارہے ہیں۔ میں سب سے پہلے تو اس طرز عمل کے اختیار کرنے والوں کے طریقۂ تنقید کو دیکھتے ہوئے اپنے اکابر سے صرف اسی قدر گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے مقاصد حقہ کی تبلیغ و مِنۃ لائم کا خیال کئے بغیر جاری رکھیں انشاءاللہ مستقبل قریب میں جو ہم سے بعید ہیں قریب آجائیں گے، کچھ وہ لوگ ہیں جو سیاسی میلانات و رجحانات اور قومی تحریکات میں ہٹکر رکر سُنی کانفرنس کو اپنے دماغوں میں ایک ایسی جماعت سمجھے ہوئے ہیں جو ہلاکت و افتراق کا باعث ہوگی۔ مجھے حیرت ہے کہ ایسا تخیل کیوں پیدا ہوا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آل انڈیا سُنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے، سُنی کانفرنس کے اہم ترین مقاصد کا ملخص یہ ہے کہ (۱) طبقۂ اہل سنت و علماء و مشائخین کو ایک سلسلہ میں منسلک کردینا (۲) خانقاہی نظام طریقت کو حضرات

صوفیائے متقدمین میں حضرت سلطان الہند عطائے رسول خواجۂ خواجگان سیدنا معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیری کے طریقۂ تبلیغ پر منظم کردینا (۳) مکاتب و مدارس و مساجد کی تنظیم کرنا (۴) مدارس کے لئے ایک مشترکہ نصاب تیار کرکے عمل کرانا (۵) جاہل مسلمانوں میں تبلیغ و اشاعت دین کرنا (۶) مسلمانوں کو ارتداد و بے دینی سے بچانا (۷) مسلمانوں کی اقتصادی و تجارتی حالت کو درست کرنے کی تدابیر اختیار کرنا (۸) مسلمانوں کو احکام اسلام کی روشنی میں اُن کی حیات قومیہ کے لئے راہِ عمل پیش کرنا۔ مذکورۂ بالا مقاصد پر نگاہ رکھنے والا اندازہ کرسکتا ہے کہ ایسے مقدس اغراض و مقاصد پیش کرنے والی سُنی کانفرنس کی تشکیل و ترقی کہاں تک خدانخواستہ نقصان رساں ہو سکتی ہے، آج ہندوستان میں جس قدر اور جتنے ناموں سے جماعتیں قائم ہوتی رہی ہیں اُن کے وجود و آغاز پر اگر کوئی اعتراض نہیں ہے تو آخر اہل سُنت کی تنظیم کرنے والی جماعت پر نزلہ کیوں گر رہا ہے۔

میں معترضین و نکتہ چیں حضرات کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ سُنی کانفرنس کا کارواں اب بڑھ چکا ہے، جو قدم خدائے برتر کی نصرت سے متحرک ہو گئے ہیں اب اُن میں جمود نہیں آسکتا۔ ذمہ داران سُنی کانفرنس کی ہمتیں، اعتراضات و تنقیدات سے پست نہ ہوں گی وہ اپنے اغراض و مقاصد کے حصول و کامیابی کی دُھن میں لگے رہیں گے۔

سیاسیاتِ حاضرہ

عصر حاضرہ میں مسلمانانِ ہند کی سیاسیات نے ۱۹۴۲ء سے جو نئی کروٹ بدلی ہے اور مسئلہ پاکستان یعنی قیام حکومت اسلامیہ کا جو جذبہ عوام و خواص میں پیدا ہو رہا ہے ایسے ہمارے طبقۂ علمائے اہل سُنت نے یہی نہیں کہ دور بیٹھ کر صرف مطالعہ ہی

کیا بلکہ ہمارے جماعت کے محترم علماء مجاہدانہ حیثیت سے از اوّل تا آخر اس جذبہ کے محرک و مؤید بنے ہوئے ہیں اور کانگریس جیسی ہندو جماعت کے مقابلہ پر دس سال کے طویل زمانہ سے بے پناہ خدمات انجام دے کر کانگریس کی ہر تحریک کو مردہ کر چکے ہیں، اپنی جماعت کے افراد کی خود ستائی مقصود نہیں بلکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صرف ہمارے طبقہ کے علماء و مشائخین ہیں جن کی مسلسل خدمت دسی سے مسلم لیگ اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آرہی ہے وہ کونسا وقت ہے جس پر ہمارے افراد نے انتہائی قربانیاں نہیں فرمائیں۔ مرکزی اسمبلی کے حلقۂ انتخاب میں وہ کونسا رقبہ تھا جہاں ہمارے افراد نے کارہائے نمایاں انجام نہیں دیئے اور صوبہ جاتی انتخابی مہم میں بھی الحمدللہ صفِ اوّل میں موجود ہیں۔ اور کانگریس کو حلقہ جات انتخابات میں شکست دینے کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس سے تعلق رکھنے والا ہر بزرگ اپنی نہایت بیش قیمت خدمات انجام دے رہا ہے۔ پس ان حالات و خدمات سے ظاہر و عیاں ہے کہ سنی کانفرنس پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں الحمدللہ اپنا کام کر رہی ہے۔ اور اس کی اعانت قدر شناس نگاہوں میں وزنی ہے۔

الحمدللہ کہ سنی کانفرنس کے سامنے اسلامی حکومت کے تصورات ہی نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے پاس ایک مکمل دستور العمل رکھتی ہے جو مستقبل قریب میں مسلمانوں کے سامنے پیش کرے گی، وہ دستور العمل ایک ایسا دستور ہوگا جو آیات بینات و احادیث نبویہ اور احکام فقیہہ کی روشنی میں مغربی تہذیب اور عددی راؤں کی کثرت و قلت کی شمار و گنتی سے بے نیاز ہوگا اور جس پر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے فرد کا عمل کرنا ناگزیر ہوگا۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس بنارس انشاءاللہ سنی دنیا میں ایک ایسا تاریخی اجتماع ہوگا جو اپنی نوعیت اور مسائل کی اہمیت کے لحاظ سے بے مثال و یادگار ہوگا۔ جس میں ہندوستان کے ہر گوشہ کے حضرات علماء و مشائخین شرکت فرمائیں گے۔ میری دلی دعا ہے کہ مولا تعالیٰ اس کانفرنس کو اپنے تمام مقاصد میں کامیاب کامران فرمائے اور طبقۂ اہل سنت کی تنظیم و اتحاد کے رشتہ کو یہ کانفرنس مضبوط کر دے۔

میں آخر میں مجلس استقبالیہ کی طرف سے ایک بار پھر تمام اکابر علماء و مشائخین کے ورود مسعود پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

خطبۂ صدارت

رئیس المتکلمین ابوالمحامد سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی قدس سرہٗ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس

۲۷-۳۰ ۔۔۔۔ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ / ۲۷ ۔۔۔۔ ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء

قیام پاکستان کی منزل کو قریب تر کرنے، سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے جماعتی موقف کی وضاحت وتائید اور سنیت کی تنظیم کی شوکت کے اظہار کے لئے پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد سنیوں کے اجتماع میں پڑھے گئے اس معرکتہ الآرا خطبہ میں حضرت محدث کچھوچھوی قدس سرہ نے اپنے فصیح وبلیغ انداز میں جو کچھ ارشاد فرمایا، اس کی چند جھلکیاں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) گردش لیل ونہار کے ہاتھوں مسلمانوں پر نئے مظالم اور حالات دائرہ پر طائرانہ نظر

(۲) سنی کانفرنس کے انعقاد کے لئے بنارس کا انتخاب ؟ ۔۔۔۔ برصغیر کے وسط، بنارس اور اس کے نواحی علاقہ میں اسلامی معابد، مقابر اور شعائر کی کثرت، گویا حواشی بنارس ۔۔۔۔ اولیاء نگر ہے، یہیں اسلامی سیاست واقتدار، ادب وتمدن اور علم وعرفاں کے امتیازی نشانات ہیں۔

(۳) عالم اسلام کی مظلومیت ۔۔۔۔ حجاز مقدس میں نجدی فتنے، فلسطینیوں پر بے رحم یہودیوں کے مظالم، انڈونیشیا پر جنگ کا تسلط۔

(۴) ہندوستانی فتنے ۔۔۔۔ سنیوں کو ختم کرنے کے مختلف حیلے بہانے، سنی بورڈ

کا قیام، امکان کذب اور امکان نظیر کے جال، ختم نبوت کی خانہ ساز تشریح، مدح صحابہ کے پردے میں قدح صحابہ

(۵) تبلیغ اور اسلام کا تعلق ۔۔۔۔ مسلمانوں کا ہر فرد مبلغ ہے، بادشاہ، رعایا، سوداگر مزدور ۔۔۔۔ سب مبلغ ہیں۔

(۶) اسلامی زندگی کا وسیع مفہوم ۔۔۔۔ محنت ومشقت، بچوں کی پرورش، صنعت وحرفت، تجارت، خلق کی خدمت، رزم، بزم ۔۔۔۔ سب عبادت ہیں۔

(۷) قانون سازی صرف اللہ اور رسول کے اختیار میں ہے، لہذا غیر اسلامی قانون مثلاً" خلیع بل اور شاردا ایکٹ سب لعنت ہیں۔

(۸) تعلیم کی ضرورت، مدارس دینیہ کی تنظیم کے ساتھ انگریزی خواں حضرات کیلئے دینی تعلیم کا انتظام، سیاسیات، اقتصادیات، تاریخ وغیرہ علوم کی تدریس کا انتظام ۔۔۔۔ اس مقصد کے لئے ہر سنی خانقاہ نشر علوم کا ادارہ ہو ہر محفل میلاد اور عرس مقدس بزم تبلیغ ہو۔

(۹) دور حاضر کی ضروریات ۔۔۔۔ سنی پریس، سنی وقف کی حفاظت، نوجوانوں کے لئے ورزش کا اہتمام

(۱۰) مسلمانوں کی ترقی کے لئے ان کی موجودہ حالت کے گوشوارے مرکز میں موجود ہونے ضروری ہیں جس میں ان کی تعلیمی حالت، مالی حالت، قرضہ کی صورت میں اس کی مالیت اور اس کی ادائیگی کے امکانات، ہر علاقہ میں مدارس ومساجد کی تعداد اور ان کے گوشواروں وغیرہ کا اندراج ہو۔

(۱۱) پاکستان کا مفہوم اور اس کی شرعی ضرورت ۔۔۔۔ قیام پاکستان پر اعتراضات کے جوابات، پاکستان کی اچھوتے انداز میں تاریخ۔

(۱۲) مسلم لیگ اور آل انڈیا سُنی کانفرنس کے پروگراموں میں فرق ۔۔۔۔ مسلم لیگ

مسلمانانِ ہند کے لئے علیحدہ وطن کی طالب ہے —— لیکن سنی کانفرنس کا نصب العین اور طرزِ عمل اسلامی سلطنت —— پاکستان —— کے قیام کے ساتھ ساتھ مجوزہ مملکت میں خلافتِ راشدہ کی طرز کی حکومت قائم کرنا، گویا اس کے مقاصد وسیع تر اور دائمی نوعیت کے ہیں۔

(۱۳) آل انڈیا سنی کانفرنس —— مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی بے دریغ تائید کرے گی اور مسلم لیگ مذہبی امور میں سنی کانفرنس کی راہنمائی قبول کرے گی۔

(۱۴) آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شریک مہمان علماء اور مشائخ کا نرالے انداز میں شکریہ —— نہ یہ مہمان اور نہ ہم میزبان —— بلکہ یہ مسیحا ہم ہیں اور ہم مریضانِ جاں بلب —— اسلامی طرزِ فکر کے مطابق اپنی بے بسی اور مجبوریوں اور علماء و مشائخ کی شفقت اور کرم نوازیوں کا ذکر۔

یہ تاریخی خطبہ[1] (خطبۂ صدارت جمہوریت اسلامیہ) جس کا ایک ایک حرف حضرت محدث کچھوچھوی کی بالغ نظری اور مقصد سے عشق کا ترجمان ہے، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں مولانا ظفر الدین احمد نے اہل سنت برقی پریس، مرادآباد سے چھپوا کر شائع کیا تھا آئندہ صفحات پر مذکورہ تاریخی خطبے کا عکس پیش کیا جا رہا ہے۔

---

[1] دبدبۂ سکندری نے اپنے پانچ مختلف شماروں (۲۰ مئی، ۲۷ مئی، ۳ جولائی، ۱۷ جولائی، ۲۲ جولائی اور یکم اگست ۱۹۴۶ء) میں اس تاریخی خطبہ کو من و عن نقل کیا تھا۔ مرتب

بمنہ تعالیٰ و کرمہ

جو حقائق افروز باطل سوز خزینۂ ہدایت صحیفۂ بلاغت

مختصر رپورٹ

خطبۂ صدارت

جمہوریۂ اسلامیہ

جو

حضرت حامیِ سنت ناصرِ شریعت سحبانِ ہند راس المحدثین رئیس المتکلمین مولانا الحاج السید الشاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی صدر جماعت استقبالیہ جمہوریت اسلامیہ دامت برکاتہم نے

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

کے بے نظیر عدیم المثال تاریخی اجلاس منعقدہ ۲۳ تا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء دو ہزار مشائخ و علماء اور ساٹھ ہزار سے زائد عام حاضرین کے عظیم الشان مجمع میں پڑھ کر سنایا اور مجمع لفظ لفظ اور فقرے فقرے پر جھوم جھوم گیا تحسین و مرحبا و نعرہ ہائے تکبیر سے فضائے آسمانی گونج اٹھی اور بہت سے جملوں کے بار بار اعادہ اور تکرار کی استدعائیں کی گئیں، اکابر علماء نے اس خطبہ کو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا شاہکار قرار دیا

باہتمام جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین احمد صاحب اہل سنت برقی پریس مرادآباد میں چھپ کر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھو رب العٰلمین الرحمٰن علی عبادہ الرحیم علی کافۃ المؤمنین خالق السمٰوٰت والارضین مالک یوم الدین اللھم نحن نؤمن بک ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم طریق اھل السنۃ والجماعۃ والحق و الیقین صراط الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء و الصالحین غیر المغضوب علیھم من الیھود والمشرکین ولا الضالین من النصارٰی واھل الضلال والمرتدین امین امین یا غیاث المستغیثین ویا اکرم الاکرمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی من ارسل الی کافۃ الخلق بشیرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرًا اتانا بالشرع المبین م القراٰن الحکیم المتین وبالبینات والھدٰی فاظھر الغیوب ونور الافئدۃ والقلوب تنویرًا الا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم حبل اللہ وعروتہ الوثقٰی ونعمتہ الکبرٰی جعل اللہ تعالٰی للخلائق اجمعین ظھیرًا من اعتصم بہ فقد نجی ومن خالف فقد غوٰی فلم یجد احدًا ولیا ولا نصیرًا وعلٰی اٰلہ واصحابہ واتباعہ واولیاء ملتہ وعلماء امتہ وشھداء محبتہ صلاۃ وسلامًا ابدًا یا دھر یا کثیرًا کثیرًا۔ اما بعد

مشائخِ کرام علمائے اعلام اعیانِ اسلام و برادرانِ اہلِ سنت وجماعت میں آپ کا ایک لمحہ بھی اس دورازکار بحث میں ضائع نہ کرونگا کہ مجلسِ استقبالیہ کی صدارت کی خدمت

کے لیے میرا انتخاب قابلِ شکوہ ہے یا لائقِ تشکر ہے اس کو اراکینِ مجلس ہی جانیں میں تو آج اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ یہ مقدس اجتماع میرے لیے بالکل ایسا ہے کہ ایک بیمار کو بے شمار معالجین مل گئے ہیں ایک فریادی کو ہزاروں اصحابِ عدل و داد میسر آگئے ہیں مجھے یاد ہے کہ ۲۰۔۲۱۔۲۲۔۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶۔۱۷۔۱۸۔۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ کا عظیم الشان میدان تھا، اور ملک و ملت کے حقیقی رہنماؤں کا جمگھٹا تھا اور بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ حضرت بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولٰنا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا تاریخی خطبۂ استقبالیہ پڑھا جا رہا تھا جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نورِ ہدایت رکھتا ہے جو اس وقت اس میں تھا اور جس کی کھلی کھلی پیشینگوئیوں کو ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھا اور عالمِ ربانی وعارف باللہ کے نورِ فراست کو آخر دنیا کو مان لینا پڑا جس کو یاد کرکے دل کی گہرائیوں سے بیساختہ آہ نکلتی ہے کہ کاش ہم درمیانی مدت کو ضائع نہ کرتے اور کاش دشمنانِ نظامِ اسلام کو ہم اسی دن پہچان گئے ہوتے تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے اور درندگانِ زمانہ نے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کرلیا ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے (آئیے ہم اور آپ سورۂ فاتحہ و اخلاص کا تحفہ روحِ حضرت حجۃ الاسلام کو ہدیہ کریں اور اُن تمام اعیانِ اسلام کو ہدیہ کریں جنکو ہم اس عرصہ میں گم کرچکے ہیں۔

حضرات! زمانہ اب اس منزل سے دور نکل چکا ہے کہ اظہارِ مدعا سے پہلے کوئی تمہید عرض کی جائے اور منتشر تصورات کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لیے خطابت کے جوہر دکھائے جائیں اب تو بس ہمارے لیل و نہار کی گردش اور یہی رات دن کا چکر اور روزانہ نئے مظالم اور فتنوں پر نکلنے والا آفتاب اور رات نئی تاریکیوں اور ظلمتوں کا گواہ ماہتاب مسلمانوں کی بے نظمی، اور سنیوں کی بے کسی اور اعدا کی تیاریاں، دشمنوں کی چالاکیاں، تعدادی غرور والوں

۴

کی نبرد آزمائیاں، سرمایہ داروں کی ستم آرائیاں اور سب سے بڑھ کر ضمیر فروشوں کی غداریاں
اور مسلم نماؤں کی اسلام دشمنیاں جن کو ہم آج ہر ہر منٹ دیکھ رہے ہیں یہی ہمارے اظہار
مدعا کی تمہید ہیں اور اب اسلامی فریضہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک منٹ کی تاخیر اس لیے
گوارا کی جائے کہ الفاظ کی الجھنوں اور عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں پھنسا جائے۔

اے ہمارے مشائخ کرام اور اے ہمارے علمائے اعلام نائبان خیر الانام! ہم نے آپ
کو زحمت دی اور آپ نے آج کل کے سفر کی دشواریوں کو برداشت فرمایا اپنا قیمتی وقت
عطا فرما کر ہمیں نوازا۔ آپ کی زیارت نے ہماری دلنوازی کی آپ کے دیدار نے ہمیں زندگی
کی آس بخشی۔ آپ کی کرم نوازیوں پر ہم نے اپنے رب کو سجدے کیے کہ اس نے ہم دردمندوں
پر رحم فرمایا اور ہمارے سچے رہنماؤں اور دینی قائدوں کا سایۂ کرم ہمارے سروں پر لا کر چھا دیا
اب ہم اس عہد کے ساتھ کہ ہم اپنے آپ کو اپنی جان کو اپنی اولاد کو اپنے مال کو اپنی عزت کو
آپ کے سپرد کر کے فریاد کرتے ہیں کہ آپ کے معبود برحق کے پجاریوں وہ معبود جس کو ہر ہر
سانس میں آپ نے یاد رکھا اور جس سے ایک آن کی غفلت آپ نے گوارا نہ کی آپ کے رسول
پاک کے نام لیواؤں، وہ رسول پاک جس کے ناموس و وقار کا پرچم ہاتھوں میں اور جس کے
شہود و نمود کے جلوے آنکھوں میں اور جس کے دبدبے اور شوکت کے سکے دلوں میں
آپ نے جمائے اس کے کلمے پڑھنے والے پھولوں کو اعدا نے خار بنا لیا ہے۔ رسول پاک
کی بھولی بھیڑوں کی تاک میں لگ گئے ہیں، دولت پر ڈاکے، اقتدار پر بمباری، ایمان و
اعتقاد پر دھاوا، عزت پر حملے، ان کی تنظیم میں انتشار و تفریق کی سازشیں ایک مسلم قوم پر
ساری دنیا ظلم و تعدی کے لیے اتر آئی ہے اور ہمارے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ کار
نہیں رہا کہ جلد سے جلد اپنے چارہ سازوں کی طرف دوڑیں اور ان دامنوں میں پناہ لیں

۵

جن کو ہمارے مقدس اسلام نے ہمارے لیے پناہ گاہ بنایا ہے۔ ہمارے دعوت نامے بالکل
صحیح طور پر آہ مظلوماں کی شرح تھے ورنہ ہندوستان نے بلکہ ساری زمین نے کب دیکھا تھا
کہ دعوت دی گئی اور اس شرط سے کہ ہم آپ کو سوکھی روٹی بھی نہ دے سکیں گے۔ قیامگاہ درختوں
کے سایہ کے سوا ہمارے پاس نہیں ہے جس دن محکمہ راشن نے ہم کو راشن دینے سے انکار
کر دیا اور ہم کو اعلان کر دینا پڑا کہ ہم ایک نوالہ بھی کھلا نہیں سکتے۔ آپ اپنا کھانا ساتھ لائیے
تو ہماری حالت عجیب تھی۔ آپ کی عظمت کا دربار ہمارے سامنے تھا جہاں ہم مجرم کی طرح
شرمندہ سر نیچا کیے کھڑے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہم آپ کو کیا منہ دکھائیں۔
بنارس کا ایک ایک سنی ایسا ہو گیا کہ گویا جسم میں جان نہیں ہر ایک اپنا کھانا پینا بھول گیا
اور ہم اپنی زندگی پر خود بخود شرمندہ تھے کہ اچانک دلوں سے ہوک پر ہوک اٹھی اور بیساختہ
آہ کی طرح سر تھا زبان پر یا اللہ اور یا رسول اللہ آ گیا، آسمانی رحمتوں کو حسرت بھری نگاہیں
تکنے لگیں، عالم تصور کعبہ لے گیا، طیبہ لے گیا، بغداد پہنچے، اجمیر گئے۔ سامنے آزمائش و ابتلا
کی زمین آ گئی اور کرب و بلا کا خطہ آنکھوں میں سما گیا اور جیسے کسی نے کہہ دیا کہ یہ تو میدان کربلا
میں تیرہ سو برس سے زیادہ پہلے ہو گیا کہ دانہ پانی بند کر کے دنیا نے اہل حق کو اعلان حق سے روکنے
میں کامیابی حاصل نہ کی۔ حسین کی قربانیوں نے دل تھام لیا۔ کربلا کے بے آب و دانہ شہیدوں
نے ثبات قلب عطا فرمایا اور ہماری عقیدت کی دنیا کا ذرہ ذرہ کہنے لگا کہ حق پرست اور مقدس
صابرین ہماری بیکسی و نااہلی پر رحم فرمائیں گے اور ہماری آہ سے ضرور تڑپیں گے اور ہماری رہنمائی
کے لیے ہمارے رہنما بلا شرط آ جائیں گے۔ ہمارا یہ احساس جانبخش ہوا، یقیناً یہ غیبی آواز تھی،
چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں اور اے دنیا بھر کے دیکھنے والو دیکھ لو کہ آج ہمارے رہنما ہماری فریاد
پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے آ گئے اور بلا شرط آ گئے اور بیشمار آ گئے۔ ہمارے اجلاس کے

بینظیر اجلاس ہونے کی وجہوں میں سے سب سے زیادہ عظیم وجہ یہ بھی ہے جس کو آج تک ہندوستان نے کبھی نہیں دیکھا اور آئندہ ہمیشہ حیرت کرتا رہیگا۔

اے ہمارے بزرگو! ممکن ہے کہ آپ کو حیرت ہو کیونکہ ہم سے ملک میں جا بجا کہا گیا کہ ہم نے فریاد کے لیے بنارس کا انتخاب کیوں کیا؟ اور ہم نے ملک کے طوفانی دورے میں سب کو یہی جواب دیا کہ ہندوستان کا نقشہ دیکھیے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ بنارس ہندوستان کا سنٹر واقع ہوا ہے۔ ہر طرف سے آنے والوں کے لیے برابر کا فاصلہ پڑتا ہے۔

لیکن اب آپ بنارس آچکے اور پچھم سے آنے والوں نے دیکھا کہ بنارس سے متصل وہ شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ کا دار السلطنت رہا ہے۔ اسٹیشنوں کے اسلامی نام اکبرپور، شاہ گنج، ظفرآباد، جلال گنج، خالص پور (خلیص پور) راستہ میں پڑے ہونگے۔ پورب سے آنے والوں نے بنارس کو پہلا منظر اپنا پایا ہوگا شاہ سکندر تے ہوئے تاج پور، یوسف پور، غازی پور، سید پور ملا ہوگا۔ دکھن میں الہ آباد، مرزاپور سے گذرے ہونگے۔ بنارس کے حاشیہ پر مسلمانوں کی قائم کردہ آبادیاں بتاتی ہیں کہ بنارس مسلمانانِ ہند کی نگاہوں میں ہمیشہ مرکز توجہ رہا ہے اور اس شہر پر کنٹرول رکھنا ہمارے بزرگوں کی وراثت ہے۔ بنارس کے گھاٹ کی زینت وہ مسجد ہے جو حضرت عالمگیر کی بلند نظری کی گواہ ہے اور وہ جامع مسجد ہے جس کی اینٹ اینٹ تاریخ کا عظیم الشان دفتر ہے۔ دہلی کی طرح یہ بھی وہ شہر ہے جہاں اب تک شاہانِ مغلیہ کی نسل آباد ہے ہماری مجلس استقبالیہ کے نائب صدر مرزا جہانگیر بخت لال قلعہ دہلی کے حقدار و وارث اسی بنارس میں رہتے ہیں۔ بنارس کا ایک محلہ بھی ایسا نہیں جس میں گنج شہیداں نہ ہو۔ شہر سے جس طرف نکل جائیے کوئی نہ کوئی مسلم الثبوت عارف باللہ آسودۂ زمین ہے اور سارا حاشیہ اولیا نگر ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حاشیہ متن کی اہمیت کو بڑھاتا ہے اور اس کی گتھیوں کو سلجھاتا ہے یہی آثارِ صنادید ہیں جو اس شہر

[illegible]

کی دینی یا سیاسی اہمیت کی معتبر اور مفصل تاریخ ہیں اور اسی روشن ماضی کے آثار سے یہ بھی ہے کہ یہ شہر برطانوی اعلان و اصطلاح میں تقریباً ایک لاکھ معیانِ اسلام پر مشتمل ہے جو عموماً تجارتی و صنعتی دنیا کے ماہر ہیں اور جن میں اہلِ سنت و جماعت کی تعدادی برتری بحمد تعالیٰ نوے فیصدی سے ہے۔ ایک ایک محلہ میں مشائخ کرام کی دو دو چار چار خانقاہیں ہیں سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کا فیض علم ہر طرف جاری ہے اسی شہر میں وہ خانقاہ اشرفی ہے جو علما و مشائخ کی خدمت کرنے میں زبان زد ہے اور ہماری مجلس استقبالی کے ناظم رسل و رسائل اور ہمارے برادر طریقت شیخ عبداللہ صاحب کنٹریکٹر ڈیزل اسٹیشن بنارس کینٹ کے بارے محنت چریکی کل وہ دار ہیں اور اس شہر میں عربی علوم کے لیے دو مشہور مدرسے ہیں ابتدائی دینی تعلیم کے ایک جس سے زیادہ مکاتب ہیں۔ مدرسہ حمیدیہ رضویہ، مدرسہ فاروقیہ، انجمن اشاعۃ الحق اہلِ سنت و جماعت کے مستقل ادارے ہیں جن میں سے پہلا مدرسہ ہمارے محترم خازن اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے اصل داعی حاجی جلال الدین صاحب اور ہماری مجلس استقبالی کے رکن عظیم جناب عبدالعلیم صاحب صدر مدرس کی حوصلہ مندیوں اور دوسرا مدرسہ ہماری سنی کانفرنس بنارس منڈوا ڈیہہ کے ناظم حاجی عبدالغفور صاحب کی جانکاہیوں کا نمونہ حسنہ ہیں۔ سرآمد شعرا علی حزیں اسی بنارس میں آکے چپکے ہو جانے کا نام نہ لیا نہ جانے کس بنا پر اصرار کیا چیخ پڑے کہ "از بنارس نروم" پچھلے عہد میں ابھی کتنے دن کی بات ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنارس آئے تو اپنے وطن پنجاب کبھی واپس نہ ہو اور بنارس کو وطن بنا لیا حضرت کی شہر میں بیشمار یادگاریں ہیں جن میں قابلِ تذکرہ وہ خانقاہ حمیدیہ بھی ہے جو تاج بابا محل کے اندر واقع ہے اسی خاندانِ تاج کے چشم و چراغ ہماری مجلس استقبالی کے رکن عظیم حافظ محمد اسحٰق صاحب ہیں۔ غرض بنارس کے ذرہ ذرہ میں اگر عظمت کی عطر بیز پرانی تاریخ ہے تو اسلام کی تہذیب کا دفتر بھی ہے اور یہ ایسا تاریخی شہر ہے جس نے علم و عرفان سیاست و اقتدار، ادب، تمدن ہر قسم کے علم اولیا ہو جو کبھی ہمیشہ امتیازی درجہ رکھا ہے یہ اوطن کچھوچھہ شریف بنارس کا مستقل دار الشفاء ہے۔ آسیب زدہ مجانین سا جیری نہیں بلکہ سرحد میں دور ہوا اثر انہیں دن سے زیادہ رہ گیا اور بنارسی کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد پہنچ گیا

۴ دینی جذبہ کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اس شہر کے مشہور سوداگر اور ہمارے مجلس استقبالیہ کے ناظم اعلیٰ جناب اشرف الدین صاحب اور نائب ناظم جناب نورالدین صاحب جو آل انڈیا سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں وہ شہر کے دینی ادارے بھی ہیں۔

[illegible]

اس کثرت آمد و رفت اور یہاں سلسلہ عالیہ اشرفیہ کی وسعت کا نتیجہ ہو کہ میرے بنارسی بھائیوں نے مجھ کو بنارسی ہی قرار دیا اور میں بحیثیت ایک بنارسی کے اپنی جماعت استقبالیہ بنارس کی ترجمانی کر رہا ہوں ہیں۔ اس موقع پر اپنے بنارسی بھائیوں کے ہم وطن قرار دینے پر فخر کرتا ہوں لیکن اس منصب کے قبول کرنے پر شرط لگا دی ہے کہ میری کسی لغزش کی چشم پوشی اور میری کسی خطا پر پردہ داری کی گئی تو میں میدان حشر میں دعویدار ہونگا میرے بھائیوں نے مجھ کو یقین دلا دیا ہے کہ میرے قدم قدم میرے لفظ لفظ اور ہر سکون و حرکت پر ان کا مکمل کنٹرول رہیگا وللہ الحمد۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ہندستان کے اس تاریخی شہر کی اہمیت اسلامی سلاطین نے اولیاء کاملین نے علماء ربانیین نے جو محسوس کی تھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمانے کے لیے آپ حضرات کو یہاں مجتمع کرنا اب ایسی بات نہیں رہی جس پر ذرا بھی تعجب کیا جائے ہم
اے ہمارے بزرگو اور مقدس رہنماؤ ہم نے آپ لوگوں کو اس گرمی کے زمانے میں اور سفر کے ناقابل برداشت دور میں ایک بارگی ایک ساتھ ایک میدان میں رونق افروز ہونے کی زحمت کیوں دی، حالانکہ آپ ہمیشہ اپنی اپنی جگہ پر رہنمائی فرماتے رہے اور ہم آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک سے اپنا مداوا حاصل کر سکتے تھے، نہ آپ نے رہنمائی میں کبھی بخل فرمایا، نہ آپ کے قدم تک پہنچنے میں ہمارے لیے کوئی رکاوٹ ہوئی بایں ہمہ ملک بھر کے اعاظم کو زحمت دینے کی بیباختگی ہم سے اس وجہ سے ہوئی کہ واقعات نے ہمارے حواس گم کر دیے اور اہل زمانہ کے غیر معمولی مظالم میں اتنی شدت اتنی کثرت بڑھ گئی کہ ہم اپنے ہوش کو درست نہ رکھ سکے۔ حجاز مقدس جو ہم سنیوں کے ایمانیات کا گہوارہ ہے اور جس کے ذرہ ذرہ سے سنیوں کے دینی روایات وابستہ ہیں، اس پر نجدی فتن و زلازل کو مسلط کر دیا

گیا ہے وہ ارض مقدس اب تک ان فتنوں کا آماجگاہ ہے فلسطین کے سنی بھائیوں پر بے رحم یہودیت ستم آرائیوں کی مشق کرنے کے لیے مسلط کی جا رہی ہے ہمارے جاوا انڈونیشیا کے سنی بھائیوں پر توپ اور بم کی بارش ہو رہی ہے اور ان بے گناہوں کی خطا صرف اتنی ہے کہ وہ سنی ہیں اور اپنے مقدس دین کی آزادی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں صرف اہل سنت و جماعت کو پامال کرنے کے لیے اکثریت کا سانڈ چھوڑ دیا گیا ہے، اہل باطل کی ٹولیوں کو سنیوں پر بھونکنے کے لیے پالا جا رہا ہے اور قیامت یہ ہے کہ سنیوں کو ختم کرنے کیلئے جن درندوں کو راشن دیا جاتا ہے ان کا نام بھی سنی رکھا گیا ہے ابن عبد الوہاب کا پرستار اپنے کو سنی کہتا ہے یزید و ابن سعد کا پجاری اپنے کو سنی کہتا ہے۔ سنیوں کو تباہ کرنے کی سازش کا نام سنی بورڈ رکھا جاتا ہے۔ سنیوں کو اپنے ملک میں زندہ نہ رہنے دیں، سنیوں کو ان کے وطن سے نکالیں، سنیوں کے ایمانیات پر حملہ کریں، سنیوں کے عقائد پر ڈاکے ڈالیں، سنیوں کی سیاست میں روڑا اٹکائیں اور پھر بھی سنی کے سنی بنے رہیں۔ یہ وہ مصیبت عظمی اور قیامت کبری ہے جس نے سنیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے۔ آج کا وہابی کل سنی تھا، آج کا قادیانی کل سنی تھا آج کا خارجی کل سنی تھا، اس طرح سنیوں کے گھر میں آگ لگا دی گئی ہے، اور ایک ایک کا شکار کھیل کر سنیوں کے خلاف شکاریوں نے مستقل سازش کر رکھی ہے اور انہیں پالتو اور شکار کیے ہوئے افراد کے بل بوتے پر اگ مارکہ لیڈر سنیوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں سول جنگ کی دھمکی دیتے ہیں کس قدر ہوشربا واقعہ ہے کہ ہندوستان سنی مسلمانوں کا ملک تھا سنیوں نے ہزاروں برس اس ملک پر حکمرانی کی اور تہذیب کی بنیاد رکھی لیکن اب ان کا وجود دنیا کی نظر میں ہے نہ دنیا کی نگاہ میں ہم جہانگیر و عالمگیر کے وارث کچھ نہ رہے اور برطانوی پالیسی کی پیداوار تین نمبر کی ٹولیاں سب کچھ بن رہی ہیں امام الہند بننے کی ترکیبیں نکالی جاتی ہیں۔

امیر شریعت اپنے کو کہلایا جاتا ہے، ہمارا وہ مقدس و برگزیدہ نام جو ہمارے آقا حضور پُر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ہماری مکمل پتہ بتایا تھا کہ ما انا علیہ و اصحابی یعنی اہل سنت وجماعت۔ اُس کا مجرمانہ استعمال اپنے لیے وہ کر رہا ہے جو سنیوں کو ہلاک کر دینے پر حلف اُٹھا چکا ہے سنیوں کے پیسے سے مدرسہ چلایا جاتا ہے اور اُس میں ایسے دل و دماغ تیار کیے جا رہے ہیں جو سنیوں کو ستائیں، جمہوریت اسلامیہ سے ٹکر لیں، اسلامی اتحاد میں انتشار پیدا کریں، اسلامی ہم آہنگی کو صدمہ پہنچائیں، ہمارے سلاطین و امراء و خواص و عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر قبضہ ہمارے دشمنوں کا ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا ہمارے مخاریوں کا ہماری خانقاہوں میں رسائی۔ خانقاہ شکنوں کی ایک بات ہو تو عرض کی جائے

؎ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم !

غضب یہ ہے کہ یہ سارے منظم فتنے اور تمام مہلک خطرے آپ کے سامنے ہیں آپ کے دیکھتے ہوئے سنیوں کا جینا دشوار ہو رہا ہے، آپ کی آنکھوں کے سامنے سنیوں پر گھیرا ڈال دیا گیا ہے اور آپ کی موجودگی میں آپ کے رسول کی اُمت دن دہاڑے لوٹی جاتی ہے۔ سنیوں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر اُن کے سبوح و قدوس خدا جس کے سرادقات جاہ و جلال تک کسی عیب کی رسائی نہیں اُس کو بالامکان جھوٹا کہا جا رہا ہے سنیوں کو ایذا دینے کے لیے تفضیلِ علم میں شیطان کو رسول پر بڑھایا جا رہا ہے رسولِ پاک کے علم کو پاگلوں چوپایوں کی طرح قرار دیا جاتا ہے۔ آج ختم زمانی نبوت کا انکار ہے تو کل کوئی مدعی نبوت نکل پڑا ہے دین شرک پرست خود ہیں اور ہم دینداروں کو مشرک کہتے ہیں۔ دین فروشی ملت فروشی وہ کریں اور سنیوں کو ملت فروش بتائیں نام لیں مدح اہلبیت کا اور تبرا کہیں اصحاب پر۔ دعوت دیں مدح صحابہ کی اور کام کریں قدح اہل بیت کا۔ یہ تو دین پر بیماری ہے۔ دنیا میں سنی بازار

سے نکالا جا رہا ہے اُس کو مقروض بنا کر دیا جا رہا ہے، اُس کی وراثتِ حکومت کو غصب کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ سب کیوں ہے؟ کیا ہماری قوم میں کوئی ہمارا سردار نہیں ہے؟ یہ تو صریح غلط ہے۔ بحمدہ تعالیٰ ہمارے قدرتی اور خلقی سردار ہمارے علماء ہمارے مشائخ اس ملک کے دین و آسمان کو سنبھالنے والے اتنے ہیں کہ آج تک اُن کے شمار کی آخری تعداد ہزاروں کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکی۔ تو پھر کیا وہ ہماری سنتے نہیں یا ہمارے حال کو دیکھتے نہیں، یہ بھی غلط ہے۔ وہ نہ سنیں تو پھر سننے والا کون ہے۔ وہ نہ دیکھیں تو پھر دیکھنے والا کہاں رہتا ہے تو کیا وہ غافل ہیں، یہ بھی غلط ہے جس کی گہری نیند پر غفلت کا گزر نہ ہو سکے وہ بیداری میں کیسے غافل رہیگا تو کیا وہ ہم سے بے پرواہ ہیں، یہ بھی غلط ہے۔ ہمارے لیے گاؤں گاؤں پھرنا۔ وادی وادی چوٹی چوٹی، شہر بشہر قریہ بقریہ پھرتے رہنا، ہمارے ایمان کو سنوارنا، ہمارے عمل کو سجانا، ہماری گئی ہوئی حکومت کو یاد دلانا ہماری تاریخ کو دہرانے کی سعی فرمانا اور ایسے دور میں جب پیری مریدی پر چوٹ کرنا فیشن ہو۔ دین اور علم دین کا نام لینا قہقہے کی نذر ہو۔ مشائخ کو قوم پر بارگراں کہا جا رہا ہو علماء دین پر انگشت نمائی کا دستور بنا لیا گیا ہو پھر بھی دین کا ذمہ دار سنیوں کا سردار طبقہ ہر طعن سے بے نیاز ہو کر وہی کر رہا ہے جو اُن کا منصب ہے، ان کے آقا کی سلطنت مصطفویہ نے اُن کو جس کرسی پر بٹھا دیا بحمدہ تعالیٰ پوری ذمہ داری کے ساتھ وہ ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں ان پر فرقہ وارانہ ذہنیت کی پھبتی کسی گئی، اُن کو بُرائی الکیر کا فقیر کہہ کر ہنسا گیا اور وہ کونسی اذیت ہے جو ان کو نہ پہنچی گر مرحبا اور ہزار مرحبا بیشمار مرحبا کہ اُن کے عزم وثبات کو ہمت واستقلال کو کہ یہ مبارک طبقہ اپنے کام میں لگا رہا اور اپنے پاک مقصد سے کبھی نہ ہٹا اور اپنے مقدس فتویٰ کا ایک حرف کبھی نہ کاٹا اور اپنے علم وعمل کی یکجائی میں فرق نہ آنے دیا۔ یہ اسی گروہ پاک کے عزم پاک کا پاک نتیجہ ہے کہ ان کے پیغام کی آواز

بازگشت آج یونیورسٹی سے کالج سے اسکول سے، کوچہ و بازار سے در و دیوار سے آرہی ہے
اور ہندوستان کا کونسا سنی ہے جو نعرۂ پاکستان سے بے خبر ہے دنیا نے بڑی تلاش کے بعد
اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج سنیے کہ اس پیغام
کے لیے قدرت نے عہدِ حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا وہ ہماری آل انڈیا
سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور بانی جناب صدر الافاضل استاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذات
گرامی ہے اور اُن سے سب سے پہلے جو اس دولت کو لے کر بانٹنے لگا اس میں ڈاکٹر اقبال
کی شہرت آگے نکل گئی، بات دور نکل گئی میرا کہنا یہ تھا کہ ہمارے رہنما ہم سے بے پروا نہیں ہیں
پھر کیا بے رحم ہیں؟ توبہ توبہ یہ کہنا تو سفید جھوٹ بولنا ہے اُن کی راتیں ہمارے لیے آہیں
کھینچیں، اُن کے دن ہمارے غم میں بسر ہوئے اُن کے پاس کوئی ایسی دعا نہیں جس میں
ہماری یاد نہ ہو اُن کی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں کہ ہماری تڑپ اُس میں نہ ہو پھر یہ
اندھیر نگری کیوں ہے۔ یہ ظالموں کی غارتگری اور سنیوں کی بیکسی کیسی ہے میرے خیال
میں اس کا ایک اور صرف ایک جواب ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر ہمارا کوئی
نظام نہیں ہے ہم میں کوئی رابطہ نہیں، ہمارا ہر ایک رہنما ایک دوسرے کی حدود سے
الگ، ہمارا سردار ہر طبقہ ایک دوسرے سے بے خبر ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں، کہاں
ہیں، کتنے ہیں۔ سندھ والے اہل ہند کی نگاہ میں کوئی آسمانی آبادی ہے، ہند اہل سندھ کے
خیال میں کرۂ زمین کے آخری سرے کا نام ہے، کتنے ہمارے پنجاب میں ہیں کہ لکھنؤ
دیکھا نہیں، بنارس سنا نہیں کتنے یوپی والے ہیں کہ لاہور دیکھا نہیں، ہنگری کو سنا نہیں
آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم
تو دس کروڑ فدایانِ اسلام میں سے نو کروڑ ہیں۔ بنگال کے ایک ضلع چاٹگام والے کے

حواشی میں ہزاروں علماء اہل سنت مدرسین مبلغین مصنفین وارباب فتاویٰ ہیں۔ ہمارے سارے
ملک میں صرف علماء کا شمار بیس ہزار سے زائد ہمارے دفتر میں آچکا ہے۔ تو ہم اس قدر متحیر
ہوئے جس قدر ہمارے سنی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سن کر حیران ہیں اگر مصطفےٰ علیہ التحیۃ
والثناء کے اس قدر لشکری منظم ہو جائیں اور اتنے کثیر قائدین کی قیادت مجتمع ہو جائے تو پھر
کھلے بندوں غیر مسلم ہوں یا مسلم نما غیر مسلم ہوں کیا مجال کہ کوئی ہم سے ٹکرا سکے اور کیا طاقت کہ
ہمارے سامنے آسکے، کشتی لڑنا درکنار ہاتھ ملانے کی جرأت نہیں کر سکتا ساری سازش
تارِ عنکبوت ہو جائے، ساری چیخ پکار مکھی کی بھنبھناہٹ سے زیادہ وقیع نہ رہے۔ ہم کو جب
یہ محسوس ہوا تو ملک و ملت کی حالت مخدوش میں ہمارے لیے کوئی چارۂ کار اس کے سوا نظر
نہ آیا کہ ہم آپ سرداروں کو ایک جگہ بٹھا دیں اور خود وفاداری کا عہد کریں۔ آپ ججوں کی ایک
عدالت بنائیں اور اپنی تقدیر کا فیصلہ چاہیں۔ آپ معالجین کو ایک نظام پر بٹھا کر اپنی بیماریوں
کا علاج کرائیں۔ اب آپ کے کریمانہ اخلاق ہیں اور ہماری قابلِ رحم حالت ہے جس نے
جرأت دلائی اور اللہ تعالیٰ کا ہزاروں شکر ہے کہ ہم نے مرنے سے پہلے آپ حضرات کو ایک مقام
پر جمع کر دیا نہ ہم میزبان ہیں اور نہ آپ مہمان بلکہ ہم جاں بلب ہیں اور آپ مسیحا دم ہیں۔ آپ
ہماری کراہ سے نہ گھبرائیں آپ ہماری بے چینی سے چیں بجبیں نہ ہوں ہم آپ کی خاطر کیا
کر سکتے ہیں؟ ہمارے پاس کھلانے کو روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ہے۔ ہم آپ کو کہاں
ٹھہرائیں، ہمارے پاس تو پھونس کا چھپر بھی نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کو ٹھہرانے
کے لیے ہمارے خانۂ دل کی ویرانیاں ہیں اور آپ کی خاطر کے لیے جان حاضر ہے جگر
حاضر ہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ سر حاضر ہے۔
مشائخ عظام وعلمائے اعلام، ہم وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ہر فرد مبلغ ہو ہماری

پرانی تاریخ یہی تو تھی کہ بادشاہ مبلغ رعایا مبلغ علماء مبلغ عوام مبلغ پیر مبلغ مرید مبلغ سوداگر مبلغ مزدور مبلغ۔ کوئی ہے جو رسول پاک کے دست پاک پر اسلام قبول کر کے مبلغ دینا ہو۔ کوئی مثال ہے کہ صحابۂ کرام سے دولت ایمان پانے والا مبلغ نہ ہوا۔ تبلیغ تو اسلام کا اصلی سرمایہ ہے۔ تبلیغ تو اسلام کا دوسرا نام ہے۔ یہودیت میں سازش کے سوا کیا رکھا تھا۔ نصرانیت کا منتر پڑھنے والا کان کے سوا میدان میں کہنے کے قابل کب تھا۔ مشرکین کے اوہام و تخیلات میں تبلیغ کی روح کیسے آتی۔ سب کے سب اپنے دین کے نام کو اپنی پرائیوٹ جائداد کی طرح چھپائے رکھتے تھے کہ تبلیغ کا شہسوار اسلام میدان میں آگیا اور تبلیغ کے سورج کو چمکا دیا۔ صداقت کی روشنی کو پھیلا دیا۔ ہدایت کی دلوں میں تڑپ پیدا کر دی۔ رشد و ارشاد کا دروازہ کھول دیا۔ جن و انس کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مامور فرمایا کہ بلغ ما انزل الیك رسول پاک نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا بلغوا عنی ولو بکلمۃ۔

میرا جد اعلیٰ جیلان میں پیدا ہوا اور گھر کو چھوڑ کر بغداد چلا گیا۔ میرے ہندستان کا بادشاہ چشت میں پیدا ہوا اور اجمیر چلا آیا۔ میر سلطان سمنان چھوڑ کر کچھوچھہ آیا۔ میں غوث کی بارگاہ میں سر نیاز جھکا کر میں خواجہ کی خواجگی کے حضور وفاداری کا حلف اٹھا کر میں اپنے سلطان کی سرکار میں عقیدت کا نذرانہ لے کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف تبلیغ دین کے لیے تھا۔ تبلیغ ہماری اور صرف ہماری دولت تھی۔ مگر آہ کہ یہ امر اہم بے نظمی کی نذر ہوا۔ عیسائی مشنری ایک نظام کے ماتحت ہے۔ واہمہ پرست مشرکین کا منظم سنگٹھن اور شدھی کی ناپاک تحریک ہے اور الٹی گنگا ایسی بہہ رہی ہے کہ تبلیغ جس کا حصہ ہے اس کا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام ہے۔ کاش ایک آل انڈیا دفتر ہو، ہر صوبہ میں اس کی شاخیں ہوں ہر ضلع میں اس کا آفس ہو، ہر تحصیل میں اس کا نظام ہو ہر قریہ میں ایک ہی طریقہ کار ہو تو آپ دیکھ

لیں گے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اضافہ کس تیزی سے ہو رہا ہے۔

حضرات! دنیا میں ایک ذہنی انقلاب ہے اور قوموں کے کان ایسے پیغام کی تلاش میں ہیں جو انسانیت کو انسانی شرف بخشے۔ زمین کو گہوارۂ امن و امان بنا دے جہاں ذہن بر سر عمل ہو۔ اور نفس کا وجود و عدم برابر ہو اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ یہی چیز ہے جس کا نام پاک اسلام ہے۔ اسی تبلیغ کی ایک اہم اور ٹھوس شاخ تعلیم مذہبی ہے تعلیم ہی سے قومی دماغ کی تعمیر کی جاتی ہے تعلیم ہی سے صحیح تدبر و درست تفکر کی اہلیت ابھاری جاتی ہے۔ اور تعلیم ہی سے قوم کو اس کے اصلی سانچے میں ڈھالا جاتا ہے اس تعلیمی آوارگی کا خطرناک نتیجہ ہے کہ قرآن و حدیث کا پیارا پیارا نام لے کر آپ کو ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو خود مسخ ہو گئے اور اسلام کو مسخ کرنے کا قصد کر لیا۔ گزشتہ ایک صدی کے اندر جتنے فرقوں نے برطانوی سایہ میں جنم لیا وہ سب تعلیمی خامی کی ماتمی یادگار ہیں۔ عقل کی سلامتی صحیح تعلیم سے ملتی ہے ورنہ عقل ایسی ماری جاتی ہے کہ آپ اس جنونی طبقہ سے آگاہ ہیں، جو پیغمبر اسلام کی توہین کو اسلام کی تعلیمات میں تلاش کرتا ہے۔ اس جنون کی کوئی حد ہے، کہ شارع کی عظمت کو اس کی شرع سے گھٹانے کی کوشش کی جائے سارے ملک کو تجربہ ہو چکا کہ آوارہ تعلیم گاہوں کے طلبہ نے قبلہ کی طرف سے کس طرح منہ پھیر کر اپنی توجہات نعبد کو اشتر بابو کی طرف پھیر لیا۔ مدینین نے مکہ چھوڑا، اور یوں کان لگا کر سننے والے سن رہے ہیں کہ حضرات المدینین نے مدینہ چھوڑا اور بالکل چھوڑا اور دشمنان دین سے پیوستہ ہو گیا۔ اب قرآن شریف اس لیے پڑھایا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ رہے۔ حدیث شریف میں ان کو یہی نظر آتا ہے کہ غیروں کے ہاتھ بکنا ہی اسلام ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایسی غیر ذمہ دارانہ تعلیم سے جہالت ہزار درجہ بہتر ہے کیسی ناپاک تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لرزاٹھے اور پاکستان ہی جس کو اپنی زندگی محال نظر آئے، اسلامی تلوار کی آزادی ہی اپنی موت معلوم ہو کیا سنیوں کی سنیت اور مسلمانوں کی اسلامی غیرت احساس قومی و دینی جرم کو برداشت کر سکتی ہے کہ ایسی درسگاہ کو مدد دے کر اُس کو زندہ رکھا جائے ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ملک میں صحیح تعلیم کے اداروں کی بڑی تعداد ہے ہر ہر صوبہ میں کامل النصاب مدارس بکثرت موجود ہیں، اور ماشاءاللہ خوب کام کر رہے ہیں، صدہا علماء سالانہ ان سے فیضیاب ہو کر ہدایت و ارشاد خلق کی خدمتیں انجام دیتے ہیں۔ درس، افتاء، وعظ، مناظرہ، تبلیغ دین کے مساعی میں معروف ہیں یہ جماعتیں نہ ہوتیں اور یہ مدارس سرگرم عمل نہ ہوتے تو اس زمانہ میں بیدینی اور بھی ترقی کرتی اور مذہب کے جاننے والے میسر نہ آتے اور اسلامی اعمال سے دنیا ناواقف ہو جاتی۔ مگر باوجود اس کثرت کے قابل افسوس اور لائق رنج یہ ہے کہ ان علمی دینی درسگاہوں میں کوئی نظم وارتباط نہیں۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ معیار تعلیم میں ایک ضابطہ نہیں، نصاب میں یکسانیت نہیں، طریق تعلیم میں توافق نہیں کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں، مرکز کی نگرانی میں ہر صوبہ میں دفتر ہو ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو ہر جگہ ایک نصاب ہو ایک ہی پرچہ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالب علم دے، ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے اور تعلیم کو اس طرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے کہ آنے والی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہ جائے اور چونکہ ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی صبح سے شام اور شام سے صبح کرنا ہر ہر منٹ ایک اصولی انسان کی طرح ہوتا ہے اگر تعلیم سے ہر آن اسلامی آن بن جائے تو پھر اس آن کی وہ آن و شان ہے

جس کو ہم پاکستان کہتے ہیں۔ دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی دانوں کو لیا جائے، ان کو سہولت بہم پہنچائی جائے، ائمہ مساجد کا ایک نصاب ہو اور کوئی امام بے سند نہ رہ جائے۔ بڈھوں کے لیے شبینہ کلاس کھولے جائیں آسان زبان میں دین کی تعلیم کے لیے کتابیں تصنیف ہوں اور تصنیف جمہوریت اسلامیہ کی نگرانی ہو دینی کتابیں سُنی پریس میں چھپیں جس پر جمہوریت اسلامیہ کی تصدیق ہو۔ علوم جدیدہ کو عربی و اردو زبان میں لایا جائے اور علماء ان سے واقف کیے جائیں، سیاسیات یا اقتصادیات یا تاریخ وغیرہ کا مستقل کورس ہو، سُنی لائبریری سُنی مدرسہ، سُنی اسکول، سُنی کالج، سُنی یونیورسٹی دین و دنیا کی حامل بن جائے، اور واس سے ایسے دل و دماغ پیدا کیے جائیں جو صدق و صفا، عدل و وفا، شرم و حیا، جود و سخا، دشمنوں سے جُدا اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں جن کا جینا و مرنا اللہ کے لیے ہو تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحیرۂ ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے۔ جو قوم علم میں، عمل میں، اخلاق میں پاک ہو جاتی ہے وہ جہاں قدم رکھ دیتی ہے اُس کو پاکستان بنا دیتی ہے۔

حضرات! آپ پر روشن ہے کہ سنیوں کی ساری کمزوریاں اسی صحیح تعلیم کی کمی کا نتیجہ ہے۔ علم درست طور پر آجائے تو خود معلوم ہو جائیگا کہ دوسرے ادیان و مذاہب کی طرح اسلام نہیں ہے کہ کچھ عقائد کچھ خیالات کچھ اوہام پر اعتکاف کر کے اس کا نام دین رکھ لیا جائے۔ اسلام تو خود حقائق کے اعتراف کے ساتھ اپنے پیرو کو میدانِ عمل میں کھڑا کر دیتا ہو عقیدۂ توحید سے لے کر معاد کی تمام تفصیلات کو اس لیے منواتا ہے کہ جو کچھ مانا ہے اُس کو کر کے دکھا دیا جائے اسلام انسان کو عملی انسان بناتا ہے۔ دینداری کی سند حُسن کردار پر دیتا ہے۔ صاحب تخت و تاج ہو یا مسکین و محتاج سب کے لیے اسلام نے مکمل پروگرام بنا دیا ہے یہ اسلام کا وسیع روحانی نظام ہے جس نے خدا کی پرستش کو رکوع و سجود میں محدود نہیں کیا

اور مسجد ہی کو اس کے لیے خاص کیا بلکہ اسلام سونے کو جاگنے کو، چلنے پھرنے کو، جم کر بیٹھنے کو کھانے پینے کو، اہل وعیال کی نگرانی کو، بال بچوں کی پرورشوں کو، صنعت وحرفت کو کاروبار تجارت کو، مزدوری ومحنت کو خلق کی خدمت کو، بزم کو رزم کو سب کو عبادت بنا دیتا ہے۔ یہ اسلام نے بتایا ہے کہ عبادت بازاروں میں بھی ہوتی ہے اور کارزاروں میں بھی ہوتی ہے اور کان صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ سے بھی ہوتی ہے اور قلم کی رفتار اور تلوار کی جھنکار سے بھی ہوتی ہے ڈنڈوں اور ڈمبلوں سے بھی ہوتی ہے، اور کشتی کے اکھاڑوں میں بھی ہوتی ہے۔ ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اسلام کی بدولت خدا کو ہو جاتا ہے، پھر اسلام نے قبائل کے خون کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انسانی برادری کا پیغام دیا ہے۔ اور مفروضہ تفاوتِ مدارج کو میٹ کر ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم فرما کر برتری کا مدار عمل صالح پر رکھ دیا ہے۔ اسلام کے پروگرام کا دنیا کو تجربہ ہو چکا ہے ساری دنیا نے دیکھا کہ امیوں کو استادِ زمانہ بنانے والا غیر متمدن کو تمدن کا علمبردار کر دینے والا، بکری چرانے والوں اور اونٹ کے گلہ بانوں کو تخت وتاج کا مالک بنا دینے والا، بے امنوں کے گہوارہ کو دار الامن کر دینے والا اسلام ہے اور صرف اسلام ہے مگر آہ کہ جہالت وبے خبری کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ بے عملی قوم پر چھا گئی ہے مسجدیں ویران ہیں۔ ان کے امام بیشتر بے سند ہیں۔ اسلامی کلچر پر تبصرہ یا تمدنی لعنت لائی جاتی ہے۔ خانقاہوں کا صحیح استعمال چلا جا رہا ہے، ہر ایک نیا نیا لائحہ عمل اپنے جی سے بناتا ہے، قانون ساز کونسلوں کی بلا جب سے ملک میں آئی ہے تو ان نادانوں کو دیکھ کر جن کے پاس کوئی حتمی قانون نہیں ہے، اور وہ اپنی سوسائٹی کے لیے قانون سازی پر مجبور ہیں اب مسلم نشست پر پہنچنے والے بھی قانون سازی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہر قوم کا قانون ساز جب قانون بناتا ہے، تو وہ گویا اعلان کرتا ہے کہ اس کے پاس اس بارے میں کوئی قانون

نہیں کیا مسلمان کہلانے والا مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہوا قانون سازی کر کے اسلام کو غیر مکمل قرار دینے کا حق رکھتا ہے، ہرگز نہیں۔ پھر یہ منگولہٹ خلع بل کیا بلا ہے۔ یہ شاردا ایکٹ میں قوم مسلم کا شمول کون سی لعنت ہے اور جہالت کا مہلک اثر یہ ہے کہ بے خبر ہیں اور اپنے کو باخبر سمجھتے ہیں، علم دین میں ایک ان پڑھ سے بھی بدتر ہیں۔ اور پھر علمائے دین کے منہ آتے ہیں۔ برطانوی فقہ کے پست تصورات کا عادی اسلامی فقہ کی بلندیوں تک کیسے پہنچے کمزور انسان کے بنائے ہوئے کمزور قانون سے جو روزانہ بنا بگڑا کرتے ہیں پیشہ ورانہ الجھاؤ دماغ کو انشٹ اور الٰہی قانون تک باریاب نہیں کرتا۔ اس کام کو مرکزی دار التصنیف اپنے ہاتھ میں لے، نکاح وطلاق وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون بنا دیا جائے غیر مشروع قوانین کو ختم کر دیا جائے، مسلمانوں کے قضایا کے لیے اسلامی دار القضاء کو حکومت سے منوایا جائے اور قانون سازی کے چکر کو شاکر قانون اسلام کی تنفیذ ہی مسلم نشست والوں کا کام رہ جائے۔ خانقاہوں کو نشر علم کا ادارہ بنا دیا جائے۔ میلاد شریف کی محفلوں کو بزم تبلیغ کر دیا جائے۔ اعراس بزرگان دین میں سنی کانفرنس کی روح ڈالی جائے۔ مسلمان کی صورت کو مسلمان کیا جائے، اور مسلمان کی سیرت کو مسلمان کیا جائے مسلمان کی روح کو بھی بلند کیا جائے۔ اور مسلمان کی جسمانی صحت کو معیاری طور پر قائم کیا جائے اور بتا دیا جائے کہ ہر مسلمان اپنی قوم کا سرمایہ ہے جس کی ذمہ داری خود اس مسلمان پر بھی ہے کالج کے بچوں کو دیکھو تو چہرہ پر خون کا چھینٹا تک نہیں بھرے بھرے بازوؤں اور اونچے اونچے سینوں اور لمبی لمبی داڑھیوں والی قوم بیمار ہو جائے کراہنے لگے، زنانہ روپ بھرنے لگے تو کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔

حضرات! وقت آ گیا ہے کہ خلافت راشدہ کے عہد کو پلٹا یا جائے اور سارے نظام شریعت کو اسلامی دنیا کا نصب العین بنا دیا جائے، یہ کام بہت زیادہ سرمایہ نہیں مانگتا اپنا پیسہ

اپنا پیٹ ، خادم اور اپنا ہر کام ایسا ہو کہ غریب سنیوں کی بجائے نام کمائی بھی اس کے لیے کافی ہے سنیوں کے پاس اوقاف اس قدر ہیں ، جن کو درست کر کے برطانوی اصول پر نہیں بلکہ اسلامی اصول پر خرچ کیا جائے ۔ تو ایک سلطنت کا نظام چل سکتا ہے ورنہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کے نام پر وقف ہے اور الحادی علم پر خرچ ہو رہا ہے ۔ مسجد پر وقف ہے اور سنی وقف بورڈ کے دفتری نظام پر خرچ ہو رہا ہے ۔ اگر اوقاف کے آمد خرچ پر کنٹرول کر لیا جائے ، تو بجٹ میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی ۔

حضرات ! ہم کو مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید حاجت ہے ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کی عبادت گاہ فرمایا ہے ۔ اور جسمانی صحت و تندرستی کے لیے تو بڑی ضروری چیز ہے ۔ یہ چیز کبھی صرف مسلمانوں کی تھی خواہ تیراکی ، شہسواری اور لکڑی ہو ، اور وہ مشغلہ تھا جس میں ہمارا کوئی ثانی نہ تھا ، ہماری تندرستی ضرب المثل بن گئی تھی ۔ ہمارے جوان کو شمشیر زن اور صف شکن کہا جاتا تھا ۔ مگر آج تندرستی کھو دینے سے بزدلی ، تن آسانی ، کاہلی ، چہروں کی بے رونقی ، اور پھر لازمی طور پر بیکاری و ناداری آ گئی ہے ۔ تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اکھاڑہ ایک مستقل ادارہ ہو ، جس کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلا کر ان کو ایک نظام میں بنیان مرصوص کی طرح قومی حفاظت کا قلعہ بنانا ہے ۔ ورنہ کمزور افراد کی نسل بھی کمزور ہو گی ۔ اور کمزوری وہ بلا ہے جس کے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں ۔ بیکاری قرضدار بناتی ہے معاش کے دروازہ کو بند کر دیتی ہے اور آخر میں ، روٹی کے لیے ضمیر فروشی ، ملت فروشی ، پیسوں کے لیے قوم کا غدار اور دین کا باغی ہو جاتا ہے ۔ جس کو ہم آپ برابر دیکھ رہے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ محتاجی جرائم کی ماں ہے اور میں کہتا ہوں کہ تندرستی نہ ہونا محتاجی کا باپ ہے اور جب یہ ماں باپ مجتمع ہو جاتے ہیں تو بے پناہ بلاؤں کی نسل جنم لیتی ہے ۔

اے صد ہزار احترام و عظمت کے پیکر بزرگو ! کام بہت ہے ، ہماری بیماریاں حد سے زیادہ ہیں ہماری کمزوریاں لاانتہا ہیں ، اور آپ کو ہمارے لیے بہت دکھ اٹھانا ہے ۔ آپ تبلیغی نظام سے بسم اللہ فرمائیں مبلغین پیدا کریں ۔ اور میدان تبلیغ میں بھیج دیں اور ایک سال کے اندر سارے ملک کے سنیوں کی مردم شماری کر لیں ۔ اس رجسٹر کا خاکہ ایسا ہو کہ ہر سنی کا نام بقید ولدیت ہو مکمل پتہ ہو عمر ، پیشہ ، مالی حالت ، تعلیمی حالت ، قرضدار ہے یا نہیں ۔ مقدار قرض ، ادائگی کے امکانات وہاں کی غیر سنی آبادی ، مسجدوں کے امام ، غیر مسلم آبادی ، زمیندار ، طریق زمینداری ، تھانہ ، تحصیل ، ضلع ، حکومت کی مقامی پالیسی ، کوئی مدرسہ ہے یا نہیں ۔ اس طرح اندراج ہو کہ دفتر میں دیکھ کر وہاں کا سنی مکمل طور پر آنکھوں کے سامنے آ جائے ۔ اسی میعاد میں تمام مدارس اہل سنت کی تعداد ، نصاب تعلیم ، ذرائع آمدنی کیفیت مصارف بھی درج رجسٹر ہو جائیں ، تو بعونہ تعالیٰ و بعون حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قوم خود بخود ابھرنے لگیگی ۔ اور نظام و اجتماع کی روح تیزی سے قلیل مدت میں دوڑنے لگیگی اور دوسری قومیں جو پچاس برس میں نہ کر سکیں وہ مہینوں میں آپ کرینگے ۔ یہ تو بیمار کو تندرست کرنا ہے آپ حضرات نے تو مردوں کو جلایا ہے ۔ اپنے اولیاء کی کرامات حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے ، اپنے علماء کے منصب نیابت رسول پر ہمارا اطمینان ہے ۔ جو تاخیر تھی وہ آپ کے یکجا ہونے کی تھی وہ بھی بعونہ تعالیٰ میسر آ گئی اب ہماری شفایابی یقینی ہے ، ہماری کامیابی نظر آ رہی ہے ۔ اب ہم زندگی کی آس لگائے ہیں حق بجانب ہیں ، اب آپ کو پاک نگاہی پاک تدبیر پاک تعلیمات ہم کو پاکستان عطا کر دینگی ۔

میرے دینی رہنماؤ ! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آ چکا ہے ۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے ورد زباں پاکستان زندہ باد ، بچہ بچہ کی زبان پر ہے ، پاکستان ہمارا حق ہے ، نعروں کی گونج میں پاکستان

لے کے رہینگے۔ مسجدوں میں خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہی
اس لفظ میں پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے۔ اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے۔ اور
ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا۔ اور جو لفظ مختلف ذہنیتوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک
ہو جاتے ہیں۔ جب تک بولنے والا اُس کو واضح طور پر نہ بتا دے۔ یونینسٹ کا پاکستان وہ ہوگا
جس کی چشتری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیگ سے پاکستان کے متعلق دوسری
قومیں پوچھتی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ گلے پلٹے ایک دوسرے
سے الٹتے بتائے۔ اگر یہ صحیح ہو تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے لیکن جن سنیوں نے لیگ کے
اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جو یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے
کہ ہندوستان کے ایک حصّہ پر اسلام کی قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان
و مال عزت آبرو کو حسب حکم شرع امن دیا جائے۔ ان کو ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ
جانیں اُن کا دھرم جانے۔ ان کو انکو الیہم بھی ھم سنا دیا جائے اور بجائے جنگ جدل کے
صلح و امن کا اعلان کر دیا جائے۔ ہر انسان اپنے پُر امن ہونے پر مطمئن ہو جائے۔ اگر سنیوں کے
اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سُنّی قبول نہیں کریگا۔
ان سنیوں نے نہ دستور اساسی پڑھا ہو نہ تجاویز پڑھی ہیں۔ نہ اخبارات کے طولانی ایڈیٹوریل دیکھے
ہیں، نہ غیر ذمہ داروں کے لیکچر سُنے۔ وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد
ہو اس کے ساتھ ہو گئے ہیں، اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ اس کے دستور
اساسی کا کیا سوال ہو۔ اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کر لیا ہو وہی دستور اساسی بھی ہے، وہی تجاویز
متفقہ بھی ہیں لیگ اُن کے لیے کوئی بنیاد دین نہیں ہو جس کو سوچ سمجھ کر ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے
بلکہ لیگ نے جذبات کی محض ترجمان ہو جس کو وہ ہر معترض سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں۔ خیر یہ تو لیگی زبان

میں پاکستان کی بحث تھی لیکن آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس
میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جس کو مختصر طور پر
یوں کہیے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو۔ ہماری آرزو ہو کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے لیکن
اگر عالم اسباب میں رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ حصّہ بحصّہ تھوڑا تھوڑا ایک پاکستان بنتا جائے تو اس کو بنایا جائے
کسی حصّہ زمین کو پاکستان بنانا اس کے سوا دوسرے حصّہ کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہو بلکہ
عالم اسباب پر حکمت تدریج ہو۔ ہندوستان تک صحابہ کرام نہیں پہنچے تو وہ اس لیے نہ تھا کہ ہندوستان
کے کفریات و شرکیات سے راضی تھے بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ لا وسعہ جو ہونتہ با وقتا تھا صلح حدیبیہ
کا یہ ترجمہ کسی جانور نے بھی نہیں کیا کہ اس میں کہ کے کفر و کفار سے رضامندی پائی جاتی ہو۔ بلکہ
عالم اسلامی کو صاف نظر آنے لگا کہ جلد پاکستان ہونے والا ہو۔ معاہدے اور صلح نامے واعدوا
لهم ما استطعتم کی تعمیل میں ہوتے ہیں اور بعد استطاعت خود ختم ہو جاتے ہیں آل انڈیا سُنّی
کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داور
حشر کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤگے۔ پاکستان میں اس مجرم کو نہ بخشا جائیگا جو کلمہ پڑھ کر اپنے کو
سُنّی کہہ کر اسلامی اقتدار کے تصور سے چڑھتا ہو۔

ہاں یہ عرض کرنا رہ گیا کہ حال میں وزارتی مشن کے سامنے سُنا جاتا ہو کہ ڈاکٹر خان بھی پاکستان
کا نعرہ لگا رہے ہیں لیکن یہ پاکستان ایسا ہو جس کو سن کر پاکستان کا بڑے سے بڑا دشمن بھی ناراض
نہیں۔ کیا عجب ہے کہ وہ گز کے پاجامے پہننے والوں کے لیے لنگوٹیہ پاکستان بنانا منظور ہو۔ ولا
حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

حضرات سطور بالا میں مسلم لیگ کا نام آگیا ہو اور اس طرح آیا ہو کہ وہ سُنّی کانفرنس کے بالکل
مقابلہ کا ایک نظام ہو یہی حقیقت بھی ہو مسلم لیگ کا پروگرام عارضی ہو جو صرف پاکستان پر ختم ہو جاتا ہے

اور آل انڈیا سُنی کانفرنس کا پروگرام دوامی ہے، پاکستان کی تعمیر کا اور مسلم لیگ کو سُنی مسجدوں، سُنی اماموں، سُنی خانقاہوں، مدرسوں، عرسوں، میلادوں، مذہبی تصنیف گاہوں سے کوئی سروکار نہیں اور نہ وہ صرف سُنیوں کے نام پر کام کرتی ہے، پاکستان کا حق ملا تو مسلم لیگ کو نہیں ملیگا بلکہ ساری مسلمانوں کو ملیگا اور ان میں غلبہ مجمدی مسلمانوں یعنی سنیوں کا ہے تو پاکستان کا حق سنیوں کو ملیگا۔

سُنی کیسا پاکستان بنائینگے، اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں، عہد صدیقی کو دیکھ لیا جائے دور فاروقی کی سیر کرلی جائے عثمانی زمانہ کو نظر کے سامنے لایا جائے، خلافت علویہ کا دیدار کرلیا جائے اسی قسم کا پاکستان بنائینگے، اگر سنیوں کو زندہ رہنے کا اپنے دین کی حفاظت کرنے کا اپنے مستقبل کو سنوارنے کا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا، اپنی مسجدوں کو آراستہ کرنے کا، اپنی خانقاہوں کو سجانے کا، اپنے اداروں کو درست رکھنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے تو پھر تنظیم سے زیادہ ضروری سنیوں کے لیے آل انڈیا سُنی کانفرنس ہے، ہم نے مانا کہ انگریز اب ہندوستان پر حکومت کرنے سے تھک گیا ہے۔ اور اب منافع کے سوا خطروں سے الگ ہٹنا چاہتا ہے اور وہ کونسلی حکومت ہندوستان کو دے ڈالنا ہی چاہتا ہے اور مانا کہ یہ دیکھ کر ہندوستان کی اکثریت کے منہ میں پانی بھر آیا ہے اور وہ بلا شرکت غیرے اس حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور مانا کہ اس کا جواب یہی رہ گیا ہے کہ قانون جس کو مسلمان کہہ دے اُس کو یکجا کرکے اکثریت کے رام راج والے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونے دیا جائے۔ اور مانا کہ مسلم لیگ اسی پوزیشن میں ہے اور یہ بھی بالفرض مانا کہ مسلم لیگ کے سوا عہد حاضر کی چالبازیوں اور دھاندلیوں کا کوئی جواب نہیں لیکن پھر بھی سُنی مسلمانوں کو اپنی ملی تنظیم کی آج اسی قدر حاجت ہے جس قدر پہلے تھی ہم سے مسلم لیگ کو اسی کی اُمید رکھنی چاہیے کہ اس کا جو قدم سنیوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہوگا اور اس کے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہوگا آل انڈیا سُنی کانفرنس کی تائید اُسی کو بے دریغ حاصل ہوگی

اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا سُنی کانفرنس کی رہنمائی اُس کو قبول کرنی پڑیگی اور ضرور کرنی پڑیگی۔

اگر ہماری حق گوئی کسی کے نزدیک جرم ہو، وہ کسی لیگی کے نزدیک یہ ہماری طرف سے لیگ کی دشمنی تو ہمیں ڈیفنس میں ایک لفظ نہیں کہنا ہے اور اگر لیگ کے دشمنوں کے نزدیک یہ ہماری لیگی ہو جانا ہے تو ہم اس خوش فہمی کو بھی قابل مضحکہ سمجھتے ہیں۔

دنیا کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جس طبقے نے عالمگیر و جہانگیر کی تلواروں پر حکومت کی، عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا یعنی علمائے حق وہ نہ کسی مغرور کے دبائے دبتے ہیں نہ کسی شکل و ہیئت سے اُلجھتے ہیں نہ کسی بدزبان بے لگام کو پرکاہ برابر سمجھتے ہیں وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتے ہیں، حق گو ہیں، حق پرست ہیں اور صرف حق کا اقتدار چاہتے ہیں۔

اے ہمارے شفا بخشنے والے حکما، اسلام! ہم نے اپنی بیماریاں بیان کردیں اور بیماریوں نے اس قدر نڈھال کردیا ہے کہ ہم تھک گئے اور ہماری بیماریوں کا بہت کچھ بیان رہ گیا، آپ کی انگلیاں ہماری نبض پر ہیں، آپ کی حذاقت نے ہم کو بھانپ لیا ہے، جو ہم نے کہا وہ بھی اور جو نہیں کہا وہ بھی آپ کی فراست کے سامنے ہے، خدا ہمارا علاج کیجیے اپنے رسول پاک کا صدقہ ہماری امداد کیجیے غوث کے نام کی بھیک دیجیے خواجہ کے طفیل خبر لیجیے، نقشبند کی سرکار کا صدقہ دیجیے۔

ہائے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ آپ رسمی طور پر بھی کہہ سکیں کہ ہماری خادمانہ فروگذاشتوں کو معاف کیجیے، وہ کیے جو کچھ تو خدمت کرتے ہم نے تو آپ کو اس شہر پر زحمت دی کہ اپنا دامن اپنے ساتھ لائیے ہم ایک نوالہ بھی نہیں دے سکتے ایک مرتبہ سُنی کانفرنس میدان کربلا میں قائم ہوئی تھی کہ نہر فرات آج تک شرم سے پانی پانی ہے آج بنارس کی گنگا کا یہی حال ہے کہ ہم ضیف آپ آب آب ہم شرم کے مارے اپنے سر کو جھکائے ہوئے آپ کی وفاداری کا عہد کرتے ہوئے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اپنی مجلس استقبالیہ کے مخلص درویشوں کے لیے درخواست دعا کے ساتھ خاموش ہوتے ہیں اور ہماری اسی خاموشی آپکے کریمانہ اخلاق کا اعتراف اور اپنی مجبوریوں پر رحم کی بہزار ادب درخواست ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کا وفادار

۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء
فقیر اشرفی گدائے جیلانی ابوالمحامد سید محمد عفرلہ کچھوچھوی (صدر مجلس استقبالیہ)
آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس

مجلس استقبالیٔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس

جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے اجلاس بنارس منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کے

عہدیداران و اراکین

(۱) حامی ملت ماحی بدعت راس المحدثین رئیس المتکلمین فرزند رسول نور نگاہ بتول حضرت مولانا سید شاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی مد ظلہ صدر مجلس استقبالیہ و حال صدر آل انڈیا سنی کانفرنس

(۲) عالی جناب مرزا جہانگیر بخت صاحب رئیس اعظم	نائب صدر
(۳) عالی جناب حاجی جلال الدین صاحب رئیس اعظم	خازن
(۴) عالیجناب ماسٹر عبد اللہ صاحب کنڈکٹر ڈبری اسٹیشن بنارس کینٹ	ناظم رسل و رسائل
(۵) عالیجناب اشیر الدین صاحب تاجر پارچہ بنارسی	ناظم مالیات
(۶) عالیجناب خواجہ عبد الحمید صاحب	ناظم اسٹیج
(۷) عالیجناب داروغہ سبحان علی صاحب	ناظم قیام گاہ
(۸) عالیجناب مسٹر لاڈلے صاحب	امیر العسکر
(۹) عالیجناب نذیر الدین صاحب سوداگر پارچہ بنارسی	نائب ناظم مالیات
(۱۰) عالیجناب عبد القیوم صاحب تاجر پارچہ بنارسی	رکن اعظم
(۱۱) عالیجناب حافظ محمد اسحاق صاحب	رکن اعظم
(۱۲) عالیجناب عبد العزیز صاحب	ناظم مطبخ
(۱۳) عالیجناب مولوی سلیم اللہ صاحب	رکن
(۱۴) عالیجناب منظور احمد خاں صاحب	رکن
(۱۵) عالیجناب عبد الغفور صاحب	رکن
(۱۶) عالیجناب مرزا اعظم بخت صاحب	رکن

یہ ہیں وہ چند درویش جنہوں نے بنارس میں وہ کر دکھایا کہ سارا ہندوستان حیرت میں پڑ گیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر اہل السنۃ والجماعۃ احسن الجزاء آمین آمین اللّٰھم آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تجاویز منظور کردہ آل انڈیا سنی کانفرنس

منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء بمقام بنارس

بموجودگی ہزارہا علماء و مشائخ و نمائندگان صوبجات ہند

مجلس اول ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۵ بجے تا ۶ بجے شام اندرون باغ فاطمان ہوا

تلاوت قرآن مجید بعد ازاں سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے حضور صلوٰۃ و سلام اور بزرگان دین و ملت کو ایصال ثواب۔

مجلس دوم ۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ۱۲ بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان

بعد تلاوت قرآن پاک و ایصال ثواب حسب ذیل تجاویز باتفاق آراء منظور ہوئیں۔

تعلیم

(۱) یہ آل انڈیا سنی کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ تمام صوبجاتی سنی کانفرنسیں اپنی ماتحت کانفرنسوں کو آمادہ کریں کہ ہر مقام کی سنی کانفرنس کے اراکین کی ایک جماعت، اور جہاں سنی کانفرنسیں قائم نہ ہوئی ہوں وہاں کے منتخب افراد امام مسجد یا کسی باشعور شخص کی رہنمائی میں ابتدائی تعلیم کو لازمی و ضروری قرار دینے پر مسلمانوں کو مجبور کریں۔ اور ہر ہر گھر کے بچوں اور بچیوں کی تعلیم کی نگرانی رکھیں۔ **ابتدائی تعلیم سے مراد** حرف شناسی سکھانا۔ عبارت خوانی بتانا اور ابتدا ہی سے ایمانیات ضبط کرانا، اور اوامر و نواہی کی ترغیب و ترہیب اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مشہور انبیاء کے مختصر معجزات اور حالات سے باخبر کرنا، یہ ابتدائی تعلیم میں داخل ہے۔

(۲) آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس صوبائی کانفرنسوں کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ اپنی اپنی زبانوں میں متذکرہ بالا اصول کے مدنظر ابتدائی تعلیم کا انتظام کریں، اور اسکی جسقدر درسگاہیں ممکن ہو سکیں جاری کریں۔

(۳) کوشش کی جائے کہ مسلمانوں کے ہر بچہ کو بقدر ضرورت اردو، فارسی ضرور پڑھا دی جائے

تاکہ وہ اُردو، اور فارسی کتابوں کو دیکھکر مطالب حل کر سکے، اور جو علوم کی کتابیں اُردو فارسی زبان میں ہیں اُن سے فائدہ حاصل کرے۔

(۴) :- عربی تعلیم کے لیے تین حصے مقرر کیے جائیں، ایک اُن لوگوں کیلئے جو بہت کم وقت تعلیم کے لیے دے سکتے ہیں، ایک اُن کے لیے جو علوم و فنون میں تکمیل چاہتے ہیں، اور ایک متوسطین کے لیے۔

(۵) :- اس لحاظ سے ہر قسم کے نصاب بنانے کے لیے ایسی جماعتوں کی تشکیل کی جائے جو نصاب تجویز کریں، اور اُن کو غور و خوض کیلئے کافی وقت دیا جائے۔ اس نصاب ساز جماعت کی حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:-

حضرت مولانا شاہ سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی۔ حضرت صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب۔ حضرت مولانا مولوی شاہ عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔ حضرت ملک العلماء مولانا مولوی شاہ ظفر الدین صاحب رضوی بہاری۔

ان حضرات کو اختیار دیا جاتا ہے کہ ہر صوبہ سے قابل ترین اشخاص کو منتخب کر کے اپنی کمیٹی میں شامل کر لیں۔

(۶) :- یہ اجلاس مرکزی دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ سنی کانفرنس کی شاخوں کے ذریعہ تمام ہندوستان کے مدارس اہل سنت کے اعداد و شمار اور ضروری حالات بہم پہنچائے، تاکہ مدارس دینیہ اہلسنت میں باہم ربط پیدا ہو اور اعانت کی تدابیر عمل میں لائی جائیں۔

(۷) :- آئمہ مساجد کی تعلیم کا خاص اہتمام کیا جائے۔

(۸) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ مدارس عربیہ اہلسنت میں حتی الوسع شعبۂ طب بالخصوص اور بالعموم اور دیگر حصول معاش کے اضافہ کی سعی کی جائے۔

(۹) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ جلد از جلد ایک ایسا دار التصنیف کھولا جائے جو ہر قسم کی

مفید تصانیف مرتب کرے اور بہم پہنچائے۔

مجلس سوم ۲۹ را اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان

حسب ذیل تجاویز باتفاق آراء منظور ہوئیں

پاکستان

(۱) :- آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحۂ عمل مرتب کرنے کیلئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:-

حضرت مولانا شاہ سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی۔ حضرت صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب۔ حضرت مبلغ اعظم مولانا مولوی عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔ حضرت مولانا مولوی عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔ حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف۔ حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب لاہور۔ حضرت مولانا شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف۔ حضرت پیر سید شاہ عبد الرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ)۔ حضرت مولانا شاہ سید زین الحسنات صاحب مانکی شریف۔ خان بہادر حاجی بخشی مصطفےٰ علی صاحب (مدراس)۔ حضرت مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب لاہور۔

(۳) :- یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرے۔ یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لیے جائیں۔

فلسطین

(۴) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مجاہدین فلسطین کے اس مطالبہ کی پُرزور تائید کرتا ہے کہ ارضِ مقدس فلسطین میں یہودیوں کے داخلہ کو بند کر دیا جائے، کیونکہ یہودیوں نے فلسطین کی تمام اراضیات پر اپنا قبضہ کرکے عربوں کی زندگی کو تباہ کر دیا ہے۔

(۵) :- یہ اجلاس حکومتِ برطانیہ اور قوتِ متحدہ امریکہ سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ فلسطین سے یہودیوں کو خارج کر دیا جائے، اور مزید داخلہ کو روک دیا جائے۔

(۶) :- طے پایا کہ تجویز کی نقل فلسطین اور عربی اخبارات کو بھی روانہ کی جائے۔

خانقاہیں

(۷) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ حضرات مشائخ کرام کی خانقاہوں کو حضرات صوفیائے عظام کے قدیم طریقۂ رشد و ہدایت اور تبلیغ و اشاعت کا مرکز بنایا جائے۔

(۸) :- اعراس مبارک کے مواقع پر ایک انتظام نامہ تیار کیا جائے کہ جو زائرین کے قلوب میں ایک عملی ولولۂ دین و طریقت پیدا کرسکے، اور اس انتظام کے کامیاب بنانے کیلئے ضروری ہے کہ مرکزی دفتر کی جانب سے تمام خوانقاہ والے طریقت سے مراسلت کیجائے، اور عہدیداران کانفرنس اعراس کے مواقع پر خود شرکت کرکے اس انتظامنامہ کی دعوت دیں۔

مرکزی دارالافتاء

(۹) :- آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ بریلی شریف میں اعلیٰحضرت قدس سرہ کے آستانہ پر حضرت مفتی اعظم ہند کے زیر قیادت ایک مرکزی دارالافتاء کا انتظام کیا جائے جس میں کم از کم چار جید عالموں کی خدمات حاصل کیجائیں، اور فقیہ اعظم صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب دامت برکاتہم اسکی سرپرستی و نگرانی فرمائیں۔

(۱۰) :- ملک کے کسی مقام پر جس کسی فتوے میں تردد یا اختلاف پیش آئے، آخری حکم معلوم کرنے کے لیے اس دارالافتاء میں بھیجا جائے۔ دینی و مذہبی رسائل چھپنے سے قبل یہاں بھیجکر

تصدیق و تصحیح بھی کرائی جاسکتی ہے، اسطرح مذہبی نظام انتشار و اختلاف سے محفوظ رہیگا۔

(۱۱) :- اس دارالافتاء کے مصارف کے لیے اسلامی ریاستوں سے اور اہلِ ثروت مسلمانوں سے امدادیں طلب کی جائیں۔

(۱۲) :- اسلامی مدارس اس دارالافتاء کیلئے حسب حیثیت امدادیں مقرر کریں۔

(۱۳) :- خانقاہوں کے اوقاف سے امدادیں مقرر کرائی جائیں۔

محرک :- حضرت مولانا مولوی محمد عمر صاحب نعیمی محدث، صدر سُنّی کانفرنس ضلع مرادآباد

اصلاحِ اعمال

(۱۴) یہ اجلاس مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنائیں اور تمام منہیات و محرماتِ شرعیہ سے پرہیز کریں، شادی بیاہ کی بیجا رسوم ممنوعہ کو ترک کریں، شراب نوشی، قمار بازی، اور دوسرے خرافات سے محترز رہیں۔

(۱۵) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ ہر سُنّی کانفرنس کے ماتحت رضاکاران کی جماعتیں منظم کیجائیں جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی، بالعموم اور ترغیب نماز کی خدمت خاص اہتمام کیساتھ انجام دیں۔

تعطیلِ جمعہ برائے نماز

(۱۶) دیکھا جاتا ہے کہ بعض دفاترِ حکومت اور کچہریوں میں مسلمان ملازمین کیلئے جمعہ کی نماز ادا کرنے کا انتظام نہیں کیا جاتا، یہ اجلاس حکومت برطانیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمان ملازمین کو نماز جمعہ کی چھٹی دیجائے۔

طباعتِ رپورٹ و خطبہ استقبالیہ

(۱۷) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اس عظیم الشان کانفرنس کی رپورٹ کو مرتب کرکے جلد شائع کیا جائے۔ اور ملک کے گوشہ گوشہ میں نشر کیا جائے، اسیطرح مجلس جمیعتِ استقبالیہ کے خطبہ کو طبع کرا کر شائع کیا جائے۔

سُنّی کانفرنسوں کا انعقاد

(۱۸) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تمام صوبجاتی ملحقہ

اہلِ سنّت کو متوجہ کرتا ہے کہ ہر صوبہ اور ضلع میں سُنّی کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔

دار المبلّغین

(۱۹) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مسلمانوں کی اہم ضرورتوں کو پیشِ نظر کرتے ہوئے تجویز کرتا ہے کہ ایک دار المبلّغین قائم کیا جائے، جس میں ایک واعظین و مبلّغین پیدا کیے جائیں جو تبلیغ و اشاعت کا بہترین کام کر سکیں، اس دار المبلّغین میں فارغ التحصیل یا ادنیٰ درجہ کے عربی و فارسی جاننے والوں کو داخل کیا جائے جو تقریر و مکالمہ کا مذاق رکھتے ہوں۔ نیز ایسے اشخاص کو بھی داخل کیا جا سکتا ہے جو مغربی تعلیم سے واقف ہوں، تاکہ نصاب کی تعلیم مکمل کر کے مغربی طبقات میں بآسانی تبلیغ کر سکیں۔ اس دار المبلّغین کا نصاب مرتب کرنے کے لیے حسبِ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:۔

حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔ حضرت علامہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی۔ حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔

(۲۰) ۔ مولانا عبد الحامد صاحب قادری اس کمیٹی کے ناظم ہوں اور دار المبلّغین کا مرکز بدایوں ہو۔

(۲۱) ۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ داخل ہونے والے طلباء کے لیے مناسب وظائف کا انتظام کیا جائے۔

مجلسِ چہارم ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر اندرون باغ خلفاان

حسبِ ذیل تجاویز بالاتفاق آراء منظور ہوئیں

غیر مسلموں کے ہاتھوں سے قرآن کریم کی طباعت و تجارت

(۱) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس حکومتِ ہند سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ غیر مسلموں کیلئے قرآن کریم کی طباعت و اشاعت ممنوع قرار دے، کیونکہ غیر مسلموں کے ہاتھوں میں جا کر قرآن کریم کی بے حرمتی ہوتی ہے، جسے مسلمان کسی وقت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

سُنّی کانفرنسہائے صوبجات ہند

(۲) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ حضرات علماء و مشائخ کرام جلد از جلد اپنے حلقہ جات میں صوبہ وار، اور ضلع وار سُنّی کانفرنسوں کی

تشکیل و قیام کا کام جلد شروع کر دیں اور جو تجاویز کانفرنس منظور کر رہی ہے ان پر عمل کرانے کے لئے سُنّی کانفرنس کی شاخیں عمل پیرا ہوں۔

محافلِ میلادِ مبارک

(۳) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ محافلِ میلادِ مبارک کی توسیع و ترویج کی جائے، اور ان کے لئے بہترین واعظین بہم پہنچائے جائیں تاکہ وہ اصلاحِ اعمال و اخلاق کے لئے مفید تر ہو جائیں۔

اصلاحِ ادارہ جات

(۴) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ یتیم خانوں، شفاخانوں اور مسافر خانوں، جیل خانوں کی نگرانی کے ضروری انتظامات کئے جائیں، تاکہ جو حضرات ان اداروں سے ہوتے رہتے ہیں اُن سے یتیموں، بیماروں، قیدیوں کو محفوظ رکھا جا سکے، اور جیل خانوں میں قیدیوں کے اندر اصلاحِ اعمال کی تبلیغ کی جائے۔

حج

(۵) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس حکومتِ ہند سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ سفرِ حج مبارک کیلئے جہازوں کی معتدبہ تعداد کا جلد انتظام کرے، اور جہازوں کے اندر حاجیوں کی سہولت کے معقول انتظام کرے۔

حکومتِ سعودیہ کا مکروہ طرزِ عمل

(۶) یہ اجلاس حکومتِ سعودیہ کے اس مکروہ طرزِ عمل پر کہ وہ حجازِ مقدس کے اندر حاضر ہونے والے اُن زائرین اور حجاج کو جو اعتقاداً نجدیوں کے ہم مشرب نہیں ہیں، اعتقادی امور کی ادائیگی سے روکے ——— نیز اس رویّہ پر کہ حکومتِ نجدیہ کی طرف سے کھلے بندوں تحریراً تقریراً غیر نجدی عقائد رکھنے والوں کو مکروہ الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، ——— سختی سے احتجاج کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ حرمین الطیبین سے دنیائے اسلام کا جو تعلق ہے، اس لحاظ سے حکومتِ نجدیہ کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچ سکتا کہ وہ اپنے مخالف عقائد رکھنے والوں کے ساتھ مذکورہ بالا طرزِ عمل اختیار کرے۔

(۷) ۔ یہ اجلاس بعض مطوفین کے طرزِ عمل، اُن ناجائز و ناواجب ٹیکس کے خلاف پُر زور

احتجاج کرتا ہے، جو ادائے فریضۂ حج و زیارت پر حکومتِ نجدیہ کی طرف سے بجبر وصول کیا جاتا ہے اور نہ دینے کی شکل میں حج سے روکا جاتا ہے، جس کی مقدار سالِ گزشتہ تقریباً ایکہزار روپیہ فی کس تھی۔

(۸) :- اس تجویز کی نقل حکومت نجدیہ کو بھی بھیجدی جائے۔

محرک :- مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔

جسمانی ورزش

(۹) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ مسلمانانِ ہند کیلئے ضروری ہے کہ جلد از جلد اپنی جسمانی حالت کو درست کریں، اور فنونِ قدیم، کسرت، کشتی، ورزش، تیر اندازی، گتکہ اندازی وغیرہ جیسے مبارک فنون کو فروغ دیں تاکہ انکی صحت جسمانی ترقی کر سکے۔

(۱۰) :- یہ اجلاس تمام ماتحت شاخوں سے اپیل کرتا ہے کہ اپنے اپنے حلقہ میں ان مبارک فنون کی ترویج و ترقی کے لئے ہر ممکن سعی شروع کر دیں، نیز یہ اجلاس تمام مدارس عربیہ کے نظماء سے اپیل کرتا ہے کہ ہر مدرسہ کے اندر طلباء کو فنونِ شریفہ کے سکھانے کا نظم کیا جائے۔

دار القضاء کا مطالبہ

(۱۱) یہ اجلاس حکومتِ ہند سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ جو مقدمات قانونِ شریعت کے مطابق فیصل کئے جاتے ہیں جیسے کہ نکاح، طلاق، مہر، نفقۂ زوجہ کو حاصل کرنا ہے، وقف، میراث وغیرہ اسکے لئے اسلامی عدالتیں قائم کی جائیں، تاکہ ہمارے ناموس و عزت اور دین کا پورا تحفظ ہو سکے۔ ان عدالتوں کیلئے جج علماء دین ہی مقرر کئے جائیں، اور وکالت بھی علماء ہی کریں۔

نکاح

(۱۲) آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تجویز کرتا ہے جو نکاح کے بعد کثیر الوقوع مشکلات کے سدِ باب کے لئے ایسے کابین نامے ترتیب و تجویز کرے جس کی رُو سے عورت عند الضرورت خلاصی حاصل کر سکے۔

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب، حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت مولانا ملک العلماء ظفر الدین صاحب بہار شریف۔ حضرت شیر بنگال مولانا عزیز الحق صاحب۔ حضرت مولانا مفتی

عبد القدیر صاحب بدایونی حیدر آباد۔ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب بدایونی بمبئی۔ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب سمستی پوری بدایوں۔ حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب لاہور۔ حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب اجمیر شریف۔ حضرت مولانا مفتی قدیر بخش صاحب بدایونی جے پور۔ حضرت مولانا عبد الباقی صاحب ہمایوں ضلع سکھر (سندھ)۔ حضرت مولانا سراج احمد صاحب وزیر خاں بہاولپور۔ حضرت مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں۔ حضرت مولانا مفتی عبد العزیز خاں صاحب کاٹھیاواڑ۔ حضرت مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب فتحپوری دہلی۔ حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ صاحب آگرہ۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اڑیسہ۔ حضرت مولانا وصی احمد صاحب سہسرام۔ حضرت مولانا مولوی مفتی عبد الرشید خاں صاحب نعیمی ناگپور۔ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی گجرات۔

یہ حضرات کرام دیگر مفتیانِ عظام سے بھی مشورۃً استصواب فرمائیں۔

(۱۳) :- آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس نکاح خواں حضرات کیلئے ضروری سمجھتا ہے کہ انکی ضروری تعلیم اور معلومات کا فوری انتظام کیا جائے، اور ایک ایسی کتاب تیار کرائی جائے جس میں قلیل عبارت میں مسائل نکاح سے باخبر ہو کر اس سنت کی انجام دہی کا کام کر سکیں۔ ایسی کتاب کا مطالعہ جدید نکاح خوانوں کے لئے لازم کر دیا جائے، اور جبوقت وہ مسائل نکاح محفوظ کر کے امتحان میں کامیابی حاصل کریں، سندِ نکاح خوانی دیجائے۔

جمعیت آئین ساز

(۱۴) چونکہ سنی کانفرنس ابتدائی دور سے ترقی کر کے کافی وسعت اختیار کر چکی ہے، اسلئے اسکے آئین میں مزید اضافوں پر کافی غور کرنے کیلئے ایک مجلس ترتیب دیجائے کم از کم سات ارکان پر مشتمل ہو۔ اس آئین کی نقلیں جلد ارکان کے پاس بھیجدی جائیں، جب وہ اس پر کافی غور لیں اسوقت مجلس منعقد کر کے منظوری لی جائے، جب سالانہ جلسہ ہو اسوقت تک اس آئین منظور کردہ جمعیت عاملہ پر عمل ہوگا۔

(ارکان) حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف۔ حضرت صدر الافاضل صاحب۔ حضرت صدر الشریعہ صاحب۔ حضرت ملک العلماء صاحب۔ حضرت مفتی اعظم ہند صاحب۔ حضرت مولانا ابو البرکات

حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔

اظہار تہنیت

(۱۰) آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس و حضرت فخر ملت و طریقت مولانا سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند و حضرت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت کی ان مساعی جمیلہ پر جو سنی کانفرنس کیلئے فرمائی ہیں نہایت خلوص و محبت کے ساتھ مبارکباد دیتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ ان حضرات کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ سنی کانفرنس آج اس بلند معیار پر پہونچ رہی ہے، مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے اور آئندہ بھی کانفرنس کو انکی رہنمائی و مساعی سے مستفید ہونے کا موقع عطا فرمائے۔

مجلس پنجم ۳۰ اپریل ۴۶ء بوقت ۵ تا ۸ بجے شام اندرون باغ فاطمان !

حسب ذیل تجویز باتفاق آراء منظور ہوئی

انتخاب عہدیداران

(۱) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ آئندہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے صدر حامی ملت ناصر سنت راس المحدثین رئیس المتکلمین فرزند رسول الثقلین حضرت مولانا سید شاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ قرار دیے جائیں۔ اور ناظم اعلیٰ حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ مرادآبادی بدستور رہیں۔ اور ناظم نشر و اشاعت مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی مقرر ہوں۔

محرک:- مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔

تمت

مکتوب محدث بنام پیر مانکی شریف

الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ
آل انڈیا سنی کانفرنس
مرادآباد

[illegible]

حضرت بابرکت دامت مکارمکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

پاکستان کانفرنس پشاور کا دعوت نامہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں بوساطت تشریف لایا جسکو حضرت صدر الافاضل نعیم الملۃ والدین دامت برکاتہم ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس نے بھیجا بنارس سے باہر شدید حاجت کی بنا پر تشریف [illegible] اپریل کو [illegible] کہ بنارس میں ہونگا [illegible] کسی طرح ممکن نہیں۔ حضرت کے علم میں آچکا ہوگا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس بنارس میں ۲۷ تا ۳۰ اپریل ہوگا جسکا دعوت نامہ حاضر کیا جاچکا ہے اور آپکی کانفرنس حضرت [illegible] صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کی صدارت میں ہو رہی ہے۔ حضرت کی شرکت ہی تمام سنی کانفرنس کی کامیابی ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ آپکو تو اپنے پاک مقاصد میں روشنی اور وحدت کامیابی نصیب فرمائے جس غرض کا وہ اہم مقصود خاطر ہے اسکے لیے پاکستان کانفرنس سے زیادہ آل انڈیا سنی کانفرنس اہمیت رکھتی ہے آپ کی تشریف آوری یہاں جبکہ ہندوستان کے ہر صوبہ سے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علماء و مشائخ تشریف فرما ہونگے اپنے صوبہ کے اور تمام مسلمانوں کیلئے حاصل کرے گی [illegible] میں یکساں طور پر مقصد کی اہمیت کو نمایاں کر دے گی لہذا حضرت [illegible] مسلمان [illegible] پاکستان کانفرنس کے [illegible] اسلام کے نام پر [illegible] آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں اپنی شرکت سے [illegible] مسلمانوں کی [illegible] زبانی [illegible] اور تشریف آوری کے وقت سے بذریعہ تار مطلع کیا جائے [illegible] آپکو [illegible]

جو سبب بنارس [illegible] فقط آپکا خادم

فقیر اشرفی [illegible] جیلانی

ابو المحامد سید محمد صدر آل انڈیا سنی کانفرنس

تاثراتِ دل نشیں

جشنِ شاہی یادربار اہل سنت بنارس

۱۹ ۶ ۴۶

از حضرت محترم المقام ضیاء الملت جناب مولانا ضیاء القادری صاحب بدایونی

ذیل میں ان قطعات و منظومات کو حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب بدایونی مدظلہ کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین کرام کرتے ہیں جنہوں نے اجلاس آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے حاضرین میں شاعر و ترجمان اہل سنت کی لسان درفشاں سے ایک ولولہ اور ذوق روحانی پیدا کر دیا تھا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ کا کلام وہ کلام ہوتا ہے جس میں ادبی لطافتوں اور علمی نکات کے ساتھ ساتھ ملت حنیفہ کی سچی محبت اور دل میں گھر کرنے والے جذبات ہوتے ہیں۔ مولٰے عز و جل سے دعا ہے کہ وہ شاعر اہل سنت کا سایہ تادیر اہل سنت پر دراز فرمائے اور ہمیں موقع ملے کہ ہم تادیر آپ کی علمی و فنی قابلیتوں سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں۔ آمین۔ (مدیر)

قطعات

مرکزِ رشد و ہدایت ہے بنارس آج کل — جلسہ گاہِ اہلِ سنت ہے بنارس آج کل
اللہ اللہ اجتماعِ سنیانِ ارضِ ہند — مسکنِ خاصانِ امت ہے بنارس آج کل

دیگر

احباب باصفا کے ضیاء بس میں آ گئے — ہم بھی اس اجتماع خدا رس میں آ گئے
اللہ رے یہ جذبۂ اسلام کی کشش — ارضِ وطن سے کھنچ کے بنارس میں آ گئے

مدن پورہ کی لشکر گاہ!!

ہیں اچھے لوگوں میں کچھ اس لئے ہم — بذاتِ خود ہے لیکن ہیں بے شرے ہم
ضیاء کو لطف ملتا جو لشکر کرنا ہے — خوش گذرے وہ دن رہے ہیں مدن پورے ہم

رام نگر اسٹیٹ کا جلوہ

انوارِ حقیقت ہیں نہاں قلب و جگر میں — ہے تابشِ قندیل حرم جذب نظر میں
دل کش ہیں صنم خانۂ کاشی کی فضائیں — لیتا ہے ضیاء نامِ خدا رام نگر میں

گنگا کا عارضی پل اور آندھی

ضعیفی ناتوانی رعشہ اور اختلاج دل — اندھیری رات آندھی تیز خوف دوری منزل
مسافر پا شکستہ پل شکستہ بحر بے ساحل — شب تاریک و بیم موج گرداب چنیں حائل

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

دیگر

پرستارانِ باطل کھاتے ہیں جس شہر کی قسمیں — ہمیں اے غوص، ہر ایں صنم خانہ کی کیا ہیں
نظر کاشی میں آئیں کاش جلوے کعبے والے — ہمیں تو لے ضیاء یہ شوق لایا ہے بنارس میں

دیگر

چمن میں ہے کہیں مصروف گلچیں گل تراشی میں — نشیمن پر کہیں اہل ہر گرد و برق پاشی میں
مگر شمع حرم کی ضو فشانی لے تعالی اللہ — ضیاء اپنے خدا کا لے رہا ہے نام کاشی میں

دیگر

رحمت کے نمایاں ہیں آثار بنارس میں — چھائے ہیں مدینے کے انوار بنارس میں
خیر و برکت یہ سب عشاق نبی کی ہے — سنی علما کا ہے دربار بنارس میں

منظر دربار

سر مسند یہ وہ خاصانِ حق ہیں انجمن آرا — زیارت جن کے چہروں کی گناہوں کا ہے کفارہ
زہے یہ اجتماعِ اہلِ حق یہ جشنِ شاہانہ — سوادِ اعظم اسلام کا ہے عام نظارہ

باغ فاطمان

کسے پسند ہوا کیک مختصر مکان کی سیر — جنوں میں کرتے ہیں دیوانے دو جہان کی سیر
خدا کی شان بنارس کے گرم موسم میں — ضیاء نصیب ہوئی باغ فاطمان کی سیر

دربار اہل سنت

عیاں الحمد للہ شانِ توحید و رسالت ہے — کہ جشنِ عظیم الشان بزم اہلِ سنت ہے
زباں پر نغمۂ نعتِ شہنشاہِ رسالت ہے — فرشتے وجد کرتے ہیں درود و لب کہ وہ کثرت ہے

نثارِ گلشنِ طیبہ بہارِ ہشت جنت ہے
عجب دلکش پیامِ اتحادِ اہلِ سنت ہے
مسلمانوں کو عاشق کعبے والوں کی زیارت ہے
بنارس کو میسر آج وہ صبحِ سعادت ہے
عجب دلکش یہ کاشی کے صنم خانوں کی حالت ہے
ہے لطفِ بادہ رنگینیِ بارش بارانِ رحمت ہے
سوادِ شب جبینِ بدر کے جلووں سے ہے روشن
ستارے ٹوٹتے پھرتے ہیں زمیں پر سطحِ گردوں سے
ہے کیسی جاذبِ دل رونقِ دربار ہائے
یہ برقی قمقمے یہ جگمگاہٹ یہ حسیں جلوے
یہ نازک گلِ شگفتہ پھول گل بوٹے ہیں طیبہ کے
نسیمِ خلد سے آنکھوں میں ٹھنڈک ہم کو دیتی ہیں
بہارِ گنبدِ خضریٰ کی فردوسِ تصور میں
جھک کر کہہ رہے ہیں چاند تارے سبزے چمن کے
حسیں آرائشیں دربار کی ہیں دید کے قابل
زہے دربارِ انوار لئے ہے یہ بزمِ نورانی
یہ زریں شہ نشیں یہ خوشنما اورنگ یہ مسند
یہ نورانی مقدس صورتیں اللہ والوں کی
یہ عالم یہ مشائخ یہ اکابر یہ خدا والے
یہاں الحمد للہ ہند کے گوشوں سے آئے ہیں
یہ جلسہ ہے ثنائے صاحبِ لولاک کا جلسہ
نظامِ سنیانِ ہند کو ہے منضبط کرنا
الٰہی کامیاب و کامراں یہ جشنِ عالی ہو
منظم اے خدا شیرازۂ ملت کو فرما دے
عطا ہو جلد خود مختار پاکستانِ اسلامی
الٰہی متحد کر سنیانِ ہند کو باہم

چمن اندر چمن رنگینیِ آثارِ رحمت ہے
خدا شاہد صفت آرا آج اک کرۂ پست ہے
ہے کاشی یادگارِ کاشانۂ اہلِ عقیدت ہے
کہ مرغانِ سحر میں شورِ تکبیرِ عبادت ہے
جدھر دیکھو ہجومِ کلمہ گو یارانِ شبّات ہے
نسیمِ صبح دامن میں لئے نکہتِ جنت ہے
چراغِ طور کے انوار سے کافورِ ظلمت ہے
منور ہے جہاں پر نور بزمِ اہلِ سنت ہے
باندازِ تجمل جلوہ آرا حسنِ فطرت ہے
کہ جیسے آسماں سے بارشِ انوارِ قدرت ہے
جہاں پر کیف نظر ہے باغِ عالم میں بہجت ہے
ہوا مسرور دل میں سوزِ محبت کی حرارت ہے
بہشتِ آرزو گلزارِ طیبہ کی زیارت ہے
نشانِ نصرتِ حق ہر نشانِ اہلسنت ہے
مسلمانوں کی کثرت مائلِ تنظیمِ وحدت ہے
ہجومِ اہلِ ملت اجتماعِ اہلِ سنت ہے
تصدق ہر ادا پر جس کی ہر شانِ نزاکت ہے
صفائے قلبِ اربابِ نظر جن کی زیارت ہے
سوادِ اعظمِ اسلام رحمٰن کی عبادت ہے
یہ دربارِ مبارک مرکزِ افرادِ امت ہے
یہ مجمع مجمعِ عشاقِ سلطانِ رسالت ہے
وقارِ اہلِ سنت محض اسی جلسہ کی غایت ہے
سرِ دربار مصروفِ دعا ہر فردِ امت ہے
جہاں کو اتحادِ اہلِ ایماں کی ضرورت ہے
دلِ مسلم کو یا رب شوقِ تجدیدِ خلافت ہے
جہاں کو احتیاجِ اتحادِ دین و ملت ہے

نبی کا واسطہ مسلم کو یا رب فتح و نصرت دے
ضیا کی یہ دعا یہ التجائے اہلِ سنت ہے

۷۸۶

ہو المعین — خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے — ہو القادر

رجسٹرڈ حرف ایل نمبر ۱۵ — [illegible] — تار کا پتہ۔ دبدبۂ سکندری رامپور اسٹیٹ

نواب کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبۂ سکندری

رامپور

ہفتہ وار

[illegible]

۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے — ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

مالک و مدیر محمد فضل حسن صابری

نمبر ۴۵/۴۶ — ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۴۵ء یوم مبارک دوشنبہ — جلد ۸۳

۵ نومبر ۱۹۴۵ء

ترانۂ پاکستان

فرمودہ حضرت جہاں استاد علامہ عیش مدظلہ فیروزپوری

[illegible] (ادارہ)

سرتا بقدم قرآنی۔ ہم لوگ ہیں پاکستانی
سب پاک ہمارا باطن۔ ہے پاک ہمارا ظاہر
ہر ایک مقابل اپنا۔ تصویر ہے یا آئینہ
نوشتہ وہی حق زیبائی۔ نازاں ہیں حق سوت اپنی
حیرت ہیں ہم کیت۔ صورت ہیں ہم
اسلام ہمارا ہادی۔ قرآن ہے اپنی منزل
جھکتے ہیں خدا کے آگے۔ کرتے ہیں آسی کو سجدے
الفت کی ترکستانی۔ یہ لوگ ہیں نقشِ اول
پیدا ہے شجاعت ہم سے۔ ظاہر ہے شجاعت ہم سے
جو راہ ہیں حل ہوگا۔ ہم کر دیں سب حل ہوگا
ابھرائیں پرچم اپنا۔ دکھلائیں حقیقت اپنی
طالب ہیں الٰہی رحمت کے۔ قسمت پر اپنی نازاں ہیں

ہم لوگ ہیں پاکستانی۔ ہم لوگ ہیں پاکستانی
… ہم لوگ ہیں پاکستانی
اک دنیا کی ہے ایرانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہر بات اپنی وجدانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
… ہم لوگ ہیں پاکستانی
… ہم لوگ ہیں پاکستانی
… ہم لوگ ہیں پاکستانی
ہم لوگ ہیں نقشِ ثانی ہم لوگ ہیں پاکستانی
… ہم لوگ ہیں پاکستانی
… ہم لوگ ہیں پاکستانی
… ہم لوگ ہیں پاکستانی
… ہم لوگ ہیں پاکستانی

بیشک جو ہیں خالی دامن لے عشق وہ دامن بھرتے ہیں
کرتے ہیں گہر افشانی۔ ہم لوگ ہیں پاکستانی

الخُطبۃ الاشرفیۃ للجمہوریۃ الاسلامیۃ

عمدۃ العلماء ابو المحامد سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی قدس سرہٗ

آل انڈیا سنی کانفرنس اجمیر (خصوصی اجلاس)

۵-۶ رجب ۱۳۶۵ھ ، ۷-۸ جون ۱۹۴۶ء (خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ کا عُرسِ مبارک)

درگاہ معلی اجمیر شریف کی مسجد شاہ جہانی میں خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمۃ کے عرس کے موقع پر آل انڈیا سنی کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس حضرت دیوان سید آل رسول علیخاں سجادہ نشین آستانہ اجمیر پاک کی صدارت میں منعقد ہوئے، ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت کی ایک لاکھ سے زائد عام مسلمانوں کا اجتماع رہا، حضرت مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس، حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین ناظم عمومی و حضرت مولانا شاہ عبد الحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت، حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی، حاجی محمد عارفین، مولانا جیلانی میاں، مولانا نذیر حسین دہلوی، حضرت مولانا سید عبد الجید، مولانا محمد عابد القادری کی تقاریر و مساعی نے اس اجلاس کو کامیاب بنایا[1] صدر آل انڈیا سنی کانفرنس حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے جو خطبہ اپنے مخصوص انداز میں ارشاد فرمایا اس کا ملخص یہ ہے۔

(۱) اولیاء اللہ کے حضور اور ان کے مزارات کی حاضری کی ساعات بابرکت ہوتی ہیں

---

[1] دبدبہ سکندری رامپور ۲۰ جون ۱۹۴۶ء ، ص ۳

ان کا نیاز مند جہاں کا بادشاہ ہوتا ہے ——— ان کے خدام بصیرت کی نگاہ سے حقائق عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

(۲) ہند میں حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمۃ کے وسیع فیض کا اجمالی تذکرہ۔

(۳) اسلام اور کفر کا امتیاز ——— مسلمان کی تیز نگاہ اثر کو دیکھ کر موثر کا یقین کر لیتا ہے، صفات کو دیکھ کر موصوف ذات کا ایقان کر لیتا ہے۔ اس کی تیز نگاہ افلاک کی بلندیوں کے پار اور زمین کے دبیز پردوں کو پھاڑ کر معبود برحق کی لذت دید سے سرشار ہو جاتی ہے ——— لیکن کافر کی عقل مظاہر قدرت کی حقیقت کو پالینے سے جب تھک جاتی ہے۔ تو انہی مظاہر ——— سورج، چاند، آگ، پتھر اور درخت وغیرہ ——— کو پوجنا شروع کر دیتی ہے۔

(۴) دین کی اشاعت اور اس کی آزادی کی خاطر اسلاف کے کارناموں کا اجمالی ذکر۔

(۵) اندرون ملک اسلام پر مصائب ——— دین فروشی کی چند مثالیں۔ ودیا مندر، بندے ماترم کا ترانہ، گاندھی کی جے، رنگ ترنگا۔

(۶) بیرون ملک مسلمانوں پر آلام ——— فلسطین میں مسلمانوں کی حالت زار، ابن سعود کا حجاج کرام سے جبریہ ٹیکس لینا۔ انڈونیشیا میں مسلمانوں کے ساتھ ظالمانہ رویہ۔

(۷) دنیائے سنیت کی تنظیم ——— مرکزی دار الافتاء، مرکزی دار القضاء، مرکزی دار التصنیف کا قیام اور خانقاہوں میں ربط و ارتباط۔

(۸) آل انڈیا سنی کانفرنس ——— جمہوریہ اسلامیہ کے بیس ہزار علماء و مشائخ کا عزم صمیم ——— پاکستان کی منزل کو سنیوں کے ہاتھوں قریب سے قریب تر کرنا۔

(۹) پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ——— سنی کانفرنس سے مسلم لیگ کا تحریری عہد۔

(۱۰) مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا۔ اور تمام سُنّی ——— جمہوریہ اسلامیہ کے سبز ہلالی پرچم تلے جمع ہو جائیں۔

مذکورہ کانفرنس میں حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں:

(۱) دربار خواجہ سیدنا غریب نواز رضی اللہ عنہ کا یہ عظیم الشان اجتماع آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی منظور کردہ تجاویز کی پرزور تائید کرتا ہے اور آل انڈیا سنی کانفرنس پر اپنے کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ مسلمانان ہند آل انڈیا سنی کانفرنس کی مذہبی رہنمائی پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

(ب) یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ حضرات علما و مشائخین اہل سنت ہندوستان کے اندر اسلامی حکومت کا قیام چاہتے ہیں جو قرآن کریم احادیث نبویہ، فقہی اصول کے مطابق ہو یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ وزارتی مشن کی تجاویز مسلمانوں کے لئے ہرگز تسلی بخش نہیں ہیں۔

(ج) یہ عظیم الشان اجلاس راشٹریا سیوک سنگھ کی اس تحریک کو جو ملک کے ہر گوشہ میں اندرونی طور پر انقلابی شکل و صورت میں چلائی جا رہی ہے جس کی بدولت مسلمانوں پر جابرانہ اور سفاکانہ مظالم ہو رہے ہیں انتہائی نفرت کا اظہار کرتا ہے اور حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ اس تحریک کے جراثیم کو فوراً روکے اور اسے خلاف قانون قرار دے نیز مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے تحفظ سے غافل نہ رہیں۔[1]

اب آئندہ صفحات پر آپ اس تاریخی خطبہ الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ مطبوعہ مرادآباد (۱۳۶۵ھ) کا عکس بھی ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] ایضاً

ان من البیان لسحرا

الخطبۃ الاشرفیۃ للجمہوریۃ الاسلامیۃ

بعونہ تعالیٰ وکرمہ

امسال ۵۔ اور ۶۔ رجب ۱۳۶۵ھ کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اسپیشل اجلاس مسجد شاہجہانی واقع درگاہ معلّیٰ اجمیر شریف میں حضرت عالی درجت سراپا برکت عزیز المشائخ والکبراء امین شاہ وگدا دیوان سید شاہ آلِ رسول علی خاں صاحب (دامت برکاتہم) سجادہ نشین درگاہ عالم پناہ خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کی دعوت اور ہدایت کے ماتحت ہوئے جنکی ایک نشست میں خود حضرت ممدوح مد ظلہٗ نے مسند صدارت کو عزت بخشی، اسی اجلاس میں فرزند رسول جگر گوشہ بتول عالم نبیل فاضل جلیل رئیس المتکلمین حضرت مولانا الحاج المولوی السید الشاہ سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی مد ظلہٗ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے یہ نفیس خطبہ ارشاد فرمایا اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اپنے مخصوص انداز میں سُنایا

حسب فرمائش اراکین آل انڈیا سنی کانفرنس

(جناب مولانا مولوی ظفر الدین احمد صاحب دام مجدہم) نے اپنے

اہلسنت برقی پریس شیش محل مرادآباد میں چھاپ کر شائع فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی من علینا اذ بعث فینا رسولا وجمعنا علی کلمۃ واحدۃ وکعبۃ واحدۃ وقران واحد ودین واحد وجعل الناس عیالہ شکرا وعلامۃ مقبولا والصلوۃ والسلام علی من ہو حبل اللہ المتین والعروۃ الوثقی بالیقین وہو الذی الف بین قلوبنا اذ کنا اعداء فاصبحنا بنعمتہ اخوانا وباللہ مؤمنین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ الطیبین الطاہرین وعلی الائمۃ المجتہدین وعلماء امتہ واولیاء ملتہ وشہداء محبتہ وجمیع المتمسکین بسنتہ والمعتصمین وعلینا معہم وبہم ولہم۔ اما بعد

مشائخ کرام، علمائے اعلام و برادران اسلام! ان شاء اللہ کیسی مبارک گھڑی، اور کیسا مقدس مقام، اور کس قدر بلند مقصد آج اور اس وقت میسر ہے کہ اگر اس ساعت حیات کی برکتیں تمام زندگی کے لمحات کو تقسیم کر دی جائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم سب کا بیڑا پار ہو جائے۔ یہ شاہجہانی مسجد ہے جسکی بنیاد سے لیکر چوٹی تک جدھر نظر کیجئے تو اس عقیدت مندی کی صاف شفاف و سفید جھلک موجود ہے، جو جہاں کے تخت و تاج والے حکمرانوں کو دلق و گلیم والے فرمانرواؤں سے تھی۔ لال قلعہ دہلی کے تخت طاؤس پر جو سر سب سے اونچا نظر آتا تھا وہ سب سے زیادہ جھکنے والا اور جھکانے والا خاک پاک اجمیر میں دکھائی پڑتا تھا۔ سلطان السلاطین شہنشاہ کا لقب خواجہ خواجگاں کی جاروب کشی نے بخشا تھا۔ خزانہ عامرہ والے لعل و جواہر گدڑی والوں سے مانگ لیجاتے تھے۔ سر دادہ آزماؤں کی تلواریں گوشہ نشینوں کی چوکھٹ پر تیز کیجاتی تھیں۔ کلاہ والوں کی کلغیاں ننگے تلوے والوں کے تلوے چھو کر آتی تھیں۔ آنکھ والوں کے لئے سرمۂ سعادت بصیرت والوں کی خاک پا ہوتی تھی۔ تدبیر والوں کی تقدیریں، دعا والوں کی دعاؤں سے سنوری جاتی تھیں۔ جان بازوں اور خطرات کی توپوں کے دہانوں پر سینہ رکھ دینے والوں کی نوبتیں نصر من اللہ وفتح قریب پڑھکر مژدۂ نصرت و فتح دینے والی بشارتوں سے بجتی تھیں۔ عزم والوں کو آخری عزائم، ذکر جہاد والے عطا فرماتے تھے۔ حکومتوں کے طریقے ذکر اذکار والوں سے سیکھے جاتے تھے۔ پھیرنے والوں کے پھیرے نظر بر قدم اور قدم بر نظر والوں کے کنٹرول میں رہتے تھے۔

ہوشیاری و باخبری کی تعلیم، پاس انفاس والوں کے سپرد تھی۔ ہمت و استقلال کی بھیک دل والوں سے مانگی جاتی تھی۔ عواقب و نتائج کی باگ، ارباب کشف و شہود کے ہاتھوں میں رہتی تھی۔ جہانگیری تزک اور عالمگیری شہود کا دارومدار بوریا نشینوں پر تھا۔ اکبری آئین آئین ربانی والوں کی دربانی کرتے تھے، اور شاہجہانی حوصلہ کی تعمیر شاہ گر درویشوں کے ہاتھ میں تھی۔ مقربین کے رموز عالم ذات کے سر گزیدوں کے ہاتھ میں خرقہ پوشوں کا دامن رات دن رہتا تھا۔ فقیروں کی خانقاہوں میں راجا اور رعایا یکساں پوزیشن رکھتے تھے۔ اخوت و مساوات محبت و مودت کا آخری فیصلہ مرشد برحق کا ارشاد حق تھا۔ آنکھوں میں دیکھنے کی ولایت تھی کانوں میں سننے کی اہلیت تھی، رگ رگ میں ارشادوں کی معرفت تھی، محتاجوں نے حاجت روائی کے دروازوں کو پہچان لیا تھا۔ شیر و شمشیر کی تسخیر خلق سے وعدہ نہیں ہوتا تھا۔ اقبال کی ہمسری کا خواب بھی جرم عظیم تھا۔ دلی و اجمیر کی درمیانی دراز مسافت اور راجپوتانہ کی سنگلاخ زمین اور پیچ در پیچ پہاڑیاں بھی حقیقت کو پردہ میں چھپا نہیں سکتی تھیں، اور دلی کا قطب الاقطاب جہاں سے اپنے بخت کی یاوری، اور عالم غیب کے روحانی "کاک" حاصل کر چکا تھا، وہیں سے متصل تاجداری اپنی حکمرانیوں اور جہانبانیوں کی سند پاتی تھی۔ اس شاہجہانی مسجد کے سنگ مرمر سے پوچھو کہ شاہجہاں نے کس طرح فخر کر کے سعادت حاصل کی کہ اسکی اس تعمیر پر شبانہ روز سلطان الاولیاء کی نظر ہے، جسکی بدولت ان گنت عارفوں نے معبود برحق کے یہاں تعبدی سجدے کیے اور بے شمار ملائک کی یہ ہر وقت گذرگاہ ہے۔ اونچے اونچے پر یاد الٰہی کی یادگاریں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مقام کے تقدس کا خیال کرکے یہاں پاؤں رکھتے ہوئے کلیجہ تھرتھراتا ہے، اور سر کے بل چلنے کو دل بےقرار رہتا ہے۔ یہ تو خانۂ خدا، اور سجدہ گاہ اولیاء کا حال ہے۔

اور وہ سامنے سلطان السلاطین کا دربار، اور خواجہ خواجگاں کی سرکار ہے، آفتاب ولایت کی ضیاء باریاں ہیں اور ماہتاب کرامت کی نور پاشیاں ہیں، فیض و کرم کا چشمہ ابلا پڑتا ہے۔ اور غریب نوازیوں کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ قدسیان چرخ اگر آنکھوں سے اوجھل ہیں، تو سرستان زمین ہی کا میلا دیکھ لیجئے۔ سبحان اللہ کیسی شیخ ولایت ہے کہ دنیا پروانہ وار فدا ہو رہی ہے۔ کیسا مالک تخت و تاج ہے کہ ایک زمانہ جس کا محتاج ہے، جسکو ہم امیر کہتے ہیں وہ [illegible]

یہاں کا فقیر ہے، اور جسکو ہم فقیر جانتے تھے وہ یہیں کا دستگیر ہے۔ سلطان کا سلطان بادشاہوں کا بادشاہ، غریب نوازوں کا غریب نواز۔ خواجوں کا خواجہ۔ ساقیوں کا ساقی۔ یاروں کا یار۔ پیروں کا پیا۔ محبوبوں کا محبوب۔ دیکھیے دیکھیے، سنہری کلس ہے کہ نور کا لنگا۔ قبہ بیضا ہے کہ نور ظہور کا تڑکا ہے۔ تجلیوں کے خواجہ تیری ایسی تجلیاں۔ اے قدرت نمائیوں کے داتا تیری یہ کار فرمائیاں۔ آنکھوں میں چکا چوند ہے، دل سرشار ہے، دماغ خدا جانے کہاں پہنچا ہوا ہے، آسمان کا تارا تارا، چمنستان دہر کا پتہ پتہ، زمین کا ذرہ ذرہ، حاضرین کا ہر چھوٹا بڑا۔ میری روح کی گہرائیوں کا گوشہ گوشہ۔ میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا کس مزے میں زبان حال سے گویا ہے کہ ؎

معینا دستگیرا پادشاہا مرشدا خواجہ ؎ طفیل رحمۃ للعالمین چشم کرم بنما

آج رجب شریف کی چھٹی شب ہے ہندوستان بھر میں چشتی عید ہے، یار حقیقی سے وصال خواجہ کی تاریخ ہے، عرس شریف کا دن ہے، خواجہ بزرگ کی یادگار ہے، قرآن کریم کی زبان میں اَیَّامُ اللّٰہ میں سے ایک ممتاز یوم ہے، وحی الٰہی کی شہادت ہے کہ خاصان حق و مقبولان درگاہ مطلق کا یوم ولادت و یوم وصال و یوم حشر بالتعین تاریخ کے ساتھ [illegible] سلامتیوں اور ربانی رحمتوں کی بارش لایا کرتے ہیں۔ ان تاریخوں میں انکے وابستگان دامن کی بن آتی ہے، بگڑیاں بنادی جاتی ہیں، بیمار صحت پاتے ہیں، اسیران نفس و معصیت کو رہائی دیجاتی ہے اپنے رب سے پانیوالے بے حساب پاتے ہیں اور بے تحاشا بانٹتے ہیں۔ کمائی والے زیادہ سے زیادہ اجرتیں حاصل کرتے اور اپنے وابستوں کو عطا فرماتے رہتے ہیں، ان بیشمار نعمتوں میں سے یہی ایک کیا کم ہے کہ آنکھیں ملتی ہیں، آنکھوں کو بینائی ملتی ہے، بینائی کو تیزی بخشی جاتی ہے، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا صدقہ ملتا ہے، اسلام کی بخشی ہوئی تیز نگاہی کی حفاظت کا سرمہ ملتا ہے۔ دنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ قوموں نے اپنے گرد و پیش آگ پانی مٹی ہوا کو دیکھا تو آنکھیں جھک گئیں اور حقیقت تک باریاب نہ ہوسکیں، عقلیں سوختہ ہو گئیں، ہوشمندی ڈوب مرگئی، انسانی شرافت خاک میں مل گئی اور فہم و فراست ہوا ہو گئی۔ آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں تو چاند سورج اور ستاروں سے آگے نہ بڑھ سکیں، اور چکا چوند ہو کر رہ گئیں۔ یہ آتش پرستی اور گنگا پوجا دیوتا پرستی، یہ ہوائی اور اوہام نگاہوں کی کمزوریاں نہیں تو کیا بلا ہیں؟ چندرما پوجا، سورج پوجا

گرہن پوجا، اور ستاروں کی پرستش نعاذ ابن نہیں تو اور کونسی لعنت ہے۔ لیکن اسلام کی تیز نگاہی اللّٰہ اکبر آثار کو دیکھا اور موثر کا یقین آیا۔ افعال سامنے آئے اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کی قدرتیں نظر آنے لگیں، صفات کی تجلیات نے ذات کی طلب پیدا کردی، اجرام فلکیہ کے پردے چاک کر دیئے استحالہ خرق و التیام کے نظریہ کا استحالہ کردیا۔ اور جاتے جاتے نگاہیں حقیقت تک پہنچ گئیں۔ یعنی جمال کعبہ جسکے ہجر میں آج تک سیہ پوش ہے، اور عرش اعظم کی جو نمایاں جسکی اب بھی جویاں ہیں اسلامی آنکھ نے لذت دید میں سرشار ہو کر اسکو اپنے دل میں رکھ لیا۔

یہ اسی اسلامی تیز نگاہی کی کرامت ہے کہ خواجہ ملوث کدہ قبر میں پردہ نشیں ہوئے، قبر کو تعویذ قبر نے چھپایا، تعویذ قبر نے غلاف کی چوندر اوڑھ لی، ان سب پر گنبد آکر چھا گیا۔ لیکن اسلامی آنکھ کیلئے کسی چھپانے والے نے خواجہ کو چھپا لینے میں کامیابی حاصل کی۔ تعویذ قبر پر رخسار رکھدینے والو اور غلاف قبر کو سر پر رکھنے والے آنکھ والوں سے پوچھو کہ ان سب کا لباس اور قبر کا مقبول کس کو پایا؟ اور اگر ٹیٹی پا نظر نہیں تو پاس میں کیا رکھا ہے، اور اگر مقبور پر نگاہ نہیں تو قبر میں کیا دھرا ہے۔ یہ وہابیت کا اندھاپن ہے کہ مقبول لے قبر تک پہنچی تو خاک پتھر کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا اور محروم ازلی ہو کر رہ گئی۔ اور یہ اسلام کی تیز نگاہی ہے کہ قبر کو مقبور سے نسبت بخشی۔ کفار کی قبروں کو اکھاڑ دینے کی اجازت دی کہ قبر کافر کا کوئی احترام کا حق نہیں۔ مومن کی قبر پر اس آقا دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قدم پاک رکھنا گوارا نہ فرمایا، جسکے تلووں کے نیچے ایمان والوں کی جنتیں ہیں تو پھر مقبولان بارگاہ کی قبروں کا کتنا بڑا رتبہ ہوا۔ یعنی وہابیت کہتی ہے کہ قبر کو دیکھو اور اسلام کہتا ہے کہ مقبور کو دیکھو

یہ تو ہم مسلمانوں کا روز مرہ ہے کہ قرآن شریف کو تلاوت کے لیے لیا اور پہلے جزدان کو چوم لیا پھر جلد کو چوما اور پھر کھولکر تلاوت میں لگ گئے۔ یہ جزدان کے کپڑے کو نہیں چوما، یہ جلد کے چمڑے کو نہیں چوما، بلکہ جزدان کے اندر جلد میں چومنے کے قابل چیز ہمکو پہلے ہی سے نظر آ گئی، اسکو چوم لیا۔ دال کو نہیں چوما، مدلول کو چوما، یا مدلول سے دال کی جو نسبت ہے اسکو چوما۔ ہاں ہاں غلاف قبر کو کوئی نہیں چومتا، اسکی اس نسبت کو چومتا ہے جو مقبور سے اسکو حاصل ہے۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہیں کتنا مقدس مقام اور کسقدر اہم ایوان اور کتنی خاص تاریخ ہے یعنی زمان و مکان کی شرافت پوری پوری موجود ہے، اور بحمدہ تعالیٰ اخوان کی شرط بھی موجود ہے۔ ہم

بیشک ہم گنہگار ہیں، سیہ کار ہیں، خطا شعار ہیں، لیکن ہاں ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہم باغی نہیں ہم غدار نہیں۔

زمانہ میں روشنی کے نام پر الحاد کی تاریک آندھیاں چلیں، دین فروشوں نے دین کے نام کو پیٹ کا دھندا بنایا، کھلے بازار میں ملت فروشی کی جا رہی ہے، ضمیر فروشی، قوم فروشی کا بلیک مارکیٹ قانون کی زد سے بھی آزاد ہے۔ نام دار العلوم رکھا اور کام وہ دیا مسند درکار کیا۔ نام پوچھو تو احرار بتائیں، اور کام دیکھو تو غلاموں کی غلامی پر اترائیں۔ یا رسول اللہ کہنا شرک بتائیں اور بندے ماترم کا ترانہ گائیں۔ نعرۂ تکبیر سے الجھیں اور اپنے باپو کی جے منائیں، مسلمانوں سے بیزار اور مشرکوں کے علمبردار ابو جہل کا رنگ ایسا چڑھا ہے کہ پہچاننا دشوار ہے کہ مولوی جی ہیں یا ماتوی جی ہیں۔ سب کچھ ہے مگر اے خواجہ تیری خواجگی کے قربان کہ تیرے مست تیرے ہی رہے، تیری تعلیم، تیرے پیغام سے ایک انچ نہ ہٹے، چودہ سو برس کی پرانی لکیر کے فقیر بنے رہے، مشرک کے پاؤں پر توحید کو کھڑا نہیں کیا اور کسی قیمت پر اپنے دین کو نہیں بیچا، نہ یورپ کی چال ان پر چلی، نہ اکثریت کی سرمایہ داری کا جال انکو پھانس سکا، یہ خواجہ کی دہائی دینے والے، یہ عرس و فاتحہ والے، یہ میلاد و قیام والے، یہ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت والے اسی مقام پر رہے جہاں خواجہ کی کرامت نے ان کو کھڑا کر دیا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ کیسے اچھے ستھرے خواجہ والے، غوث والے اخوان میرے سامنے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے۔ آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر ہی لا چکا ہے، جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا ہے، جسکے لیے اللہ کا حبیب مکہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ پہونچا۔ جس مقصد کا مختصر اور صاف نام خدا کے دین کے پیغام اور اس دینداری کی آزادی ہے۔ ذرہ ذرہ کو مسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے، انسان کو پاک کرنا اور انسانی آبادی کو پاکستان بنانا ہے ہمیں اپنے خواجہ سے یہی کہنا ہے کہ زمانہ اب روشنی کی اہلیت و استعداد کو نہیں، بلکہ کثرت کو، روپے کی کثرت تعداد کو دیکھتا ہے۔ گوبر و پیشاب والوں کو پوتر اور اللہ کے پاک بندوں کو ملیچھ کہا جاتا ہے جن غداروں کو زمین پر قدم رکھنے کا حق نہیں، انکو دیسی، اور جنکے لیے زمین پیدا کی گئی انکو بدیسی کا لقب دیا جاتا ہے۔ فلسطین میں ذلت کے ماروں اور بے مسکن غداروں کو مسلمانوں کے سینہ پر بسایا جا رہا ہے

کعبہ میں فریضۂ حج پر ایک ایک ہزار کا ٹیکس لگایا جا رہا ہے، انڈونیشیا کے مسلمانوں پر بے رحمی کی نمائی جاری ہے، اور بڑا غضب یہ ہے خواجہ! کہ آپ کا پڑھایا ہوا کلمہ پڑھتے ہوئے کچھ ملت فروش دستار کے شملوں کو چوٹیوں پر، شلواروں کو دھوتیوں پر صرف چند ٹکوں کیلئے نچھاور کر چکے ہیں نہرو خوانیوں نے دوبارہ اپنا ایک نہرو بنا لیا ہے۔ اب ایک جیپال نہیں، بلکہ جیپالوں کی پلٹن ہو گئی ہے، اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ خواجہ والے مسلمان یعنی سُنّی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔

اے میرے خواجہ! آپ کے وفاداروں نے آپ کے اللہ اور آپ کے رسول اور آپ کے اخوان اولیاء کے خلاف آواز سنے تو نہ گستاخوں کے جبّہ و دستار سے ڈرے، اور نہ ریش کی آرائش سے مرعوب ہوئے اور صرف اسلئے انکو چھوڑ دیا کہ بے انکے چھوڑے اے خواجہ آپ کا دامن چھوٹا جاتا تھا جو کسی طرح قابل برداشت نہ تھا، شاید ہماری یہی ایک نیکی کام آئی اور اسی وفاداری پر خواجہ کو رحم آگیا، کیونکہ بلاشبہ ہندوستان میں یہ عطائے الہند ہی کی کرامت ہے کہ ہمارے اُن رہنماؤں کو بیداری بخشی جنکو رہنمائی کی سند زبانِ وحی سے ملی ہے، اب انکی نظر ہماری کمزوریوں پر نہیں، بلکہ اپنے بازوؤں کی قوت پر پڑنے لگی۔ وہ رہنما کون ہیں؟ یہی ہمارے پیر ہمارے علماء اہلسنت و جماعت۔ سارے پیر خانقاہ کی چہار دیواری سے نکل پڑے اور میدان میں ڈٹ گئے۔ سارے علماء مدرسوں سے باہر بھی آکر کھڑے ہو گئے اور ارادہ کر لیا کہ کروڑ سُنّیوں میں رُوٹھے ہوؤں کو منایا جائے، انکو مبلغ بناکر ذمہ داری دیجائے کہ مرنے سے پہلے فی کس دس نہیں تو ایک غیر مسلم کو مسلمان کرنا ہے، انکو تعلیم دین سے آراستہ کرکے، انکے علم کو انکے عمل کو انکے اخلاق کو پاک کر دینا ہے، تاکہ جہاں وہ قدم رکھیں پاکستان ہو جائے۔ اب ایسے مدارس ناقابل برداشت ہیں جو سُنّیوں کی جیب پر ڈاکے ڈالیں اور سُنّیوں کے مفاد سے لڑتے رہیں، اور سُنّیوں میں انتشار پیدا کریں۔ اب تمام سُنّی مدارس کو ایک نظام میں لاکر ان میں تعلیم و تربیت کی یکسانیت پیدا کرنی ہے۔ دار القضاء، دار الافتاء سب کو مرکزی شان سے چلانا ہے، خانقاہوں کو آراستہ کرنا ہے اور انہیں تبلیغ و تعلیم کی روح پھونکنی ہے المشائخ کا مظہر کنفس واحد کر کے دکھانا ہے۔ ان پاکوں کا پاک عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھا دینا ہے۔

یہی علماء و مشائخ اور انکے برگزیدہ علماء اعظم و ارادے ہیں جنکا نام "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" یا جمہوریہ اسلامیہ ہے

PHONE No. 7662
THE DAILY ANJAM
DELHI
REGD. No. 4540
Certified cash sale Exceeds that of any Urdu Daily in any part of India
روزانہ
انجام
دہلی
ایڈیٹر سردار علی صابری
جلد [illegible] | یوم [illegible] | نمبر ۲۶۳

قائداعظم کو پیر صاحب مانکی شریف کی معرفت وزیری قبائل کا اہم خط

وہ خیل قوم وزیری کے سردار ملک [illegible] خان نے حضرت پیر صاحب مانکی شریف کو ایک خط بھیجا ہے جس میں عقیدت مندی ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم آپ کے مرید ہیں چونکہ آپ نے مسلم لیگ کی حمایت [illegible] ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کی پیروی میں پاکستان کے لئے سر و مال قربان کریں۔ آپ ہماری طرف سے قائد اعظم اور جملہ مسلمانان ہند کو یقین دلائیں کہ وزیرستان کے تمام لوگ پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہیں اور قائد اعظم کا ہر حکم بسرو چشم منظور کریں گے۔ ہم مسلمانوں کی پیروی کے لئے [illegible] ہیں ہم اسلامی حکومت چاہتے ہیں اور ہندوؤں اور انگریزوں کے ساتھ اس سلسلہ میں ہر قسم کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔

(عبدالحکیم خادم مانکی شریف)

اور جس میں اس وقت تک صرف علماء و مشائخ کی تعداد ۳۰ ہزار سے زیادہ ہے، اور آل انڈیا سنی کانفرنس کا آج خواجہ کی چوکھٹ پر جلسہ صرف اپنے خواجہ کے حضور حلف وفاداری اُٹھانے کا ہے۔

میرے سنی بھائیو! اب ہم [illegible] ختم ہو چکی اور اگر ہم ان رہنماؤں سے پیچھے رہ گئے تو میدان حشر میں ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ ہمارے جگانے والے پکار رہے ہیں کہ سنیو جاگو جاگو۔ ہمارے ہوشیار کرنے والے آواز دے رہے ہیں کہ سنیو ہوشیار خبردار۔ ہمیں ترقی دینے والے بلا رہے ہیں کہ آؤ بڑھتے چلے آؤ۔

اے سنی بھائیو! اے مصطفےٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے [illegible]! اب تم کیوں [illegible] والے [illegible] ہو گئے اور تم کیوں رک کر [illegible] والی طاقت خود آ گئی۔ اب [illegible] کی لعنت کو چھوڑو۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ۔ اٹھو بڑھو اور [illegible] چلے چلو۔ ایک منٹ بھی نہ رکو۔ پاکستان بنالو تو جا کر دم لو۔ کہ یہ کام اے سنیو [illegible] صرف تمہارا ہے۔

حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا اعلان کیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ [illegible] ہے اور نہ سنی کانفرنس [illegible] غلو کی بنا پر ہے۔ پاکستان کا نام جس قدر پیارا ہے اسی قدر پاکوں کو [illegible] پاکوں کا وظیفہ ہے اور پیارا وظیفہ کون سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا۔ اب رہا پاکستان کا [illegible] یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت [illegible] نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار [illegible] کر دیا ہے۔ [illegible] مسلم لیگ کے سوا کوئی [illegible] نہیں جو پاکستان کے [illegible] رکھتی ہو۔ [illegible] سارے ناپاکوں نے اپنے [illegible] رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اسکو بنایا؟ اگر [illegible] دیکھا جائے تو وہ صرف سنی ہیں۔ پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید [illegible] سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوایا ہے۔ اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتائے کہ مسلم لیگ کسکو کہا جائیگا۔ اس کا دفتر کہاں رہیگا اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اُٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے۔

(اس کے بعد حضرت محدث [illegible] آل انڈیا سنی کانفرنس حسب فرمائش اراکین و حاضرین اس معرکۃ الآراء خطبہ صدارت کے چند انتخابات سنائے جو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس بنارس میں مقبول خاص و عام ہو چکا تھا اور فرمایا کہ)

میں اپنے سنی بھائیوں کو آخر میں پھر زور دعوت دیتا ہوں کہ زندگی کی پہلی فرصت میں سنی جھنڈے کے نیچے آ جائیں جس کا سبز رنگ قبہ خضرا کی سرسبزی سے ماخوذ ہے اور جس کا ہلال چاند کو کامل ہونے کی ترغیب دیتا ہے اور جس کی چمک اپنے آغوش میں اس سبز گنبد کو لئے ہے جس کے سایہ میں دین و دنیا کی [illegible] قدرت نے رکھی ہے۔ والسلام علیکم [illegible]

فقیر ابوالمحامد سید محمد غفرلہ اشرفی جیلانی (صدر آل انڈیا سنی کانفرنس)

اجلاس بمبئی
منعقدہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء

تقریر: حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری
رکن، آل انڈیا سنی کانفرنس

سیاسیاتِ حاضرہ اور مسلمانانِ ہند

از جناب لیاقت حسین صاحب سکریٹری مجلس کمیٹی اگرای پاڑہ بمبئی

"سیاسیاتِ حاضرہ اور مسلمانانِ ہند" کے عنوان پر ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء کو ناگپاڑہ بمبئی کے عظیم الشان جلسہ میں ہندوستان کے مشہور فاضل شیخ التفسیر حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری میرٹھی نے ایک زبردست تقریر فرمائی جس میں دورِ نبوت اور دورِ خلافت و حکومت سلاطین اسلام کے تاریخی حالات کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا کہ ہر عہد میں پاکستان قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بحالات موجودہ اسلامی طرز پر زندگی گذارنے کا طریقہ صرف حصول پاکستان ہے اور تاریخ ہند کا وہ دور یاد دلایا جب اسلامی حکومتوں نے غیر مسلمین کو ضرورت سے زیادہ آسانیاں بہم پہونچائیں اور یقین دلایا کہ جس طرح پاکستان مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی نفع بخش ہے علامہ ممدوح نے یہ بھی فرمایا کہ ۱۹۲۰ء و ۱۹۲۱ء میں مسلمانانِ ہند نے خلافت شریعت کی [illegible] وہ نقارہ پیش کیا جو اپنی مثال آپ ہے لیکن ہندوؤں نے اس کے جواب میں شدھی اور سنگٹھن کے جراثیم پھیلائے ذبیحہ گاؤ بند کرانے کی کوشش کی مساجد قرآن کریم کی توہین کی گئی یہی نہیں بلکہ [illegible] وزارتوں میں وہ بے پناہ مظالم ڈھائے جو ان کی وحشت و بربریت کی بنا پر ناقابل فراموش ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر چند ضمیر فروش اور غدار قوم مسلمانوں کے علاوہ کوئی خوددار مسلمان کانگریس میں شرکت نہیں کرسکتا۔ یہ بھی بتایا کہ ہندوستان کے علماء و مشائخ کی اکثریت مسلم لیگ کی حمایت میں ہے۔

حضرت علامہ ممدوح نے نظریہ قومیت پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ مسلمان قوم کی تعمیر وطن، نسل، رنگ، زبان وغیرہ امتیازات کو چھوڑ کر دین سے ہوتی ہے۔ آخر میں نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب بنایا اور طلباء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و شیفیلڈ عام کالج میرٹھ کو بطور مثال پیش فرماتے ہوئے صوبائی انتخابات میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جلسہ صلوٰۃ و سلام کے فلک شگاف نعروں پر ایک بجے شب کو ختم ہوا۔

عکس دبدبۂ سکندری شمارہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء

عُرس اعلیٰ حضرت بریلوی
اور
تائید تحریک پاکستان

تقریر۔ حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے پچیسویں عرس مبارک منعقدہ ۲۳-۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ / ۲۸-۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں حضرت صدر الشریعۃ اور حضرت صدر الافاضل نے مسئلہ پاکستان پر جو پرزور تقاریر فرمائیں ان کا ضروری حصہ اخبار دبدبۂ سکندری مطبوعہ ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء میں محفوظ ہے، اسی موقر جریدہ سے نقل کر ذیل میں درج کی گئی ہیں۔

(۱)

"... کانگریس فتنۂ عظیمہ ہے وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کرچکی ہے اس کی سب سے بڑی آواز یہی ہے یہی اس کا سوراج ہے یہی اس کی آزادی ہے ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچانے کی سعی کرتے رہے اور اس کی اسلام دشمنی کا بیدریغ اظہار کرتے رہے۔ خلافت کمیٹی کے زمانے میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اس کے تملق و چاپلوسی سے دھوکہ کھاکر ان کے دام فریب میں آگئیں تھیں۔ مگر روزمرہ کے تجربوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور جو بات ہم بتاتے تھے ان کے معاینہ میں آگئی اور وہ ہندو جو اس وقت محبت کے پردہ میں دشمنی کرتا تھا اب بالاعلان مقابل ہے اور کانگریس

اس بات کی مدعی ہے کہ وہ تمام ہندوستان کی نمائندہ ہے اس باطل دعوے کی تائید کرنے کے لئے اس نے وہی مولوی حاصل کئے ہیں جنہوں نے خدا و رسول سے غداری کی تھی اور جو طمع زر میں آج مشرکین ہند کی زبان بنے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے دام تزویر میں پھانسنا چاہتے ہیں انتخابات کے موقعوں پر وہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا ووٹ ساتھ نہ دیں کانگریس کی حمایت کریں، کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنائیں علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں اور ہماری تمام سُنّی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں، کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی، سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں اس وقت ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمعیت علماء دیوبندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا کر رہی ہے اس کے علاوہ احرار و خاکسار نیشنلسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہواخواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔

حضرت مولانا کی تقریر بڑی غور سے سنی گئی اور اس اجتماع عام میں ہر فرد بشر گہری عقیدت کے جوش میں وارفتہ تھا بار بار تحسین و مرحبا اور تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور مسلمان جو پہلے سے اپنے علماء کی ہدایت کے منتظر تھے اس رہنمائی کے بعد مطمئن ہو گئے۔ انشاء اللہ ان میں سے کوئی بھی کانگریس کی تائید نہ کرے گا بلکہ سب اس درس کے مبلغ ہو گئے جو دوسروں کو بھی یہ پیام پہنچائیں گے اور اپنی پوری قوت سے مسلمانوں کو کانگریسیوں کے پھندے میں آنے سے روکیں گے"

(۲)

تقریر:- حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی

ناظم اعلےٰ آل انڈیا سُنّی کانفرنس:

حضرت صدر الشریعت کی تقریر کے بعد حضرت صدر الافاضل نے ان کی تائید فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس کی خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لئے انجام دیتے ہیں مسلم لیگ کو اس سے فائدہ پہنچے تو ہم اس کے امتنان یا شکر گزاری کے متمنی نہیں ہیں جو تحریک مسلمانوں کے نفع کیلئے ہو مسلمانوں کی ہمدردی و محبت سے اس کی تائید ضروری ہے اس کے بعد آپ نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت واضح اور مدلل تقریر فرمائی اور بتایا کہ پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو، مسلمان یہ عزم کر لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی حکومت قائم ہونے سے روک نہیں سکتی اگر آپ کو پاکستان حاصل کرنا ہے تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجئے اور اسلامی قوانین کے خود پابند ہو جایئے اپنے گھر والوں کو پابند کیجئے تب محلہ والوں پر ان کی بات کا اثر ہو گا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ظاہر و باطن سے اسلام کے فدائی ہوں اور آپ کے عمل اور آپ کی وضع بتاتی ہو کہ جو مطالبہ آپ کی زبان پر ہے اس کا جذبۂ صادقہ آپ کی رگ و پے میں سرایت کر چکا اور جب آپ کا اس جوش صادق کے ساتھ عزم راسخ ہو تو پھر پاکستان کا کوئی بھی روکنے والا نہیں۔

اس تقریر کی دل کشی نے مجمع کو مست بنا دیا اور ہر شخص پاکستان کے جذبہ میں سرشار نظر آ رہا تھا؟

مطالبۂ پاکستان سے متعلق
آل انڈیا سُنی کانفرنس
کا تاریخی فیصلہ

آل انڈیا سنی کانفرنس کا فیصلہ

از حضرت صدر الافاضل [illegible] جناب
مولانا محمد نعیم الدین صاحب ناظم آل انڈیا
سنی کانفرنس - مراد آباد یو-پی

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مخصوص ارکان کی ایک جمعیت وزارتی مشن کی تجاویز اور وائسرائے اور کمانڈر انچیف کی تقریروں پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ ان تجاویز میں نہ مسلمانوں کے خطرات کا کوئی شافی علاج ہے نہ اس آزادی میں ان کے لئے کوئی بہتری نظر آتی ہے۔ لہذا ہماری تسلی بغیر پاکستان کے نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کے متعلق یہ اعتراض کہ وہ دو ریاستوں پر مشتمل ہوگا اور ان کے درمیان سینکڑوں میل کا فاصلہ ہوگا اس صورت میں ایک پاکستانی ریاست دوسری پاکستانی ریاست سے تعلقات قائم رکھنے اور پیام جاری رکھنے میں درمیانی غیر حکومت کی موافقت اور حسن سلوک کی محتاج ہوگی اس اعتراض نے ہمیں یہ بتایا کہ ہم اپنے مطالبۂ پاکستان میں اتنا اضافہ اور کریں کہ ان دونوں ریاستوں کے مابین مواصلت قائم کرنے کے لئے بقدر ضرورت رقبہ ہمیں اور بھی ملنا چاہئے۔ معترض کے اشارہ کا شکریہ۔ سنی کانفرنس ہرگز پاکستان سے دست بردار نہ ہوگی۔

اگر بالفرض مسٹر جناح سلمہ پاکستان سے دست بردار بھی ہو جائیں تو بھی سنی کانفرنس اس میں ان کی موافقت نہ کرے گی اور اپنا مطالبۂ پاکستان ضرور حاصل کرے گی مسلمانوں کا یہ حق رہے گا۔ وزارتی مشن نے یہ صاف نہیں کیا کہ ہندو گروپ کے صوبجات میں مسلمان اقلیت کے جان مال عزت آبرو دین زبان تہذیب کی حفاظت کون ضامن ہوگا؟

دبدبۂ سکندری رامپور [illegible]

مطبوعہ ۲۱ جون ۱۹۴۶ء

سُنی کانفرنس پچھپوند (ضلع اٹاوہ)

منعقدہ ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء

زیر صدارت: حضرت مولانا ابوالمحامد سید محمد محدث کچھوچھوی

تقاریر: حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی

حضرت مولانا محمد عبد الحامد قادری بدایونی

گذشتہ صفحات میں مذکورہ بالا سُنی کانفرنس کا خطبہ صدارت سید مصباح الحسن مودودی درج ہو چکا ہے۔ اس اجلاس کی دو اہم تقریروں کا خلاصہ جو مولانا اعزاز حسین، ناظم سُنی کانفرنس پچھپوند (ضلع اٹاوہ) نے قلمبند کیا تھا، درج ذیل ہے۔

"سُنی کانفرنس پچھپوند کا آخری شاندار اجلاس ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء کو بعد نماز عشاء شروع ہوا۔ حاضرین کی تعداد ہزارہا تھی........ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی (ناظم اعلیٰ، آل انڈیا سنی کانفرنس) نے اپنی فاضلانہ تقریر میں مسلمانوں کو بتایا کہ وہ احکام اسلام کی پابندی کرتے ہوئے پاکستان کے حصول کی کوشش کریں اور اپنے اندر اسلام کی اطاعت کا جذبہ پیدا کریں اگر مسلمان دین متین کا جذبہ پیدا کر کے متحرک ہو گئے تو مستقبل قریب میں پاکستان کا مل جانا دشوار نہیں اس کے بعد آپ نے کانگریس کی ہندوانہ ذہنیت پر تبصرہ فرمایا۔ آپ کے بعد حضرت صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب مفتی اعظم نے اہل سنت کی تطہیر اور اتحاد و اتفاق پر زبردست تقریر فرمائی۔

تمام مجمع حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری بدایونی (پروپیگنڈہ سکرٹری

آل انڈیا سنی کانفرنس) کی تقریر کے لئے مضطرب تھا اور برابر تقاضے کئے جا رہے تھے کہ حضرت ممدوح تقریر فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے کپتان عبدالرشید صاحب کی رہائی کے مطالبہ کا رزولیوشن اپنی پُرجوش تقریر کے ساتھ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت نے کپتان عبدالرشید کی سزایابی کے معاملہ میں جو ناعاقبت اندیشانہ طریقہ اختیار کیا ہے وہ مسلمانانِ ہند میں ہیجان عظیم پیدا کر رہا ہے اور عام و خاص طور پر ہر مسلمان اپنے ایک خادم بھائی کی اعانت کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہے۔ میں مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قائد کے احکام کا انتظار کریں کیونکہ انتخابات کی مہم کا کام ہنوز سر پر ہے اسے کامیاب بنانا سب سے مقدم ہے۔

آپ کی تقریر کے بعد حضرت مولانا سید محمد اشرفی صاحب محدث مدظلہ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے اپنا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں پاکستان پر قوی ترین دلائل تھے کانگریس اور اس کے کارندوں پر تنقید فرماتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ حلقہ جات میں کانگریس کو ہزیمت دینے کی ہر ممکن سعی کریں آل انڈیا سنی کانفرنس اور اس کے تمام ارکان اپنی تمام تر کوششیں حلقہ جات انتخابات میں کانگریس کی مخالفت میں صرف کر رہے ہیں۔

حضرت کے خطبہ کے بعد مولانا مصباح الحسن صاحب مدظلہ نے حضرات علماء و مشائخین کا شکریہ ادا کیا۔ اہم تجاویز منظور ہوئیں۔ ۲۰ فروری کو تمام اکابر علماء واپس ہوئے۔“

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور مطبوعہ ۱۸ مارچ ۱۹۴۶ء، ص ۶)

اجلاس انجمن نعمانیہ ہند لاہور

مُنعقدہ ۳ مئی ۱۹۴۶ء بمقام شاہی مسجد

زیرِ صدارت:- حضرت خواجہ محمد قمرالدینؒ سجادہ نشین سیال شریف

فخرِ ملت مولانا عبدالحامد بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سُنی کانفرنس کی تقریر کا خلاصہ

۳ مئی ۱۹۴۶ء کو شاہی مسجد، لاہور میں مرکزی انجمن نعمانیہ ہند کا ساٹھواں سالانہ اجلاس شروع ہوا، صدارت کے فرائض حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد قمرالدین، زیب آستانہ سیال شریف نے انجام دیئے، مولانا عبدالحامد قادری بدایونی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا واحد حل قیام پاکستان میں مضمر ہے، پاکستان دس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے ہم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لئے یا تو پاکستان حاصل کریں گے اور یا مٹ جائیں گے وہ وقت فیصلہ کی گھڑی آ پہنچی ہے ہم پاکستان کی راہ کے ہر روڑے کو ہٹا دینے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ وزارتی مشن کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا اگر دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت (مسلم لیگ) کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج نہایت المناک ہوں گے۔“

۴ مئی کو انجمن نعمانیہ کے سالانہ اجلاس کی نشست اسلامیہ کالج کے میدان میں منعقد ہوئی۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف (صوبہ سرحد) نے سہ پہر کی نشست کی صدارت کی اس اجلاس میں مولانا عارف اللہ صاحب میرٹھی اور مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی نے تقریریں کیں۔“

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور، مطبوعہ ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۵)

سُنّی کانفرنس شاہجہان پور (یوپی)

منعقدہ جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ / مئی ۱۹۴۶ء

تقریر: حضرت مولانا مفتی محمد دانش علی فریدی صدر مدرس مدرسہ فیض عام شاہجہانپور

جس پاک مقصد کے لئے ہم اور آپ یہاں جمع ہوئے ہیں وہ نہایت ہی اہم ہے۔ ضرورت ہے ہندوستان میں سنیت کی تبلیغ و اشاعت کرنے والی پہلی یہ جماعت ہے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس سے قبل آپ حضرات اپنے اس فریضے کو بھولے ہوئے تھے یہ بھی مطلب نہیں کہ قبل ازیں تبلیغ مفقود تھی بے شک کسی زمانہ میں ہماری تبلیغ کا سلسلہ منقطع نہ تھا یہ مقدس کام حاملان دین متین ہمیشہ انجام دیتے رہے ہاں ضرور تھا کہ پیشتر یہ سب کچھ انفرادی طور پر ہوتا رہا ممکن ہے کہ ازمنۂ ماضیہ کے لئے وہی طریقہ انسب ہو مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ آج جبکہ دنیا کا ہر فرقہ منظم ہے عالم میں انقلاب کی آندھیاں چل رہی ہیں جو نہ صرف ملکوں کو بلکہ قوموں کو اپنے طوفانی تھپیڑوں میں لے کر تباہ و برباد کرنا چاہتی ہیں۔ ہمیں اس نازک دور میں طوفانی کشمکش میں اپنا سچا مذہب و ملت باطل کے اختلاط سے بچا کر محفوظ رکھنا ہے اپنی تہذیب کلچر، روایات دنیا کی تمام قوموں اور مذہبوں سے ممتاز رکھنا ہے۔ دنیا کی ہر قوم عالم کا ہر فرقہ اپنی اپنی تنظیم کر رہا ہے اپنی پوری قوت کے ساتھ حوادثات زمانہ کا مقابلہ کرنے کو تیار ہے ہندو ایک طرف اپنی طاقت بڑھا رہا ہے اور چاہتا ہے

کہ مسلم اقلیت کو اپنی اکثریت کے معدہ میں متحدہ قومیت کا چورن کھا کر ہضم کر جائے دوسری طرف ایک وہ فرقہ بھی ہے جو ہمارے ہی بھائیوں کا ہے ان میں ہمارا ہی خون دوڑ رہا ہے کوتاہ فہمی نے انہیں باطل عقائد کا شکار بنا دیا ہے ہدایت کے سیدھے راستہ سے ہٹ کر گمراہی پر مجتمع ہو گئے فرعونی و قارونی طاقتوں کی حمایت بھی انہیں حاصل ہو گئی ہمارے مد مقابل منظم ہو کر آ گئے کھلم کھلا ہم کو گمراہ کہہ کر عامۃ المسلمین میں ضلالت و بے دینی پھیلانے کی شرمناک کوشش کر رہے ہیں عامۃ المسلمین ان کی مقدس صورتوں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ گمراہ اور کور باطن فرقہ ایک حد تک عام اور جاہل مسلمانوں میں اپنی علامیت و تشیخ تقدس و تورع خطابت و کتابت کا سکہ جمانے میں کامیاب بھی ہو گیا ہے تیسری طرف وہ گروہ ہیں جو مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں مگر سچے مسلمانوں عاملان سنت نبویہ کو کافر سمجھتے ہیں بُرا بھلا کہتے ہیں۔ زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہیں تہذیب جدیدہ اور علوم مشرقیہ کے بل بوتے بہت کچھ گمراہ کن اور مہلک پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اور سب کے سب منظم ہیں اگر کوئی فرقہ غیر منظم تھا تو وہ جس کی ہر ادا میں تنظیمی پروگرام مضمر ہے۔

آج جبکہ آزادی ہند کا مسئلہ درپیش ہے وہ دن قریب ہے کہ قومی حکومتیں بنائی جائیں۔ قومی حکومت کا ٹھوس ضروری اور منصفانہ مطالبہ کرنے والی جماعت صرف مسلم لیگ ہے جس نے نہایت بیدار مغزی کے ساتھ عامۃ المسلمین کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ قومی حکومت بنے گی اور ضرور بنے گی خواہ مسلمانوں کو قربانیاں دینی پڑیں۔ خون بہانے کی ضرورت پیش آئے۔ بدر اور احد کا خاکہ دوبارہ مرتب پانی پت کا میدان سر کرنا ہو بہر حال مسلمان پاکستان حاصل کرنے

کچھ کر سکتا ہے۔ بحمد اللہ مسلمان مرنا بھی جانتا ہے اور جینا بھی۔ وہ حصول پاکستان میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے سے دریغ نہ کرے گا۔ کیونکہ پاکستان ہی میں مسلمانوں کی آزادی کا راز مضمر ہے۔ ہندوستان میں اسلام بغیر پاکستان کے آزاد نہیں رہ سکتا ہے تبلیغ سنت کے لئے پاکستانی اسلامی حکومت کا قیام از حد ضروری ہے تاکہ جمہوری حکومت ہو فقہی قانون، خدائی رواج ہو، ہر رنگ پر سُنیت کی بہار، رحمت کی پھوار ہو۔ آزاد ہندوستان میں آزاد جمہوری مملکت ہی اس کی ضامن و کفیل ہو سکتی ہے۔ مسلم ہند کا فریضہ ہے کہ ہر گراں سے گراں قیمت پر پاکستان کا سودا خریدنے کے لئے کمربستہ رہے ہم حق پر ہیں خدا ہمارے ساتھ ہمارا مطالبہ کم سے کم ہے۔ منصفانہ ہے خدا بھی ہماری ضرور مدد کرے گا انشاء اللہ و رسولہ ہم اس مقدس نصب العین کو حاصل ہی کر کے ہی دم لیں گے۔

ہندو ہماری آزادی کا مخالف ہے وہ مہا سبھائی ذہنیت رکھتا ہے رام راج کے قیام کے خواب دیکھ رہا ہے۔

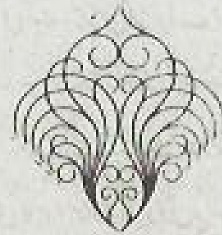
ہر طرف سے مخالفت کا ہجوم جو سیاسی و تمدنی تلیٹوں کی آڑ لے کر دین بیضا کو شکار کرنا چاہتے ہیں علمائے اہل حق نے اس ماحول کی نباضی کی عالم باعمل حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب فریدی صمتی پوری مدظلہ نے بدایوں اور بریلی کے علماء کے بکھرے ہوئے دل ملانے کی کامیاب کوشش کی جس کا نتیجہ آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کی کوششوں نے حضرت محدث اعظم سید محمد صاحب کچھوچھوی کی امداد نے حاملان سُنیت کا منتشر شیرازہ مجتمع کیا اور سب کو ایک مرکز پر متحد کر دیا جس کا پہلا اجلاس خطیب مشرق حضرت مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی کی کوششوں سے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ مجھے انتہائی خوشی ہے کہ ہمارا تنظیمی دور نہایت کامیابی کے ساتھ شروع ہو کر ترقی کی راہ

میں گامزن ہو رہا ہے پُر آشوب اور پُر فتن زمانے میں ضروری تھا کہ اسلامیان ہند کی سیاست کے علاوہ ایک ایسی مذہبی تنظیم قائم ہو کہ جو آفتاب نبوت کی روشنی میں عام مسلمانوں کو سیاسی و مذہبی راستہ دکھائے مفادِ عامہ پر دینی نقطہ نظر سے غور کرے اُن کے فلاح و بہبود کے لئے کوشاں ہو۔ سنتے ہیں کہ اتحاد کسی زمانے میں مسلمانوں کا حصہ تھا کہتے ہیں کہ اتفاق و وحدت کو مسلمانوں کے علاوہ کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ مسلمان حکماء کا قول ہے کہ خدائی وحدانیت اور کعبۃ اللہ کی مرکزیت نے دراصل وطنی و قبائلی امتیازات کو مٹا کر اصل انسانی وحدت کی خبر دی ہے اسی اتحاد کے بل بوتے پر ہم نے دنیا کے اکثر حصے پر حکومت کی ہے اور ہندوستان پر بھی۔ تفرق و انتشار کبھی ہندوؤں کا طرۂ امتیاز تھا، اسی بنیاد پر ہم ہمیشہ ان پر خدا کا نام لے کر فتحیاب ہوتے رہے اب یہ اخوت و اتحاد خواب خرگوش ہو گیا ہندو ہم سے زیادہ منظم ہے ہماری ایک ایک کر کے اچھی عادتیں اس نے اختیار کرنا شروع کر دیں ہم ان کو بھلاتے گئے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے جن پر کل ہم حاکم تھے اُن کی وزارتیں آج ہمارے سروں پر مسلط ہیں علی الاعلان ہم پر مظالم ہو رہے اور ہو چکے ہیں۔ علی گڑھ بجنور ڈبھانس کے واقعات تازہ، دل و جگر میں خراش پیدا کر رہے ہیں مسجدوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے، ہم سُن کر سوائے افسوس کرنے یا چند غلامانہ تجویزیں پاس کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ دوہری غلامی محیط ہے ایک انگریز کی دوسرے ہندو کی ایک مشرک دوسرے اہل کتاب، ایک وزارت دوسرے سامراجی ذہنیت کی شہنشاہیت یہ لعنت ہم پر کیوں ہے، غلامی کا جوا ہماری گردنوں پر کس لئے ہے جواب ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہم صرف نام کے مسلمان ہیں نہ ہمارے اعمال و افعال ہی ٹھیک ہیں اور نہ تنظیم ہی درست ہے۔

پس اگر ہم شعائر اللہ کی حرمت چاہتے ہیں تو اعلائے کلمۃ اللہ کر کے مسلمانوں کو باعمل بنائیں اگر ہم ماضی کی تاریخ دہرانا چاہتے ہیں کھوئی ہوئی عظمت واپس لینا چاہتے ہیں تو ہمارا

اور یہی فریضہ ہے کہ ہم خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر سر جھکائیں اور دوسروں کو اس طرف متوجہ کریں۔ سنی کانفرنس اسی مقصد کے لئے قائم ہوئی ہے کہ فرزندان توحید کو حبل اللہ کے رشتہ میں جکڑ کر باطل بنا دے اقتصادی و مذہبی کمزوریوں کا قلع قمع کرے مدنی نبی کی عزت و عظمت کا سکہ دل کی گہرائیوں میں جما دے انسانوں کی گردنیں خداوند قدوس کے دربار میں جھکا کر دنیا و مافیہا پر سر بلند کر دے موجودہ انقلابات کے طوفان سے دین فطرت کو محفوظ رکھے۔ آخر میں فرزندان توحید سے گذارش ہے کہ وہ اپنے مذہب و ملت کو ترقی دینے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ سنی کانفرنس کے زعماء و علماء کے احکام پر اپنا سر جھکائیں اور جماعت کو وسیع بنانے میں اپنی امکانی کوششیں صرف کر دیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور، ۲۷ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۶، ۷)



اجلاس سُنّی کانفرنس

پھپوند منعقدہ ۲۰۔ مئی ۱۹۴۶ء

زیر صدارت :- پیرزادہ حضرت بشیر میاں صاحب خیرآبادی

مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سُنی کانفرنس کی تقریر کا خلاصہ

نوٹ : سُنی کانفرنس پھپوند کے اس اجلاس میں مولانا سید مصباح الحسن زیب آستانہ پھپوند نے مولانا بدایونی سے فرمایا کہ آل انڈیا سُنی کانفرنس، بنارس کی پاس کردہ تجاویز، مسائل حاضرہ اور وزارتی ڈیلی گیشن کی سفارشات نیز مسئلہ پاکستان پر اہل سنت و جماعت کے موقف پر روشنی ڈالیں۔

چنانچہ آپ نے اپنی تقریر میں جو ارشاد فرمایا، اسے مولانا سید اعزاز حسن، سیکرٹری ڈسٹرکٹ سُنی کانفرنس پھپوند نے ضبط تحریر میں لا کر طبع کروا دیا۔

مسنونہ خطبہ کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا "آل انڈیا سُنی کانفرنس چاہتی ہے کہ مشائخ و علمائے اہل سنت میں باہمی ارتباط پیدا ہو ہماری خانقاہوں کو تبلیغ و اشاعت کا مرکز بنایا جائے بزرگوں کے اعراس سے ہر مرید ایک جذبۂ دینی لے کر جائے۔ مدارس دینیہ منظم ہوں عنقریب (آل انڈیا سُنی کانفرنس کے مجوزہ پروگرام کے مطابق) ایک دار المبلغین بدایوں میں کھولا جائے گا جہاں سے مبلغین تیار کر کے مختلف قطعات میں روانہ کئے جائیں گے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس مسائل حاضرہ میں مذہبی حیثیت سے راہنمائی کرے گی ہماری کانفرنس بنارس میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے طے کر چکی ہے کہ اکثریت والے صوبجات

ہیں صرف وہی حکومت اسلامی حکومت کہی جاسکے گی جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق بنائی جائے اور ایسی حکومت کے حصول کے لئے ہمارا ہر شیخ طریقت اور عالم ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔ مسئلہ پاکستان پر حضرت ممدوح نے اپنے خاص انداز میں روشنی ڈالی۔

آخر میں آپ نے فرمایا مجھے بکثرت احباب وزارتی کمیشن کی سفارشات پر استصواب کر رہے ہیں چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر (قائد اعظم) نے ہنوز کوئی بیان نہیں دیا ہے۔ اس لئے میں فی الحال اس پر زیادہ تفصیل سے کہنا مناسب نہیں سمجھتا، لیکن ذاتی طور پر میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ مشن مسلمانوں کو اپنے گورکھ دھندے میں پھانسنا چاہتا ہے۔ مشن کی سفارشات کرپس مشن سے بھی بدتر ہیں۔ کہیں کہیں مشن نے مسلمانوں کے آنسو پونچھنے کی مضحکہ خیز کوشش کی ہے نہ تو مطالبہ پاکستان ہی تسلیم کیا گیا ہے نہ مسلم لیگ کے پیش کردہ دوسرے اہم اجزاء پر دیانتداری سے (توجہ) کی گئی ہے۔ اکثر و بیشتر کانگریس کی ترجمانی کرتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو زعماء کے پورے کے پورے الفاظ صفحات پر نقل کر دیئے گئے ہیں۔ سفارشات حد درجہ گمراہ کن ہیں البتہ جماعتی حیثیت سے مسلم لیگ کا جو بھی فیصلہ ہوگا اس پر عمل کیا جانا ضروری ہوگا۔ مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی اور کونسل کی میٹنگوں میں یقیناً اس سفارشات پر بحث لائی جائے گی۔

مسلمانوں کی سیاسی زندگی کے لئے پاکستان کے سوا کوئی دوسرا طریقہ حکومت قابل عمل نہیں ہو سکتا۔ مسلمان اس راہ میں ہر مصیبت کے لئے تیار ہیں۔

حضرت خطیب اعظم کی وجد آفریں تقریر نے سامعین کے قلوب پر اپنے گہرے تاثرات قائم کر دیئے آپ بمعیت مولانا قاضی یوسف حسن صاحب رحمانی ۲۱ مئی کو فیروز آباد کے جلسہ مسلم لیگ کی شرکت کے لئے پھپوند سے واپس ہوئے۔

(اخبار دبدبہ سکندری مطبوعہ ۱۰ جون سنہ ۱۹۴۶ء ص ۶)

سُنّی کانفرنس کراچی منعقدہ ۱۲-۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء

زیر صدارت:- مولانا قاری شاہ غلام رسول قادری

مولانا عبدالحامد بدایونی کی تقاریر کا خلاصہ

از قلم: صاحبزادہ علمی القادری، نائب ناظم جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کراچی

حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالحامد صاحب قادری بدایونی (پروپیگنڈا سیکرٹری آل انڈیا سنی کانفرنس) دامت برکاتہم نے اپنی پر درد و ولولہ انگیز تقاریر میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے دیرینہ نمائندوں کی بارہ تیرہ سالہ سیاسی و مذہبی خدمات اور تعاون خیر کی درخشندہ کامیابیوں کا تذکرہ فرمایا جو "مسلم لیگ" کو حاصل ہوئیں۔ دوران تقریر آپ نے غداران ملت کانگریسی مسلمانوں اور ہندو لیڈروں کی مسلم کش پالیسی پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو کانگریسیوں کے "کوئیٹ انڈیا" والے نعرے کو یاد رکھنا چاہئے جو موجودہ عبوری حکومت کے جلوؤں سے سوراج مانگنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے، اور ہندوستان کی مقبول عام "اردو زبان" کی تخریب کے لئے آسان و سہل اردو تلفظ کی بجائے ہندی انتہائی ناگفتہ بہ تلفظات کو اس میں جبراً ٹھونسا جا رہا ہے۔ ہندو پاکستان کے بننے سے کیوں ڈرتے ہیں اس لئے کہ ان کو "افغانستان بابوں" سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ سارے ہندوستان پر قبضہ نہ جمالیں۔ مجھے تحریک خلافت کے لیڈروں سے گفت و شنید کرنے کا بھی موقع ملا ہے اور میں ان کے ساتھ شریک کار رہا ہوں۔ یہ حضرات مولانا

شوکت علی و محمد علی نوراللہ مرقدہٗ کی جوتیوں کا صدقہ ہے جنہوں نے گاندھی کو سیاسی گر سکھلائے
علاوہ ازیں، میں ان نام نہاد مسلمانوں سے پوچھتا ہوں جو کہتے ہیں کہ "سُنّی کانفرنس"
کیوں بنی؟ میں دریافت کرتا ہوں کہ "جمعیت علمائے اسلام" کیوں بنی! جب وہ بنی تو یہ بھی
بنی۔ اور جمعیت العلماء اسلام کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانی بن گئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ جمعیت العلماءِ اسلام ایسے افراد پر مشتمل ہے جو پہلے کانگریس کے اجارہ دار رہ چکے ہیں۔
اس کے علاوہ اکثر علماء ایسی درس گاہ کے فارغ التحصیل ہیں جو کانگریسی ذہنیت کے نشوونما
کی حامل ہے۔ اور آج اس پر "ترنگا جھنڈا" لہرایا جا رہا ہے۔ مولوی حسین احمد جو خود کو
"مدنی" کہلواتا ہے، حرمین الشریفین میں اپنی زبان سے کہہ رہا تھا کہ "ہندوستان میں مرنا
اور کانگریسیوں کی خدمت کرنا جوارِ رسول میں مرنے اور مسجد نبوی میں درس دینے سے افضل
ہے" (نعوذ باللہ من سوء العقائد)

اس کے برعکس میں بڑے فخر سے کہتا ہوں کہ "مسلم لیگ" کو معراج پر پہنچانے والے
خدا کے فضل سے "سنی کانفرنس" ہی کے دیرینہ نمائندے اور سربرآوردہ حضرات تھے اور
ہیں۔ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی مرحوم کون تھے؟ میرے بھائی مولانا عبدالماجد قادری
بدایونی علیہ الرحمۃ کون تھے؟ مولانا فاخر علیہ الرحمہ کون تھے؟ یہ سب کے سب سنی کانفرنس
کے نمائندے اور "مسلم لیگ" کو پروان چڑھانے والے بہترین سیاسی لیڈر تھے۔ میں سب
حاضرین جلسہ سے دریافت کرتا ہوں تم بھی بولو۔ آیا سنی کانفرنس کے یہ اصول مثلاً "خانقاہی
اصلاحی نظام"، "دینی مدارس و مساجد کی تنظیم"، "مرکزی دارالافتاء و دارالمصنفین" کا قیام برا
ہے؟ ——— سب حاضرین نے متفق ہو کر کہا "نہیں ہرگز نہیں"۔

تو پھر آپ سب کو میں وہی بات کہہ دینا چاہتا ہوں جو ایک ہفتہ قبل قائداعظم نے
کہی تھی کہ اگر مسلم لیگ اپنے مطالبہ "پاکستان" سے ہٹ گئی تو کیا پروا، مگر آل انڈیا سنی
کانفرنس ہرگز مطالبہ پاکستان سے نہیں ہٹ سکتی۔ اگر خدا نے چاہا اور اس کے مقدس

حبیب کو منظور ہوا تو ہم ہر ممکن طریق پر پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔ میں آپ سب حاضرین
سے دریافت کرتا ہوں کہ "قائداعظم" آپ کے امام ہیں! حاضرین نے کہا ——— نہیں۔
کیا مذہبی پیشوا یا پیر ہیں! ——— حاضرین نے کہا نہیں ہرگز نہیں۔ تو میں آپ کو
بتلاؤں کہ وہ کیا ہیں۔ سن لو! "وکیل السیاستہ" قائداعظم سیاسی وکیل ہیں جو موجودہ
فرنگی سیاست کے پیچوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔

آخر میں آپ سب سُنّی مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر تمہیں پاکستان حاصل
کرنا ہے تو اپنی مساجد کی تنظیم کرو اور خود نماز کے پابند ہو جاؤ اور جمعیت سنیہ کراچی کے
ساتھ اشتراک عمل کرو"۔

(دبدبۂ سکندری رامپور جلد نمبر ۸۴، شمارہ ۴۴/۴۵
مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۵ء، ص۔ ۳)

سُنّی کانفرنس کراچی

منعقدہ ۱۲ — ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء

زیرِ صدارت: مولانا قاری شاہ غلام رسول قادری

علامہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی کی تقریر کا خلاصہ

از قلم:- صاحبزادہ علی القادری نائب ناظم جمعیت سُنّیہ جامعہ قادریہ کراچی

شیخ الملت، امیر الطریقت حضرت علامہ الحاج شاہ محمد عبد العلیم صاحب قبلہ صدیقی میرٹھی دامت برکاتہم نے تقریر فرمائی جو مسلم اور غیر مسلم دونوں طبقوں میں بے حد پسند کی گئی۔ آپ نے اپنے مخصوص طریقۂ تبلیغ سے قرآن و حدیث اور فلسفہ و سائنس کے جدید نظریہ پر نظامِ الٰہی کے عالمگیری اصولِ اطاعت پر نہایت ہی عمیق ترین محققانہ و فاضلانہ تقریر سے یہ ثابت کیا کہ موجودہ کانگریسی حکومت کے نظامِ عمل اور ہمارے پاکستانی نظامِ عمل میں ایک ایسا فلک بوس فرق ہے کہ جس کو ہم کسی صورت منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظامِ عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا، سمجھایا ہوا، زمانہ ہائے ماضی، حال، مستقبل کے قدرتی قوانین پر مبنی ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لحظہ بہ لحظہ، روز و شب ترمیم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت ہستی (یعنی حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا لایا ہوا قرآنی نظامِ عمل اور قوانینِ حکومت ترمیم و تنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی و حال و مستقبل پر حاوی ہے۔

ایک پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ آسمانی کتب اور الہامی لٹریچر جس پر یہود و نصاریٰ اور دوسری غیر مسلم قوموں کو دعویٰ ہے کہ یہ واقعی آسمانی و الہامی کتب ہیں پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا دین سچا اور ہماری کتابیں ہر نوعیت کے تغیر و تبدل اور ترمیم و تنسیخ سے پاک ہیں۔ جہاں تک میری تحقیق ہے (یعنی پروفیسر کی) میں بلا تردد کہتا ہوں کہ یہ خود ساختہ کتابیں "آثارِ قدیمہ" کے ہزار ہا سالہ مدفونہ قلمی نسخوں کا فراہم کیا ہے۔

دنیاوی حکومتوں کے بڑے بڑے ماہر علوم فلکیات نجوم وغیرہ اپنی پیش گوئیوں پر پورے وثوق سے کوئی "نظامِ حیات" نہیں مرتب کر سکتے۔ کہتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے۔

لیکن ہمارے "قدرتی پاکستان" کا حقیقی بانی و علمبردار ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی کی تائید خداوندی سے بنی نوع انسان کے لئے ایک مکمل نظامِ حیات پیش کر رہا ہے۔ ہمارے مشائخین و صوفیائے کرام جو "معرکۂ غدر" سے خانقاہوں میں بیٹھے ہوئے اپنے اعلیٰ جرنیلوں کی ہلاکت اور بہادروں کے ضائع ہونے کے تاسف میں خلوت نشین ہو گئے تھے، آج پھر نئی جانبازانِ اسلام کی فوج کو تعلیم و تربیت دے کر میدان میں لاکھڑا کیا ہے۔ کہاں گئے وہ طعنہ دینے والے؟ آئیں اور دیکھیں کہ ہمارے صوفیا و مشائخ نے اپنی روحانی قوت سے جو خاموش بیٹھے ہوئے خانقاہوں میں "پاکستانی لشکر" کی تعلیم و تربیت میں مشغول تھے کیا کام کیا ہے!

علامہ موصوف نے آیت ولا تسبوا الذین الخ کو استدلالاً پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا خدا کسی کے مذہبی اوتاروں اور بزرگ ہستیوں کے سب و شتم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہاں تو شمشیرِ عشق کے کارنامے ہیں بمصداق ؎

بسیار دیدہ ام کہ یکے راہ در کرد تیغ — شمشیرِ عشق ہیں کہ دو تن را یکے کند

آج ہمارے خانقاہ نشین و مشائخین اور علمائے کرام و صوفیائے عظام اپنی مذہبی مرکزی تنظیم کے لئے اپنے منتشر شیرازے کو دامنِ اتحاد و تنظیم میں سمیٹنے کے لئے میدانِ عمل

میں تشریف لائے ہیں، اب میں اپنی تقریر کو ختم کرنے سے پیشتر "جمعیت سنیہ" کراچی کو آئندہ تعمیری پروگرام پیش کرتا ہوں۔ میں تمام بلاد اسلامیہ ممالک عربیہ کی سیاحت کر چکا ہوں مگر جتنی دینداری ہندوستان میں ہے اتنی کہیں نظر نہ آئی یہ خدا کا فضل ہے لہذا جمعیت عالیہ سنی رضاکاروں کی تنظیم کا کام شروع کرے۔ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمعیت کے اراکین بنائے اور ہر محلہ کی مسجد کے ساتھ ایسے رضاکار بنائے جو اسلام کے بنیادی اصول خمسہ (روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ) پر حلف پابندی اٹھا کر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی یہ دعوت عمل پہنچائیں۔"

(منقول از اخبار دبدبہ سکندری رامپور جلد ۸۰ شمارہ ۴۹
مطبوعہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۹ء ص ۳، ۴)

حضرت علامہ سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی

(صدر آل انڈیا سنی کانفرنس) کی تقریر

از قلم:- صاحبزادہ علمی القادری

نائب ناظم جمعیت سنیہ، جامعہ قادریہ کراچی،

"رئیس المحدثین، رئیس المتکلمین حضرت علامہ الحاج سید محمد محدث صاحب قبلہ جیلانی کچھوچھوی (صدر اعظم آل انڈیا سنی کانفرنس) دامت برکاتہم العالیہ کینٹ کی "تبلیغی کانفرنس اینٹی ستیارتھ پرکاش" کے سلسلے میں کراچی تشریف فرما ہوئے۔ مگر جمہوریت اسلامیہ کے مشن اور صدر اعظم آل انڈیا سنی کانفرنس کی حیثیت سے مسلمانان کراچی سے جو خطاب فرمایا، وہ سنی کانفرنس ہی کے اغراض و مقاصد کے متعلق تھا، اس لئے حضرت صدر اعظم مدظلہ، کی بصیرت افروز تقریر دل پذیر کا کچھ ملخص جو تحت الشعور میں کم و بیش محفوظ ہے، سپرد قلم کرتا ہوں۔

حضرت صدر اعظم مدظلہ، نے اپنی صدارتی تقریر میں آیۃ ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب کی نہایت عمدہ تفسیر فرماتے ہوئے حالات حاضرہ اور سیاست موجودہ پر لطیف انداز میں تبصرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا مجھے چند دیندار بھائیوں نے فضائل رسول پر کچھ بیان کرنے کی درخواست کی ہے اور چند لوگوں نے پاکستان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرنے کی التماس کی مگر یہ اسٹیج تبلیغی کانفرنس کا ہے اور ماشاء اللہ تین دن سے جس قسم کی اپوزیٹ تبلیغ اس اسٹیج پر ہو رہی ہے، وہ میں آج تین دن سے دیکھ رہا

ہوں اور واقع میں نوٹ کررہا ہوں۔ علاوہ ازیں اس سیاسی پلیٹ فارم پر جہاں اور لوگوں نے اپنے اصولوں کو خیرباد کہا ہے مجھے بھی اپنے ان اصولوں کو علیحدہ رکھ کر قومی وملی اجتماعی نظریہ سے کچھ کہنا پڑے گا، اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے اصول سمجھانے میں ایسی کونسی سخت مشکل آن پڑی کہ جس کے لئے کسی مذکر اور مؤنث کو نہیں چھوڑا جاتا ہے بھی اسٹیج پر لانا پڑتا ہے۔

آج عالم دنیا میں "امنِ انسانیت" کی تلاش ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اپنی اقتصادی کلو مادیاتی تصرف "ایٹم بم" وغیرہ سے امنِ انسانیت کی لہر دوڑانا چاہتے ہیں مگر ان کی باہمی مخالفت ہی نہیں سنبھلتی، ہر ایک اپنے اقتدار کو کام میں لانا چاہتا ہے۔ اور دنیا کا یہی دستور چلا آرہا ہے کہ اگر اُسے کتنی ہی فائدے کی بات تبلائی جائے مگر وہ اسے نقصان دہ ہی سمجھتی ہے۔

خدا کا محبوب کائنات کے بسنے والوں کو تبلا رہا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں اور مخلوقات ارضی و سماوی، چاند، سورج، مٹی، ہوا، پانی، آگ وغیرہ سب انسان کی خدمت گزاری اور فلاح وبہبود کے لئے خدمت گار مقرر ہوئے ہیں۔ تم ان کو اپنا حاکم مت تسلیم کرو اتنی قوت واستعداد پیدا کرو کہ یہ تمہارے محکوم ہوجائیں جس وقت خدا کے محبوب نے یہ پیغام سنایا کہ اس وقت سورج نے یہ نہیں کہا کہ اچھا تم لوگوں کو ہماری پرستش سے باز رکھتے ہو، ہم مدینے پر نہیں نکلیں گے سورج تو اُن کے ادنیٰ اشارے پر افقِ مغرب سے لوٹ کر چلا آیا۔ مگر سورج کو ماننے نہیں، چاند نے یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں کو ہماری اطاعت سے منحرف کرتے ہو، ہم اب حجاز پر نہیں چمکیں گے بلکہ چاند تو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوگیا اور رام چندر ماننے نہیں، حضور نے اپنی انگلیوں سے جمنا کے مقدس پانی کی طرح نہریں بہادیں۔ جمنا

لہ مسلم لیگ کے جلسوں میں بعض مقامات پر عورتیں بھی خطاب کرتیں، عورتوں کا مردوں کے ساتھ اس طرح بے حجابانہ اختلاط اور خطاب کرنا شرعی لحاظ سے قابل اعتراض ہے، حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے اس شرعی قباحت کی طرف اشارہ کیا۔ (مرتب)

ہے ان کے عناصر کو آپ کے ...

نہیں۔ کفار عرب میں بھی یہی ضد کا مادہ تھا۔ کتنے ہی فائدہ کی بات تبلائی جاتی تھی مگر وہ اسے نقصان دہ ہی سمجھتے تھے۔ بلکہ کفار عرب نے "کانگریس" بنا کر اپنے اجارہ دار عالموں کی ایک جمعیت بنادی جو مسلمان عربوں کے لباس اور وضع قطع میں اسلام کی منافقت ومخالفت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں سرور عالم نے ممبر رسالت اور مسند نبوت پر رونق افروز ہوکر مذکورۂ بالا آیت شریفہ کے نازل ہونے کی اطلاع دی تو کانگریسی جمعیت العلما کے یہ ففتھ کالم کے عناصر وہاں بھی جا پہنچے۔

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ جہاں مجاہدوں کی تلواریں کام نہیں

ففتھ کالم

کرتیں وہاں یہ ففتھ کالم کے عناصر بڑا کام کرجاتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ جنگ میں جب جاپان اور برٹش نبردآزما تھے تو جاپانی ففتھ کالم کے لوگ ہمارے ہاں بڑی شورش مچارہے تھے، کہتے تھے کہ بس کل سویرے جاپان فلاں ٹرین سے آنے والا ہے، اور انگریزوں نے چپٹی ناک اور چھوٹی آنکھ والے لوگوں کو جاپان میں اپنے پروپیگنڈے کے لئے مقرر کررکھا تھا، وہ وہاں اس کی تعریف اور بہادریوں کے پل باندھ رہے تھے، اس طرح ان کانگریس والوں نے جمعیت العلماء کو ففتھ کالم کا کارنامہ انجام دینے اُن میں بھیج دیا تھا۔ جب حضور نے یہ آیت شریفہ پڑھی تو ان کے کان کھڑے ہوئے کہ لو بھائی جبرئیل یہ کیا نیا پیغام لایا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس رسول کو علم غیب تھوڑا ہی ہے جو ہماری منافقت اس کو معلوم ہوجائے گی یہ تو ہمارے جیسا بشر ہے، اسے ہمارے دل کا حال کیا معلوم؟

جب وہاں سے کانگریس نے نوٹس بھیجا کر جلدی اپنی کارگزاری کی رپورٹ بھیجو، ورنہ تمہاری تنخواہیں ضبط کرلی جائیں گی اور کھایا پیا سب باہر آجائے گا تو اب جمعیت العلما کے ففتھ کالم کو پریشانی دامن گیر ہوئی۔ سوچ سمجھ کر جواب لکھ دیا کہ جب ہم گائے کی دُم کو

چھوڑنا نہیں چاہتے ہو تو یہ مسلمان (احمد کے دامن سے کیسے چھوٹیں گے، ہم اپنے کام میں مصروف ہیں۔ کانگریس نے جواب میں ففتھ کالم والوں کی تنخواہوں کا اضافہ کر دیا اور روپیہ کا لالچ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اور لکھ دیا کہ سات سو کی جگہ آٹھ سو، ہزار والے کو بارہ سو ملے گا۔ لگے رہو اپنے کام میں۔ ہاں مسجد نبوی میں جب حضور نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا تو ففتھ کالم والوں کی جان میں جان آئی کہ بس چلو چھٹکارا ہوا، اور جب مومنوں کے ظاہری حالات کا بیان کیا گیا تو یہ ایک دوسرے کے لباس اور وضع قطع کو دیکھنے لگے کہ عمر کی ریش تو ایک مشت کی ہے اور یہاں "بخاری صاحب" کی ڈیڑھ فٹ، صدیق کی پیشانی پر تو سجدہ کا داغ معلوم ہی نہیں ہوتا، اور یہاں کلام کے باپ نے ماتھا رگڑ رگڑ کر روپے کے قریب داغ لیا، عثمان کا پیرہن تو ٹخنے سے اوپر اور یہاں مدنی صاحب کا اتنا لمبا کہ سڑک کی گرد و غبار سب سمیٹ لے۔

جب حضور نے فرمایا، کہ خدا کے اختیار میں ہے کہ اپنے رسول کو غیب پر مطلع کر دے تو حضور علیہ السلام نے یمیز الخبیث من الطیب کے لئے بڑے جلال میں آن کر کہا کہ اخرج فلاں ابن فلاں نکل جا یہاں سے اے فلانے فلانے کے بیٹے، تو بس جناب پھر نہ پوچھو کہ ان کی کیا گت بنی۔

صدیق نے کسی کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹا تو علی نے کسی کی چٹیا سنبھالی تو بلال نے کسی کی کمر پر لات رسید کی اور کہا کہ خبیثو "پاکستان" میں پلیدستان کا کیا، پاکستانیوں "میں پلیدوں کا کیا کام۔

آزادی کی رٹ

اور آج کل یہ "ازموں" نے تو دنیا کا خانہ خراب کر رکھا ہے۔ کہیں کمیونزم تو کہیں نیشنلسٹ ازم اور دوسری طرف خاکسار آزادی اور احرار آزادی، نیشنلسٹ آزادی۔ یہ آزادی آزادی حرامزادی ہے کیا چیز۔ کون سا جہاد کرنے والے مانگتے ہو؟ وہی جو نجدی نے حجاز میں کیا۔ کافروں اور مشرکوں سے نہیں،

صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سے مرنے کے بعد اُن کی قبروں سے جہاد کیا، اُن کی ہڈیں اکھڑا کر پھکوا دیں۔ واہ رے قرآن اور حدیث کی حکومت! یہاں تو ففتھ کالم والے مسٹر محمد علی جناح کے پاس بھی گئے اور کہا کہ ہم قرآن و حدیث کی حکومت کریں گے، جہاد کریں گے جہاد — کس سے جہاد کرو گے، کہا ہم تو اجمیر کا گنبد گرائیں گے، یہ بت خانہ بنا ہوا ہے، لاہور میں داتا گنج بخش کی قبر اکھاڑیں گے۔ جناح نے کہا نہیں بھئی ایسا کام مجھ سے تو نہیں ہوگا، عوام بگڑ جائیں گے، جب یہاں دال نہیں گلی تو لنگوٹیا کو جا کر تھاما اور اس سے کہا کہ ہم ہندوستان میں جہاد کریں گے، اس نے کہا کیسا جہاد! کہا، ہم اجمیر کا گنبد توڑیں گے۔ لنگوٹیا نے کہا، ہمارے باپ کا کیا، جا کر کعبے کو توڑ دو! مدینے کا گنبد گرا دو، تم خالی ہمارے ساتھ رہو جو چاہو سو کرو۔

پیغام عمل

آخر میں آپ نے فرمایا کہ "میں صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کی حیثیت سے اپنا کچھ مشن رکھتا ہوں اور مسلمانان کراچی کے لئے کچھ پیغامات لایا ہوں، وہ یہ ہیں کہ سب سنی نوجوان رضا کارانہ خدمت انجام دیں اور اکھاڑے کے فنون کو دین اسلام کی خدمت کے لئے سیکھیں۔ جو کام بھی دین کی خاطر کیا جائے گا وہ عبادت الٰہی میں شمار ہوگا۔"

از اخبار دبدبہ سکندری رامپور جلد ۸۴، شماره ۴۵

مطبوعہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء، ص ۴، ۵

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر جلد ۸

حضرت مولانا محمد حامد رضا قادری بریلوی کا دورۂ انبارہ و سہارنپور

[illegible]

سنی کانفرنس صوبہ یو۔ پی کا خصوصی اجلاس

[illegible]

اکابر آل انڈیا سنی کانفرنس کی جانب سے مسلم لیگ کی عملی حمایت

لہ نواب بہادر یار جنگ (م ۔ ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) اپنے مکتوب محررہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء میں مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری مدظلہ العالی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) کو تحریر کرتے ہیں۔

"یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے میں اس عنایت کے لئے سب کا ممنون ہوں۔"

(مکاتیب بہادر یار جنگ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۱۰۸)

نوٹ: نواب بہادر یار جنگ، قائد اعظم، قائد ملت اور سردار عبدالرب نشتر کے وہ خطوط جو انہوں نے اکابر اہل سنت کے نام تحریر کئے زیر ترتیب کتاب تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس کا حصہ بنیں گے ان شاء اللہ۔

انتخابی معرکہ میں کانگریس کی شکست فاش

جمعیت عالیہ سنی کانفرنس کا پہلا کامیاب قدم

ہندوستان بھر میں کانگریس دو فی صدی ووٹ حاصل نہ کر سکی

(از دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد)

ہندوستان کے اکثر و بیشتر صوبوں اور ضلعوں میں سنی کانفرنس قائم ہوگئی ہیں ان کا ابتدائی قدم یہ تھا کہ کسی طرح کانگریس کامیاب نہ ہو اور مسلمانوں کی تائید نہ حاصل ہو۔ الحمدللہ سنی کانفرنس کارنامہ میں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہر جگہ کے اراکین سنی کانفرنس نے قریہ قریہ گشت کرکے کانگریس کے دام تزویر سے بھولے بھالے مسلمانوں کو محفوظ اور ہر طرح کی سنی کانفرنس نے بیانگ دہل اعلانات کرکے کانگریس کے خلاف ریزولیوشن پاس کرکے اخبارات میں شائع کرائے۔ صوبہ پنجاب صوبہ یو۔ پی۔ صوبہ بہار صوبہ کاٹھیاواڑ صوبہ بنگال صوبہ بمبئی صرف مسلمانوں کے انتخابات میں صوبہ دہلی بھی جہاں انتہائی ذلت سے کانگریس ناکام رہی۔

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور شہید اعظم نمبر

(عکس شمارہ ۷، ۱۰ دسمبر ۱۹۴۵ء)

مولانا عبدالحامد بدایونی کے کامیاب دورۂ حجاز پر قائد اعظم کی مبارک باد

مطبوعہ ۱۳ مئی ۱۹۴۷ء

قائد اعظم سے حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کی ملاقات

(دبدبۂ سکندری کے رپورٹر کے قلم سے)

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کو [illegible] حضرت قائد اعظم سے ملاقات [illegible] ملاقات کا سلسلہ جاری رہا [illegible] قائد اعظم نے مولانا سے اسلامی حکومت کے دستور و آئین پر [illegible] پاکستان کا دستور [illegible] اسلام و قرآن کریم کے مطابق [illegible] قرآن اور اسلام کی جامعیت کو تسلیم کرے گی۔

قائد اعظم نے حضرت مولانا کی ان خدمات پر [illegible]

[illegible]

[illegible] اسلام اور اس کے قوانین پر عمل کرنے کے لئے ایک نیا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

[illegible]

(دستخط حضرت مولانا [illegible] عبدالحامد قادری بدایونی [illegible])

باندا میں سنی کانفرنس کا پاکستانی اجلاس

[illegible] پاکستان کے حصول [illegible] سنی کانفرنس [illegible]

باندا میں عرس سرکار امانت رحمۃ اللہ علیہ

[illegible]

پاکستان بن کے رہے گا

حالات کا پورے صبر سے انتظار کرنا چاہیے

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی کا بیان

[illegible]

حضرت علمائے اہلسنت و مشائخین کرام کا پیام مسلمانوں کے نام

پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت اشد ضروری ہے

(دبدبۂ سکندری کے نام خاص مراسلہ)

ہندستان کے اُن صوبجات میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے خصوصاً اور دیگر مقامات میں عموماً اسلامی حکومت کا قیام اور قرآن کریم کی روشنی میں مسلمانوں کی [illegible] قوم کا مطالبہ یقیناً ایک ایسا مطالبہ ہے جس کی دعوت حضرات علماء و مشائخ کرام ہمیشہ سے دیتے چلے آئے ہیں۔ اُن کا مقصد حیات ہی ہمیشہ یہ رہا کہ مسلمانوں میں اسلامی احکام کی ترویج ہو اور وہ ایک ایسی آزاد اسلامی حکومت قائم کر سکیں جو اغیار و اجانب کی مداخلت و غلامی سے پاک و صاف ہو۔ اس خصوص میں آل انڈیا مسلم لیگ اس طرف چند برس سے جو مساعی اسلامی حکومت یعنی پاکستان کے حصول کے لئے جاری کر رکھی ہیں انہیں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب صدر آل انڈیا سنی کانفرنس [illegible] ہندستان کے ہزاروں مشائخین و علمائے اہلسنت کی عملی تائید حاصل ہے اور سنی کانفرنس کے اکابر علماء و مشائخین پوری قوت کے ساتھ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں اور اسلامی حیثیت سے کفار و مشرکین کے اندر مدغم ہو جانے کو کسی طرح بھی روا نہیں رکھتے۔ کانگریس جماعت یقیناً مسلمانان ہند کے وجود ہی کو جداگانہ حیثیت سے تسلیم نہیں کرتی اس نے اپنے زمانۂ اقتدار میں کھلے بندوں مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت کی اور [illegible] اس نے اپنی تمام تر کوششیں مسلمانوں کی حیات کے ختم و برباد کرنے میں صرف کیں۔ مسلمانوں کے لئے ان حالات میں کسی طرح بھی اس کے ساتھ [illegible] کرنا اور کام ہی وہ جو مسلمانوں کی طاقت و شیرازہ کو منتشر اور ختم کر دے ناجائز ہے۔ موجودہ انتخابات [illegible] اور اس کے نتائج اس کا ثبوت دیں گے کہ مسلمانان ہندستان اسلامی حکومت چاہتے ہیں یا نہیں۔ سنٹرل اسمبلی کے انتخابات میں جس طرح مسلمانوں نے مسلم لیگ کی حمایت کی اسی طرح صوبجاتی انتخابات میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کی امداد کرے اور اسے کامیاب بنائے۔ [illegible] مسلمانوں کی [illegible] کانگریس کی بنائی ہوئی جماعتیں [illegible] مسلمانان ہند کی سربلندی کو مشرکین کے اشارہ سے ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تمام صوبوں کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے ووٹ صرف مسلم لیگ کی حمایت کر کے اس کے امیدواروں کو دے دیں۔

(حضرت مولانا) شاہ محمد عبدالحامد صاحب قادری پروپیگنڈہ سکرٹری آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت مولانا) محمد ابراہیم [illegible] ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس [illegible] (مولانا) یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری ناظم نشر و اشاعت ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں۔ مولانا حکیم عبدالناصر صاحب نائب صدر ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں (مولانا) محمد طاہر صاحب قادری بدایونی نائب ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں (حضرت مولانا شاہ) عارف اللہ [illegible] رکن آل انڈیا سنی کانفرنس و خطیب جامع مسجد [illegible] (حضرت مولانا) سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی رکن سنی کانفرنس [illegible] (حضرت مولانا) محمد صدیق [illegible] رکن آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت مولانا مفتی) [illegible]

مطبوعہ ۲۶ جنوری ۱۹۴۶ء

[illegible]

تاریخی فتوے

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء و مشائخ کا متفقہ فیصلہ

آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کی اس موقف و عمل کی تائید کرسکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش اس میں مسلم لیگ میں سنی مسلمانوں کو بھی اٹھنا ہے سنی کانفرنس کے ارکین و ممبران اس کی تائید کرسکتے ہیں ووٹ دے سکتے ہیں دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آزاد شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری جانشین اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی (حضرت مولانا) ابو المحامد سید محمد محدث کچھوچھوی (حضرت صدر الافاضل) مولانا نعیم الدین مرادآبادی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس (حضرت صدر الشریعہ مولانا مفتی) امجد علی (حضرت مولانا شاہ) عبد الحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس۔ (مفتی اعظم حضرت مولانا) محمد ابراہیم القادری بدایونی ببلی۔ (حضرت مولانا) سید مصباح الحق سجادہ نشین کچھوچھہ۔ (حضرت مولانا شاہ) عارف اللہ قادری خطیب خیر المساجد میرٹھ (حضرت مولانا شاہ) محمد ابراہیم رضا خان بریلوی۔ (حضرت مولانا مفتی) محمد ابراہیم سمستی پوری صدر المدرسین دارالعلوم شمس العلوم ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں۔ (مولانا) تقدس علی خان رضوی مہتمم دارالعلوم منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) عبد المصطفےٰ ازہری ... (مولانا) محمد اسمٰعیل محمود آبادی۔ (مولانا) غلام جیلانی (مولانا) محمد ایوب قادری ٹانڈوی (مولانا) ابو الوفا شمس الدین احمد جونپوری صدر المدرسین مدرسہ منظر حق ٹانڈہ (مولانا) محمد نذیر الاکرم مراد آباد

مطبوعہ ۲۶ مارچ ۱۹۴۶ء

(مولانا) غلام معین الدین نعیمی سفیر آل انڈیا سنی کانفرنس (مولانا) ظہیر احمد مدرس عربیہ گجرات (مولانا) غلام جیلانی صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ میرٹھ (مولانا) قاضی احسان الحق نعیمی ... جامعہ نعیمیہ مراد آباد (مولانا) سید عبد الحق قادری اعظمی۔ (مولانا) محمد مختار اشرفی نعیمی جموں کشمیر۔ (مولانا) عبد المصطفےٰ مدرس دار العلوم اشرفیہ (مولانا) محمد ثناء اللہ مدرس مدرسہ فاروقیہ بنارس (مولانا) اختصاص الدین نعیمی (مولانا) محمد مصطفےٰ علی ... (مولانا) رفیق الدین (مولانا) غلام محی الدین مراد آباد (مولانا) عبد الرحیم احمد آباد (مولانا) ابو الفرح محمد علی آزادی۔ (مولانا) سردار علی منظر اسلام بریلی (حضرت مولانا) محمد اجمل سنبھلی ناظم اجمل العلوم سنبھل۔ (مولانا) محمد طفیل احمد مدرس مدرسہ فیروز پور (مولانا الحاج) سردار احمد صدر المدرسین منظر اسلام بریلی (مولانا) وقار الدین پیلی بھیتی۔ مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) محبوب حسین اشرفی سنبھل (مولانا) محمد عالم اعظمی۔ (مولانا) عبد الغفور کچھوچھوی۔ (مولانا) محمد شہاب الدین (مولانا) عبد الرشید مدرس علی پور سیداں سیالکوٹ (مولانا) محمد ابراہیم اعظمی۔ (مولانا) عبد الغفور مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی (مولانا) محمد حسین مظفر پوری (مولانا) فضل حق مدرس منظر اسلام بریلی (مولانا) فضل احمد سجادہ نشین پیلی بھیت۔ (مولانا) محمد سلیمان صدر المدرسین احسن المدارس کانپور۔ (مولانا) محمد محبوب صدر المدرسین کانپور (مولانا مفتی) عبد الرؤف صدر المدرسین مدرسہ قومیہ میرٹھ (مولانا) مختار احمد مدرس مدرسہ اہل سنت امرتسر۔ (مولانا) احسان علی مظفر پوری مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) انوار احمد مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ (مولانا) نور الہدیٰ رضوی مظفر پوری۔ (مولانا) محمد ذکی نعیمی کچھوچھوی (مولانا قاضی) شمس ... مدرس مدرسہ ... بریلی۔

اخبار دبدبۂ سکندری رامپور نمبر ۲۴ جلد ۸۵ — ۲

آل انڈیا سنی کانفرنس

نذر بحضرت صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء مد ظلہ العالی

از حضرت مولانا محمد میاں صاحب اختر حسنی بریلوی

جب پرچم دیں لہراتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس | اعداء کے دل دہلاتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس
جب جلوۂ رخ دکھلاتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس | ہر محفل پہ چھا جاتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس
باطل کے بجھتے دیکھیں گے ہر بدو جزر عالم پہ | اب ہی دھاک بٹھاتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس
اے دشمن ایماں ٹھہر ذرا، انجام کی اپنے خیر منا | بجلی سی تڑپ کی آتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس
جو اس کے مقابل آتا ہے فی النار وہ منھ کی کھاتا ہے | کچھ ایسا رنگ جماتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس
ظالم جو مخالف ہیں اپنے جلنے سے تڑپتے پھرتے ہیں | جب ان کا دل برماتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس
جو بغض و حسد کے پتلے ہیں، وہ پہلے ہی سے جلتے تھے | اب ان کو اور جلاتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس
در خواب جو مخالف کا ہوا پھر بخت مسلماں جاگ اٹھا | اسلام کو پھر چمکاتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس
اعزاز و تفوق کا اپنا مسلم جو فسانہ بھولا ہے | اب اس کو یاد دلاتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس
مدت سے تم افسردہ تھے اے اہل ایماں مژدہ ہو | اب پاکستان بناتی ہو آل انڈیا سنی کانفرنس

ارشاد سے حضرت قبلہ کے یہ نظم لکھی ہے اختر نے
جذبات کو یوں گرماتی ہے آل انڈیا سنی کانفرنس

۱؎ مراد حضرت مدیر اخبار دبدبۂ سکندری۔

نوائے جمہوریت یا سُنّی کانفرنس کا ترانہ

سُنّی کانفرنس منعقدہ آکولہ (برار) میں پڑھا گیا

از محترم مظہر جبل پوری پروپیگنڈا سیکرٹری آل انڈیا سُنّی کانفرنس صوبہ سی پی و برار

اٹھو کہ ہم جمہوریت کے حامی ضلال و بدعت فنا کریں گے ۔۔۔ خلافت راشدہ کا ہندوستاں میں جھنڈا کھڑا کریں گے

ہمارا مونس ہمارا ایڈ ہمارا قائد ابو الحامد ۔۔۔ ہم اپنے رہبر کے زیرِ سایہ قیام عدل و وفا کریں گے

کوئی جماعت کہ انجمن ہو کہ بزم آزادیٔ وطن ۔۔۔ اصول دیں پر عمل نہ ہوگا تو سب سے ہی تنفر ادا کریں گے

یہ زور تقریر یہ لیکچر یہ تیمتی وقت کی تباہی ۔۔۔ پڑیں میاں جب سمجھ لیں ہی خیال ہم ایسے جلسوں کو کیا کریں گے

جلوس والوں کی چال کچھ ہے مقال کچھ ہے اور حال کچھ ہے ۔۔۔ لگائیں گے بے پناہ نعرے عمل نہ لیکن ذرا کریں گے

عمل ہی ہے جان و دل ہمارا عمل سے عیاں ہے اشکارا ۔۔۔ کہ ہم تو ظاہر کے ہیں مکلف حقیقت دل کو کیا کریں گے

خدا کی ملت کے ہم ہیں حامی کرے گا کیا فتنہ و دوامی ۔۔۔ شرور کی تیز آندھیوں میں چراغ ملت جلا کریں گے

بجائے تقسیم ہند مظہر کوئی حکومت اگر بنے گی

نہ امن ہرگز نصیب ہوگا ہزار فتنے اٹھا کریں گے

(ماخوذ از اخبار دبدبہ سکندری رامپور

مطبوعہ ۷ فروری ۱۹۴۶ء، ص ۴)

هو القادر

رجسٹرڈ حرف اے نمبر ۱۵

خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

بطفیل جناب سلطان کونین جلد ۱ روا رہے بگرد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا

هو المعین

تار کا پتہ - دبدبہ سکندری رامپور

نواب الحاج سر سید کلب علیخاں بہادر خلد آشیاں کی علمی یادگار

دبدبہ سکندری

رامپور

قیمت ۸ر

آل انڈیا سنی کانفرنس

۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا

۱۸۶۶ء سے چھپتا ہے

مالک و ایڈیٹر - محمد فضل حسن صابری

نمبر ۱/۱

نذر عقیدت بحضور پُرنور محبوب اکرم سید نا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جلد ۸

کیفستان

آقائے نامدار ہے

رحمۃ للعالمین

کہتا ہے صوبہ بہار سلام

گلدستۂ نعت شریف

قطعۂ تاریخ پاکستان

"تاریخ اساسِ نیک پاکستان"

۱۹ ۴۷

کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ[1]

۱۳ ۶۶

ازپروفیسر حامد حسن قادری، سینٹ جانس کالج، آگرہ

خلیفۂ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہوا قائم جو پاکستان آخر   بھلی قسمت تھی ہندستاں کی واللہ
سمجھتے ہیں اسے وہ مژدۂ امن   جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگہ
یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام   شب تاریک میں ہے مشعل راہ
مساوات و اخوت کا علمدار   سکون و عافیت کا پیش خیمہ
ریاست کی مثال بے مثالی   سیاست کا زمانے کو نمونہ
سناؤں قادری قرآں سے تاریخ   بتاؤں اس کی اک وجہ موجہ

مسلمانوں کا پاکستان حق تھا
کہ تھا ارشاد "کنتم خیر امّۃ"

—۶۶

سورۂ آل عمران رکوع ۲ پارہ ۴

دبدبۂ سکندری رامپور، شمارہ ۲ جولائی ۱۹۲۰ء ص ۲

قطعۂ تاریخ طباعت

خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس

از حضرت سید شرافت نوشاہی مدظلہ العالی

صد شکر کہ ایں کتابِ کامل   مجموعۂ خطبہ ہائے جانی
از پیرِ جماعتِ علی شاہ   ہم فکرِ علی حسین بانی
علامہ حامدِ رضا خاں   ہم شاہِ نعیم دیں مکانی
شاہ عبدِ علیم میرٹھی داں   ہم امجدِ اعظمی عیانی
عبد الحامدِ بداونی خوب   آں محرمِ جلوۂ نہانی
ہم سیدِ محمدِ محدث   مصباحِ حسن شہ جہانی
از سعیِ جلالِ دیں محمد   شد نشرِ فیضِ جاودانی

گو سالِ طبا عتش شرافت
"خطباتِ جواہرِ معانی"

۱۳۹۸ھ

قطعۂ تاریخ طباعت

"خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس"

عتیجۂ فکر ابوالطاہر فدا حسین فداؔ مدیر اعلےٰ "مہر و ماہ" لاہور

جلال دین قادری کی واللہ ہے کیا ہی تالیف، دل نشیں یہ
کہ جس کا ہر لفظ در حقیقت، حقیقتوں کا ہے شاہپارا
جناب حامد رضا و حضرت امیر ملت کے جذبِ دل کا
دل عدو کی رگوں پہ بیشک سدا ہی چلتا رہے گا آرا،
کہاں ہیں وہ مردِ حق، مجاہد، کہاں وہ عزم و عمل ہمارا؟
تھا دردِ ملت دلوں میں جن کے، تھا جن کا عشق نبی سہارا
تڑپ اک آزادیٔ وطن کی تھی، جن کی رگ رگ میں کارفرما
چمک رہا دم قدم سے اُن کے وطن کی قسمت کا ہے ستارا
یم تفکر میں غوطہ زن جو فدائے تاریخ گو ہوا تو
سنِ طباعت پہ اس کے ملہم "وقائع تاریخ" ہے پکارا
۱۳۹۸ ھ

ماخذ و مراجع

کتب

نمبر شمار	نام کتب	مؤلفین	سن و مقام اشاعت	
۱	آزادیٔ ہند	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۹
۲	اسلام ان انڈو پاکستان سیکلنگ نیشنل ازم	میاں عبدالرشید	"	۱۹۷۷ء
۳	اسلام اور قائد اعظم	محمد حنیف شاہد	"	۱۹۷۶ء
۴	اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت	سید نور محمد قادری	"	۱۹۷۵ء
۵	اکابر تحریک پاکستان	محمد صادق قصوری	"	۱۹۷۶ء
۶	الخطبۃ الاخرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ	سید محمد محدث کچھوچھوی	[illegible]	۱۹۷۰ء
۷	پیغام بنام مؤتمر کل ہند جمعیۃ علماء اسلام کلکتہ	علامہ شبیر احمد عثمانی	[illegible] لاہور	
۸	تاریخ نظریۂ پاکستان	پیام شاہجہانپوری	لاہور	۱۹۷۰ء
۹	تحریک پاکستان اور آئین پاکستان	محمد مظفر مرزا، پروفیسر البیرونی	"	
۱۰	تحریک پاکستان اور علمائے دیو بند	سید محمد فاروق القادری	"	۱۹۷۵ء
۱۱	تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	چوہدری حبیب احمد	"	۱۹۶۶ء
۱۲	تحریک و تاریخ پاکستان	پروفیسر شیخ محمد رفیق	"	۱۹۷۷ء
۱۳	تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان جلد اول	محمد عبدالحکیم شرف قادری	"	۱۹۷۶ء
۱۴	تذکرہ شاہ جماعت	سید حیدر حسین شاہ	"	۱۹۷۳ء
۱۵	چمنستان	ظفر علی خاں	"	

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مقام	سن
۱۶	حضرت شیخ القرآن	رانا منظور احمد خاں	وزیر آباد	۱۹۷۱ء
۱۷	حیات اعلیٰحضرت	مولانا ظفر الدین بہاری	کراچی	۱۹۵۵ء
۱۸	حیات صدر الافاضل	مولانا غلام معین الدین نعیمی	لاہور	طبع دوم
۱۹	خطبات عثمانی	پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی	"	۱۹۷۲ء
۲۰	خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ	مولانا محمد حامد رضا خاں قادری	بریلی	۱۹۲۵ء
۲۱	خطبۂ صدارت جمہوریۂ اسلامیہ	سید محمد محدث کچھوچھوی	مراد آباد	۱۹۴۶ء
۲۲	خطبہ صدارت سنّی کانفرنس کچھوچھہ	سید مصباح الحسن مودودی	"	"
۲۳	خطبۂ صدارت مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ	علامہ شبیر احمد عثمانی	طبع ہاشمی بک ڈپو لاہور	
۲۴	سات ستارے	حکیم محمد حسین بدر	لاہور	۱۹۷۸ء
۲۵	سیرت امیر ملت	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	"	۱۳۹۲ھ
۲۶	شاہراہ پاکستان	چودھری خلیق الزمان	کراچی	۱۹۶۷ء
۲۷	ضیاء القنادیل	انجمن حزب الاحناف	لاہور	۱۹۷۵ء
۲۸	فاضل بریلوی اور ترک موالات	پروفیسر محمد مسعود احمد	"	۱۹۷۳ء
۲۹	قائد اعظم اور مسلم پریس (جلد اوّل)	پروفیسر احمد سعید	"	۱۹۷۶ء
۳۰	قائد اعظم کے ۷۲ سال	خواجہ رضی حیدر	کراچی	"
۳۱	قائد اعظم میری نظر میں	ایم اے ایچ اصفہانی	لاہور	"
۳۲	مآثر الاجداد	پروفیسر منظور الحق صدیقی	"	۱۹۶۴ء
۳۳	مجبور آوازیں	خالد لطیف گابا	"	۱۹۷۵
۳۴	مکاتیب بہادر یار جنگ	بہادر یار جنگ اکادمی	کراچی	۱۹۶۷ء
۳۵	ملفوظات امیر الملت	سید منور حسین شاہ	لاہور	۱۹۷۶ء
۳۶	نقش حیات (جلد دوم)	علامہ حسین احمد مدنی	"	۱۹۷۵ء

اخبارات

نمبر شمار	نام اخبارات	مقام اشاعت	سنین اشاعت
۱	ہفت روزہ افریشیا	لاہور	۲۴-۳۰ مارچ ۱۹۷۸ء
۲	" اقدام	"	۲۶ مئی ۱۹۶۴ء
۳	" الفتح	کراچی	۱۴-۲۱ مئی/۲۸ مئی- ۴ جون ۱۹۷۶ء
۴	" الفقیہ	امرتسر	مختلف شمارے ۱۹۴۴ء-۱۹۴۵ء
۵	" چٹان	لاہور	۲۶ جون ۱۹۷۲ء
۶	" دبدبۂ سکندری	رام پور	متعدد شمارے ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء
۷	" زندگی	لاہور	۲۴-۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء
۸	" رضائے مصطفےٰ	گوجرانوالہ	۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ/۱۸ صفر ۱۳۸۸ھ
۹	روزنامہ انجام	دہلی	۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء/ ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء
۱۰	" مساوات	لاہور	۱۴ تا ۱۵ اگست ۱۹۷۶ء
۱۱	" نوائے وقت	"	۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء/۷ جون ۱۹۶۸ء
۱۲			۲۹ اگست ۱۹۷۱ء/۱۳ مئی ۱۹۷۷ء
۱۳			۱۰ مئی/۲۷ مئی ۱۹۷۸ء

رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	اردو ڈائجسٹ (ماہنامہ)	لاہور	جولائی ۱۹۶۸ء
۲	السواد الاعظم "	مراد آباد	رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ، شعبان ۱۳۴۹ھ، شوال ۱۳۵۰ھ
۳	اشرفی "	کچھوچھا (فیض آباد)	اپریل، مئی ۱۹۲۵ء
۴	برگِ گل قائدِ اعظم نمبر	کراچی	دسمبر ۱۹۷۶ء
۵	چراغِ راہ نظریہ پاکستان نمبر	"	
۶	سیارہ ڈائجسٹ ماہنامہ	لاہور	اگست ۱۹۷۴ء
۷	ضیائے حرم	"	جون، جولائی ۱۹۷۶ء
۸	فیضان	"	مارچ ۱۹۷۸ء
۹	ترجمانِ اہلسنت "	کراچی	اگست ۱۹۷۱ء



زندہ جاوید خوشبوئیں

تحریر علامہ محمد صالح فرفور (دمشق)

ترجمہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

- عظمتوں کے مینار اور گلشن رسالت کے مہکتے ہوئے پھول
- اسلاف امت کے جگمگ واقعات
- مشام جان و ایمان معطر کرنے والی داستانیں
- طلباء، طالبات اور خطباء کے لئے یکساں مفید

مقالات سیرت طیبہ

تحریر محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

عنوانات :

- آئینہ سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- النعمۃ الکبریٰ (اصل) کا ترجمہ
- محافل میلاد اور غیر مستند روایات
- رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خشیت الٰہی
- اخلاق عظیمہ
- بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے والے ۷۲ وفود

مکتبہ قادریہ

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز

کے زیرِ سایہ

مکتبہ قادریہ

○ قرآن پاک، تفاسیر، کتبِ حدیث اور علماء اہل سنّت کی تصانیف کا مرکز۔

○ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے کورس کے مطابق طالبات کا نصاب طلب کریں۔

○ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ کی درسی اور غیر درسی کتب۔

○ اجمیر شریف کی پانچ تعویذات والی انگوٹھیاں اور دیگر تعویذات حاصل کریں۔

مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ نزد مستا ہوٹل، لاہور

احسان الٰہی ظہیر کی کتاب

البریلویہ

کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (عربی زبان میں)

○ اہلسنت کے عقائد پر قرآن و سنت اور اکابرین اُمت کی آراء سے استشہاد

○ بین الاقوامی سکالر اور محقق علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی، مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس کے مقالات اور تقریظات سے مزین۔

○ متانت، سنجیدہ و متین لہجہ، محققانہ اسلوب، ادیبانہ آہنگ

○ عربی زبان میں لکھی گئی ایک اہم تصنیف، جس کا ہر صاحب علم منتظر تھا۔



منظرِ عام پر آگئی ہے۔

ضخامت :۔ ۳۸۸ صفحات

قیمت :۔ ۱۰۰/ روپے

اپنے قریبی بک سٹال سے خریدیں یا براہِ راست ہم سے طلب فرمائیں

مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ نزد مستا ہوٹل، لاہور

اللہ تعالیٰ سے تعلق بندگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق غلامی مستحکم بنانے کیلئے امیر عالمی دعوتِ اسلامیہ کی دیگر علمی و تحقیقی کتب

۱۔ شاہکار ربوبیت
۲۔ ایمان والدین مصطفیٰ
۳۔ حضور کا سفر حج
۴۔ امتیازات مصطفیٰ
۵۔ در رسول کی حاضری
۶۔ دعائے محمدیہ
۷۔ محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
۸۔ فضائل محبین حضور
۹۔ شرح سلام رضا
۱۰۔ حبیب خدا سیدہ آمنہ کی گود میں
۱۱۔ نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
۱۲۔ نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟
۱۳۔ حضور نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
۱۴۔ اسلام اور تعدد ازواج
۱۵۔ اسلام میں عمل کا تصور
۱۶۔ مسلک صدیق اکبر، عشق رسول
۱۷۔ شب قدر اور اس کی فضیلت
۱۸۔ صحابہ اور تصور رسول
۱۹۔ مشتاقان جمال نبوی کی کیفیات جذب و مستی
۲۰۔ اسلام اور احترام والدین

۲۱۔ حضور رمضان المبارک کیسے گزارتے؟
۲۲۔ صحابہ کی داستانیں
۲۳۔ رفعت ذکر نبوی ﷺ
۲۴۔ کیا رسول اللہ نے لوگوں کی اجرت پر بکریاں چرائی ہیں؟
۲۵۔ حضور کی رضاعی مائیں
۲۶۔ ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
۲۷۔ عورت کی امامت کا مسئلہ
۲۸۔ عورت کی کتابت کا مسئلہ
۲۹۔ مصباح النحو
۳۰۔ مصباح المنطق
۳۱۔ معارف الاحکام
۳۲۔ ترجمہ فتاوی رضویہ جلد پنجم
۳۳۔ ترجمہ فتاوی رضویہ جلد ششم
۳۴۔ ترجمہ فتاوی رضویہ جلد ہفتم
۳۵۔ ترجمہ فتاوی رضویہ جلد ہشتم
۳۶۔ ترجمہ فتاوی رضویہ جلد دوازدہم
۳۷۔ ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
۳۸۔ صحابہ اور محافل نعت
۳۹۔ صحابہ کے معمولات
۴۰۔ شراب کی شرعی حیثیت

۴۱۔ معراج نبوی ﷺ
۴۲۔ جسم نبوی ﷺ
۴۳۔ گریہ نبوی ﷺ
۴۴۔ مجلس نبوی ﷺ
۴۵۔ خلفائے راشدین اور اہل بیت
۴۶۔ صحابہ اور حضور ﷺ کی باتیں
۴۷۔ جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
۴۸۔ کیا سنگ مدینہ کھلوانا جائز ہے؟
۴۹۔ ہر مشکل کا چارہ ہمارا نبی
۵۰۔ مقصد اختلاف
۵۱۔ سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
۵۲۔ صحابہ اور بوسہ جسم نبوی
۵۳۔ رسول اللہ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں (مسئلہ ترک)
۵۴۔ محبت و اطاعت رسول ﷺ
۵۵۔ آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور کا

عقائد و اعمال سنوارنے کیلئے بہترین کتب